THE BOOK WAS DRENCHED

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222616
UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—880—5-8-74—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۹۱۵۴۳۱۴ Accession No. 2134

Author ظفر، سراج الدین بہادر شاہ

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

رخشار روشن بیانی لعل تابانی آفتابی

الماس

منجملہ چار جلد

کلیات ظفر

دیوان اول

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدۂ نعتیہ

ای سرور دو کون شہنشاہ ذو الکرم	سرخیل مرسلین و شفاعت گرا حرم
موکب ترا ملائک مرکب ترا براق	مولد ہی تیرا مکہ و مسجد ترا حرم
رنگ ظہور سے ترے گلشن رخ حدوث	نور وجود سے ترے روشن دل قدم
ہوتا کبھی قالب آدم میں نفخ روح	بھرتا اگر خدا نہ محبت کا تیری دم
کرتا تھا حبس مردہ کو زندہ دم مسیح	سقا شمہ تیرے خلق کا دہ ای علو شیم
ٹوٹا جو کفر قوت اسلام سے ترے	صدہا بتے شکستہ ہی زنار موج یم
تو تھا سریر اوج رسالت پہ جلوہ گر	آدم جہان ہنوز پس پردۂ عدم
کرتا ہی تیرے اسم مبارک کو لب نقش	ہوا سطے غرض جہان ہو گیا وجود
ای سوئے کرم تری رحمت کے روبرو	کمتر ہی سنگریزہ سے قدر نگین جم

کیسے بیدرد دل آزار کو دل دے دیا
روز ہی وہ دن دنیا روز اک آزار نیا

کیا قیامت ہی ستمگار تری طرز خرام
فتنہ ہر گام پہ اٹھا دم رفتار نیا

کرن وہ کسکی دوا دیکھیے ہین روز طبیب
تیرے اس درد کسس بیمار کا بیمار نیا

پھیرے اس طرف نظر دل کا جو سودا پھر جائے
ایک موجود ہی اور اوس کا خریدار نیا

نہ پوچھو دل کہان پہونچا کسکا کیا پتہ پہونچا
جہان پہونچا نگہ پہونچی یہ تن پہونچا ہی من پہونچا

کہان پہونچا ہی دیکھو ہر تن بیدل خیال اپنا
کہ اتنک اسکا کوئی نہ تھا بھی نہین پہونچا

زمین سی پڑنے سو مے مسیل تھے یہ قاتل
کہ آخر اسکا اک سر گاڑ زمین پہونچا

نہ پہونچا تو نہ پہونچا طالب دیدار تک اپنے
تری تکتے ہی تکتے راہ وقت واپسین پہونچا

چھپا خورشید تابان شرم سے زیر زمین جاکر
تری جو راہ کا شعلہ سر خرخ برین پہونچا

مجھے ڈر ہی نہ پہونچے پہونچکر پہونچکے کوئی
کہ نازک ہی نہایت ہی ترا ای نازنین پہونچا

ظفر دامان مژگان سے ہی پکا چاہیے تھا اسو
اگر پہونچا سکے آنکھون تلک تو آستین پہونچا

ہان فرو سوز دل اک دم نہوا پر نہوا
اور گریہ سے بڑھا کم نہوا پر نہوا

سنکر احوال جگر سوز غریب عاشق کا
ہاے افسوس تجھے غم نہوا پر نہوا

کشتہ ناز کے افسوس جنازے پہ ذرا
چشم پر آب تو اک دم نہوا پر نہوا

بلوایا اپنے دوست کو کس نے دہان جہان | مقدور یزدان نہ ہوا جبریل کا

کیا پائے کنہ ذات کو اسکے کوئی ظفر
دان عقل کا نہ جہل نہ ہرگز دلیل کا

کشتہ ہون اسکے طرۂ عنبر شمیم کا | خوشبو ہو میری خاک سے دامن نسیم کا
گلشن ہو خلد کا کہ چمن ہو نعیم کا | کب دل لگے ہو تیری گلی کے مقیم کا
دولت سے عشق کی مرا ہر قطرۂ سرشک | سکہ ہو میری جیب مین دُر یتیم کا
تاریخ یون کیا جو مرا ملک دل تمام | نرگان تھی تیری یا کوئی لشکر عظیم کا
ہو جائے کام نیم نگہ مین تری تمام | ای شوخ تیرے شیفتۂ دل دو نیم کا
دکھلائین سوزش دل بیتاب ہم اگر | کانپ اٹھے شعلۂ خوش سے ناخچیم کا
حیرت نہین کہ برق تو خسار بار سے | آئینہ ہو اگر ید بیضا کلیم کا
آتی ہین یار بھی کی ہمکو اذیتین | داغون سے ذکر ہے کے عذاب الیم کا

آنکھون مین اپنی نور اسی سے ہے ای ظفر
یہ مردمک ہے سایہ محمدؐ کے میم کا

کسی نے اوسکو سمجھا یا تو ہوتا | کوئی یان تک اسے لایا تو ہوتا
مزہ رکھتا ہو زخم خنجر عشق | کبھی اک بوسہ کھایا تو ہوتا
نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچہ | ہمارے دل کو پر چایا تو ہوتا

خوب دیکھا جہان کے خوبان کو
ایک تجھسا نہ دوسرا دیکھا

ایک دم پر ہوا نہ باندھ حباب
دم کو دم بھر مین یان ہوا دیکھا

سامنے اُس نگاہ کے دل کو
ہدفِ ناوکِ قضا دیکھا

نہوے تیری خاکپا ہمنے
خاک مین آب کو ملا دیکھا

اب نہ دیجے خطر کسی کو دل
کہ جسے دیکھا بیوفا دیکھا

اُٹھا دے پردہ نہین پردہ مین اٹھا دونگا
طپش سے دل کی ابھی عرش تک ہلا دونگا

نہوتا عشق کا میکش اگر خبر ہوتی
کہ ایک جام مین دونون جہان بھلا دونگا

کہے ہے مجھسے وہ قاتل کہ میر کو چہ مین
رکھا جو تو نے قدم سر ترا اوڑا دونگا

ہین اُسکو دیکھکے یہ محو ہون کہ حیران ہون
جو کچھ وہ پوچھیگا مجھ سے جواب کیا دونگا

اگر تو آویگا تو جاے فرش پا انداز
مین اپنی آنکھین تلے زیر پا بچھا دونگا

دم خرام وہ بولا کہ ایک ٹھوکر مین
ہزار فتنۂ خوابیدہ کو جگا دونگا

جو پوچھا مینے لب زخم تو کہے گا کیا
کہا کہ خنجر قاتل کو مین دعا دونگا

یہ یکے دم مجھے لایا تھا کھینچ جوش جنون
کہ چل جہان کا تماشا تجھے دکھا دونگا

نہ پوچھ مجھ سے ظفر میری تو حقیقت حال
اگر کہونگا ابھی تجکو مین رولا دونگا

وہ نازنین ہے ہاتھ میں گر کوئی ساغرِ عالم تو نہیں
مے شرکانِ اشک آلودہ کو دیکھو بر سر ہے یہ بادل دیدۂ تر کا سیہ ایسا سفید ایسا
مسی ہے اُسکے دندان دیکھو حیران ہو ہو کر ہر کہ نیلگوں ہے یہ رنگ اس سلک گوہر کا سیہ ایسا سفید ایسا
ندیکھوں نرگس شہلا کا گل کیونکر کہ ہے نقشہ بعینہ چشم دلبر کا سیہ ایسا سفید ایسا
خجالت کش سواد شام و نور صبح ہین دونو ن دوشالہ ہے ترے سر کا سیہ ایسا سفید ایسا
سر شک سرمہ آلودہ اپنا دکھلا کر وہ کہتے ہین کہ ہے رنگ اس گہر تر کا سیہ ایسا سفید ایسا
نہو وین سوسن و نسرین خجل کیونکر کہ ہے یہ جامہ لباس ماہ پیکر کا سیہ ایسا سفید ایسا

ظفر ہین سیلم و الماس پتھر ایک صانع نے
کیا ہے رنگ پتھر کا سیہ ایسا سفید ایسا

ترا گر ناخن پا تیرا مائل دھو کے پی جاتا
تو اُسکے ہاتھ پاؤن ملک کا مائل دھوئے پی جاتا
نہ آتا ہاتھ خون میرا اگر اُس تشنہ خون کے
تو اپنی تیغ پر خون کو وہ قاتل دھو کے پی جاتا
اُگلتا زہر پھر کیا کیا وہ تیرہ بخت سودائی
اگر کوئی تری رخسار کا تل دھو کے پی جاتا
اگر ہو سکتا عالم مین حصول علم بے محنت
تو پھر ساری کتابین ایک جا مل دھو کے پی جاتا
اُٹھا سکتا جو مجنون نقش پا تیرا تو لیلےٰ
تو جون بیذبول اُس دم وہیں دھو کے پی جاتا
حلاوت پا کر تیری آب تیغ کی وقت قتل
بدن کے زخم اپنے آپ گھائل دھو کے پی جاتا
ظفر بے شغل ہی ہو جاتا تب کچھ سنگ اسود پر
در فخر جہان گر کوئی شاغل دھو کے پی جاتا

اشک کا قطرہ فقط کیا قطرہ گوہر سا بنا
بلکہ لخت دل بھی ہو یا قوت احمر سا بنا

صبحدم گلشن مین آیا میکشی کو یاد گل
ہر گل لالہ جو ہو یکدست ساغر سا بنا

گل سے بھی نازک بدن اُسکا ہی لیکن دوستو
یہ غضب کیا ہو کہ دل پہلو مین پتھر سا بنا

دشت مین بھی تیرے مجنون کی نگر تدبیر ہے
خار وادی جنون جو تیر نشتر سا بنا

کیا گریبان ہو بنا اس ماہ کا ہیکل ہلال
بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہو اختر سا بنا

در پہ اُس پردہ نشین کے آہ وقت انتظار
چشم کا حلقہ ہوا ہے حلقۂ در سا بنا

کیا عجب خال سویدا گر جلے مثل سپند
سوز شِ الفت سے دل اپنا ہی مجمر سا بنا

عشق نے کیا جانیے کیا دل مین بھڑکائی ہے آگ
اب جو سینہ مین مرے ہر داغ اخگر سا بنا

ای ظفر منظور تھا اس چشم کو عاشق کا قتل
اسلیے ہر موے مژگان اُسکا خنجر سا بنا

منھ نظر آوے نہ کیونکر آنکھ مین اُس یار کا
آنکھ اپنی ننگی ہے آئینہ دیدار کا

صفحہ قرآن پر کھینچی ہو اک جدول سیاہ
مصحف رخ پر وہ سایہ لف کے ہر تار کا

پاس ابرو کے مرصع کا ڈیکا ہو کہکشان
ہو میان قبضہ جڑاؤ یار کی تلوار کا

زخم دل کو صاف کرتا ہی خیال خط سبز
چارہ گر مرہم نہ رکھ بیفائدہ زنگار کا

گر مری مژگان تر برسائے موتی ایکبار
نام دھوڈالے جہان سے ابر گوہر بار کا

دیکھنا چاہا کہ کیسی وہ مہروش شاید ہی
اختر صبح قیامت وزن اُس دلوا کا

چارہ گر بھر نکلے میری جگر کے ناسور | ایک گر بند کیا دوسرا روزن نکلا

ای ظفر نالۂ دل نے مرے کچھ کی تاثیر
گھر سے گھبرا کے جو وہ غیرت گلشن نکلا

سر تلک ست ستم جو ہین ترا قاتل بڑھا | خون جسم ناتوان تل تل گھٹا تل تل بڑھا
مت گھٹا دل کو مری بوسہ مجھ چپکے سے دے | قصہ کوتہ کر نہ اتنی بات ای جاہل بڑھا
ہر بھنور عکس رخ روشن سے بنجاوے ثمر | مہ جبین منھ کو ذرا اپنے لب ساحل بڑھا
دل کو تو کر اپنی دولت سی قناعت کے غنی | بس بہت دست ہوس اپنا نہ ای غافل بڑھا
وادی مجنون کی ای لیلے ہی کیا دلکش زمین | اک قدم ہرگز نہ آگے ناقۂ محمل بڑھا
کوئی دم ہی بیخبر ہستی مین ابھی تو ای حباب | حلبۂ دم کی بڑھا سکی کثرت تو جون شامل بڑھا
جب ہوئی تجھکو شباہت اس رخ پرنور سے | مرتبہ پھر اور بھی تیرا مہ کامل بڑھا
غنچۂ گل دیکھکر اس رشک گل کے ہاتھ مین | دل جو اپنا سمجھے ہم کیا کیا ہمارا دل بڑھا

جامۂ فانوس مین کیا کیا جلی غیرت سے شمع
بے حجابی ای ظفر وہ رونق محفل بڑھا

الف کے سائے تلے وہ رخ اگر چھپ جائیگا | رائے پر دے مین پھر روز سحر چھپ جائیگا
خواب غفلت سے تری جسوقت کھلجائیگی آنکھ | ہی جو کچھ آنکھون کے آگے جلوہ گر چھپ جائیگا
دیکھنے کو ہم گئے تھے آج اسکے بیخبر | کیا خبر تھی یہ کہ ہمکو دیکھکر چھپ جائیگا

جسم لاغر تیری سودائی کا اب ایسا ہوا
عکس چشم مور جولان پائہ نین ڈھیلا ہوا

دود دل سے تفتہ جانو نکہ تیرا ذرہ شاہ
یک فلک اب اعتبار زیر نہ فلک پیدا ہوا

کان پر سے زلف اُنکی اب سرکتی کیون نہین
یا کہین یہ سانپ اُس باہنی سر ہے کیلا ہوا

اور پری کی بانین سنی پر جو دیکھا میں خیال
وہ مرے تعویذ ہوں دل کا اک نقطا ہوا

تو ہوا دل ناتوان دیکھا آگاہ کو مت چھوڑنا
یہ حصا تیرے لیے ہنگام پیری کا ہوا

اُف تیرے کشتہ کا سودا کہ نظام سنگھی
اگر پر اُسکے رہا محشر تلک جلتا ہوا

اے ظفر انجم نہین ہین میرے تیرے آہ سے
ہی مشک سر بسر گیند مینا ہوا

وہ بیحجاب جو کل پیکے یان شراب آیا
اگرچہ مست تھا مین پر مجھے حجاب آیا

ادھر خیال مرے دلمین لف کا گذرا
ادھر وہ کھاتا ہوا دلمین پیچتاب آیا

خیال کسکا سمایا ہی دیدۂ دل مین
نہ دل کو چین مجھے اور نہ شکوخواب آیا

تمھارے نقش کف پا کے بوسہ لینے کو
زمین پہ سایہ کسانند آفتاب آیا

وہ رخ صفا سے آئینہ روبرو جسکے
جب آیا شرم سے یان ہو کے غرق آب آیا

جب آیا طرۂ شکین کا تیرے دلمین خیال
زبان پہ پیر کے وہین ذکر مشک ناب آیا

ترا سخن ہی ظفر وہ کہ سامنے تیرے
ہوے خموش سخنور نہ کچھ جواب آیا

سبز خط مین کیا مہا سا گال پر پیدا ہوا
بچہ طاؤس ہے بے بال و پر پیدا ہوا

پہلے تو دلمین محبت کا شجر پیدا ہوا
پھر لگے حسرت و گل غم کا ثمر پیدا ہوا

خال مشکین آتش رخسار پر پیدا ہوا
چشمہ خورشید مین بھی نیلوفر پیدا ہوا

کھل گیا بے نامہ مضمون بکقلم نامے کا صاف
واہ کیا پیک تصور نامہ بر پیدا ہوا

اس حسین پر جلوہ گر الماس کا ٹیکا نہین
آسمان پر دن دیے دیکھو قمر پیدا ہوا

کھائی کس کس حلاوت سے دل عاشق نے
شیر نعم شیرین مثال نیشکر پیدا ہوا

ہو سکا تیغ ادا کا کچھ ادا تجھسے نہ شکر
کسلیے تو ای لب خم جگر پیدا ہوا

فصد مجنون کی جنون نے خوب ہی تیکبیر کی
خار صحرا تیز مثل نیشتر پیدا ہوا

گر یہ ہنگام ولادت کیون ہو ہر طفل کو
جو ہوا دنیا مین پیدا نوحہ گر پیدا ہوا

بے شرارت کوئی ہوتا ہین بہم و شنگدل
دیکھو پتھر پر گرا پتھر شرر پیدا ہوا

عکس رخ آتشین ساقی کا دریا مین پڑا
ہمسر خورشید تابان ہر بحباب پیدا ہوا

جو حسین پر دانون کے تھا اک نیرہ پرتو خورشید حشر
تیغ کے سر پر جو شعلہ ای ظفر پیدا ہوا

کوہکن کا نقطہ پتھر مین لوہا جم ہو گیا
کچھ تو تیشے مین جا کچھ سر مین لوہا جم گیا

زخم پہلو سے اگر میرے نہین بہتا لہو
پھر کہان بے چارہ گر بستر مین لوہا جم گیا

اشک خونی نے بنائی شاخ مرجان ہر پلک
اسقدر مژگان چشم تر مین لوہا جم گیا

ظفر بے یار کیا پوچھے ہے میرِ دل کی کیفیت
نمک افشاں ہے جام مے پہ ہر دم شورِ قلقل کا

ہین ہون عاشق مجھے غم کھانیسے انکار نہین — گر ہو غم میری غذا
تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہین — کھائے غم تیری بلا
دل و دین تیرے حوالے کئے کرتے ہی طلب — اور جو کچھ کہا سب
پھر جو بیزار ہے تو مجھ سے بتا اسکا سبب — میری تقصیر ہے کیا
بھیجے خط سیکڑون لکھکر تمھین ہشیاری سے — بڑی دشواری سے
تمنے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے — یہ بھی قسمت کا لکھا
طلب بوسہ پر کیون اتنا بُرا مانتے ہو — ہمین پہچانتے ہو
دیکھو ہم ہین وہی جانباز جنھین جانتے ہو — کرتے ہین جان فدا
ہی حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل — تیرے ہاتھون قاتل
تیرے آبِ دمِ شمشیر کو تیرا بسمل — سمجھے ہے آب بقا
کیا کہون ہین ترے انداز و ادا کا عالم — ہے ستم ہائے ستم
دیکھکر ہوش رہین کیا کہ نکل جائیگا دم — ای بت ہوشربا
نہ تو تقریر سے ہو اور نہ تحریر سے ہو — اور نہ تدبیر سے ہو
ہم تو کہتے ہین ظفر جو ہو سو تقدیر سے ہو — ہے یہی بات بجا

آہ سے مرے مضمونِ سوزِ دل ہیں بھی کیا آگ ہے
خط جو قاصد اُسکو میں نے لکھکے بھیجا جل گیا

قصہ مجانون کو مرے دفتر کو گلزار بہشت
وہ دہان آرام سوز ہے تو کو جا جل گیا

بس طپیدہ دل کا دل سلگے تو کیوں نہ جیلا
کام کا تیرے نہیں یہ اُسکو دیجا جل گیا

آتشِ فرقت سے میرا خانہ آتشبار ہے
اے ظفر کاغذ اٹھا کر یاں سے لیجا جل گیا

نہ درویشوں کا خرقہ ہے نہ تاجِ شاہانہ
مجھے تو ہوش دو اسرار ہوں میں تجھ پہ دیوانا

کہتا یونہیں دھرا ہے کیا بات لکھ کے بھیجا ہے
ہمارے دل پہ نقش کا کھچ رہے تیرا فرمانا

غنیمت جان جو دم گذرے کیفیت سے گلشن میں
دے بھر ساقی بیمانِ شکن بھر بھر کے پیمانا

نہ دیکھا وہ کہیں جلوہ جو دیکھا خانۂ دل میں
بہت مسجد میں سر مارا بہت سا ڈھونڈا بتخانا

کچھ ایسا ہو کہ جس سے منزلِ مقصود کو پہونچوں
طریق یا رسائی ہو دکھا یا ہو راہ رندانا

یہ ساری آمد و شد ہے نفس کی آمد و شد پر
اُسی تک آنا جانا ہے نہ پھر جانا نہ پھر آنا

ظفر وہ زاہد بیدد کی ہو حق سے بہتر ہے
کرے گر رند درد دل سے ہاؤ ہو کی مستانا

کیا عجب بے بہا در میرے آنسو ہے بنا
بیش قیمت لعل بھی تو میرے لو ہو سے بنا

گشتگان چشم ہیں جو تیرا دِ وحشی نگاہ
تو چراغ گور اُنکا چشم آہو سے بنا

اُسکی چشم پر فسوں ہے کچھ فقط جادو نہیں
سر سے پاؤں تک عجب وہ جادوگر ہے جادو سے بنا

دیگر

دود جگر نے دلپہ جو سر پوش سا دھنکا
سینہ مین دل ہی ساغر سرجوش سا دھنکا

دیکھا جو کوئی اختر تابندہ ابر مین
یاد آیا زیر زلف بناگوش سا دھنکا

اٹھا ہو یون جو زور سے صحرا مین گرد باد
اس پردہ مین ہی کسکا تن و توش سا دھنکا

پھاہا نہ زخم دل سے اٹھا میرے چارہ گر
رہنے دیا اسکو تو خم پرجوش سا دھنکا

سبزہ نے خط کے چاہ زنخدان یار کو
رستہ یہ دل کی ہی خم پرجوش سا دھنکا

جوہر جو آدمی کا کھلا کچھ تو ہوش سے
جبتک رہا ظفر کوئی بیہوش سا دھنکا

بھید دل کا گریہ ہی اے چشم نم کھل جائیگا
وہ جو ہے پوشیدہ اپنا حال غم کھل جائیگا

بولتے جو ہم نہین مُنھ سے کچھ سمین بھید ہے
بولنا اچھا نہین سارا بھرم کھل جائیگا

عقدہ دل ہی ہمارا غنچہ گل تو نہین
جو یہ تجھ سے اے نسیم صبحدم کھل جائیگا

کھول مت جوڑا کہ سودائی کا تیرے سر ہے
را در بستہ تری سر کی قسم کھل جائیگا

گر اثر ہو شوق مین اپنے تو بن ظفر کہلے
اپنا مضمون اُنپہ قاصد یکقلم کھل جائیگا

کتنے ہی چھٹ جائینگے پابند زنجیر بلا
جبکہ تیرا طرہ پرپیچ و خم کھل جائیگا

اُسکے رُکنے پر نجا پیتے ہی جام مے ظفر
دیکھنا یا تو نہین وہ کافر صنم کھل جائے گا

دہن تنگ جو یاد آیا مجھے — تنگ کیا کیا دل ناشاد آیا
عشق مین تیشۂ آخر کے سوا — کچھ ترے کام نہ فرہاد آیا
بلبلو دیکھو چمن مین اتنا — نہ کرو شور کہ صیاد آیا
بول اُٹھا دیکھ کے مجنون مجھکو — یہ تو کوئی مرا اُستاد آیا
اور بڑھ گئے ہوش مرے ناصح کے — سامنے جب وہ پریزاد آیا
جو لکھا تھا مری پیشانی مین — سو وہ پیش اے دل ناشاد آیا
نہ تو آیا مری سُنکر فریاد — دم لبون پر دم فریاد آیا

دیکھکر اُس بُت کافر کے ستم
اے ظفر مجھکو خدا یاد آیا

جو دلمین تیرا شوق ابروی خمدار ہو پیدا — عجب کیا کفر کعبے سے اگر یار ہو پیدا
مرکر گرے سے یون اُسکا خط رخسار ہو پیدا — تو اُسکی خاک سے بھی نرگس بیمار ہو پیدا
محبت مین ملا ہو رتبۂ منصور قمری کو — نہ کیونکر سرو گلشن مین بشکل دار ہو پیدا
اگر معجز نما آئینہ رخسار ہو تیرا — زبان طوطی تصویر سے گفتار ہو پیدا
قدم رنجہ کرے مجنون تر اگر دشت وحشت مین — جہان رکھدے قدم سبزہ نمودار ہو پیدا
مثال برق حال عاشق بیتاب ہے تجھ بن — کہ سو سو بار نا پیدا ہو سو سو بار ہو پیدا
بلائے جسکی موت آئی مرض کچھ اور ہو مجھکو — کسی پر نہ نیارب عشق کا آزار ہو پیدا

مجھے صاف بتائے نگار اگر تو یہ پوچھوں مین رو رو کے خون جگر
ملے پانوں سو کسکے ہین دیدۂ تر کفِ پا پہ جو رنگِ حنا نر ہا
اسے جا ہا مین نے کہ روک رکھون مری جان بھی جائے تو جانے ندون
کیے لاکھ فریب کروڑ فسون نر ہا مر ہا نر ہا نر ہا
لگے یون تو ہزارون ہی تیر ستم کہ تڑپتے رہے پڑے خاک پہ ہم
ولے ناز و کرشمہ کی تیغ دو دم لگی ایسی کہ تسمہ لگا نر ہا
ظفر آدمی اسکو نجانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش مین یادِ خدا نر ہی جسے طیش مین خوفِ خدا نر ہا

دیگر

خدا جانے کہان بیٹھا ہے وہ اور ہے کدھر پھرتا
مگر چشم تصور سے ہر سب پیشِ نظر پھرتا
تماشا دیکھنا کیا دوڑتا ہے اشک مژگان پر
یہ لڑکا شعبدہ بازی سے ہر کیتا پر پھرتا
لکھا قسمت کا اپنی آگیا دم اپنی آنکھون مین
نہین لکھکر جواب نامہ اتبک نامہ بر پھرتا
جو سرگردانی اپنی اُن سے کہتا ہون تو کہتے ہین
خدا کے واسطے چپکے رہو بیمار اسر پھرتا

خورشید آسمان چہارم پہ ہے کہان — شعلہ کوئی بلند ہوا میری آہ کا
کرتے ہو آنسوؤنکی ہجوم سیاہ غم — نالہ نہین نشان ہے یہ اس سیاہ کا
تنکے چنے ہے کاوحشیون کی طرح بھجا — راہ رکھیے گا گر شمہ اُس آہونگاہ کا
کس مہروش نے چہرہ سے برقع اُٹھا دیا — مُنھ ہوگیا سفید فلک پر جہاہ کا
کرتا ہے جسکے ساتھ فلک کج ادائیان — دیتا ہے اسکو عرش کسی کج کلاہ کا

رکھے قدم جو کوئی محبت مین ای ظفر
لازم ہے پہلے ڈھونڈھ لے رستہ نباہ کا

تو ہمین ہو دل روانہ وہان پہونچی ہی گا — شمع ہو وگی جہان پروانہ وہان پہونچی ہی گا
گرچہ تیری زلف کا کوچہ بلا تاریک ہے — پر دل صد چاک شل شانہ وہان پہونچی ہی گا
عشق کی سیدانمین بے ہمت نہین رکھتے قدم — جسکو ہوگی ہمت مردانہ وہان پہونچی ہی گا
دل کو ہو میرے نہ کیون سیلان سودائے چشم — بادہ کش ہوگا جہان میخانہ وہان پہونچی ہی گا
انکی محفل مین کہو تو کاہے کہانی اپنی مین — سب کے کانون تک مرا افسانہ وہان پہونچی ہی گا
ای صدف کیون بند بیسار ہے کہ اُس رزاق کو — ہی جہان پہونچانا آب و دانہ وہان پہونچی ہی گا

تجکو اُسکے بوسۂ لب کا ہے لپکا لے ظفر
لب ترا مثل لب پیمانہ وہان ہوئے ہی گا

صرکیا دل تو ای مژگان یار آنکھوں مین کھٹکے گا — لگایا کیون نہ تیرا نیشکار آنکھوں کے آگے تھا

چشم آہو کیون نہ اُسکو حلقۂ زنجیر ہو
دشت اُن آنکھونکی وحشی کے لیے زندان بنا

تیرہ بختی سے جو میرے کچھ سیاہی بچ رہی
اُسکو فلک نے دیا شب ہجران بنا

اسکو انسان مت سمجھو ہو سرشتی حسین ظفر
خاکساری کے لیے ہو خاک سے انسان بنا

کسیکو ہمنے یہان اپنا نہ پایا
جسے پایا اسے بیگانہ پایا

کہان ڈھونڈھا اُسے کس جا نہ پایا
کوئی پر ڈھونڈنے والا نہ پایا

ہلال عید کو گردون پہ تیرا
بجز یک نعل کفش پا نہ پایا

اُڑا کر آشیان صرصر نے میرا
کیا صاف اسقدر تنکا نہ پایا

اُسے پایا نہین آسان کہنے
نہ جبتک آپکو کھویا نہ پایا

دوا ہو دردِ دل مین کس سے پوچھون
طبیب عشق کو ڈھونڈا نہ پایا

گریبان کیا کہ چاکِ سینہ پر بھی
جنون کے ہاتھ سے ٹانکا نہ پایا

صبا نے جیسے دم سیکھا ہو کس سے
چمن مین ہلتے اک پتّا نہ پایا

ظفر دل جانے یا ہم کون جانے
کہ پایا اُسمین کیا اور کیا نہ پایا

کبھی جو خواب مین وہ شوخ پُرعتاب آیا
تو پھر نہ خوف سے آنکھونمین میرے خواب آیا

جو تجھکو دیکھ کے اے رشک آفتاب آیا
مثال آئینہ بادیدۂ پُرآب آیا

ساقی کو یک نظر جو دیکھا ڈبڈبائی چشم مست
بدمست ہو کے بھینکدی ساغر شراب کا

راز دردِ دل میرا راز نہان فاش کر دیا
خانہ خراب ہو جیو چشم پُر آب کا

جو دیکھتا ہوں دیدۂ بیدار ہی سہی
قائل نخواب کا ہوں نہ تعبیر خواب کا

دریا پر اپنی موج میں کس سے پرستئے
بیکس سرشراب اُٹھا ہو ساغر شراب کا

پی جانا میرے ہاتھ سے مُہر اک بہانہ تھا
منظور تھا اُسیکو اُٹھانا حجاب کا

اعمال کا گر اپنے ظفر کیجیے حساب
ہر روز ہو معاطہ روز حساب کا

خون سے اشک آنکھوں مین جب ملکر گلابی ہو گیا
پھر تو رو مال سفید اکثر گلابی ہو گیا

تیر کرد امن سی جو ٹپکا خون شہید ناز کا
خوب گہرا دامن محشر گلابی ہو گیا

ہر پسینے مین ہوا وہ جو گلابی پوش آج
برمین جوڑا اور زر سیاہ تر گلابی ہو گیا

بزم مین دیکھی گلابی تو نے کسکی چشم مست
ساقیا بیہوش کیون بھر کر گلابی ہو گیا

یاد مین اشکی گل عارض کے شبنم خون سے رات
لی جدھر کروٹ اُدھر بستر گلابی ہو گیا

ہو چکی گرمی گلابی بادہ گلگون سے بھر
ابتو جاڑا ای پری پیکر گلابی ہو گیا

وہ گلابی آنکھ جو یاد آئی وقت بیکسی
پھر تو میرے حق مین ہر ساغر گلابی ہو گیا

خون کا عوی کیا جو اُس گلابی پوش نے
صاف رنگ کاغذ محضر گلابی ہو گیا

باغ مین چٹکا گلاب آیا جنون پر جوش کم
پنبہ خون سے داغ سودا پر گلابی ہو گیا

مری نالوں سے گر خوں ہو رگ ہر سنگ سے جاری
نہو اس سنگدل کو نشتر تاثیر کا کھٹکا

ستمگر تا محشر دلمیں محروم شہادت کے
برنگ خار ہر جوہر تری شمشیر کا کھٹکا

گر زباں مجھسے وہ چشمی نگہ میں ہر گہ جوں آہو
رمیدہ ہو سنگ پای آہوگیر کا کھٹکا

کھٹک جاتی ہوا ئگے دل میں ایسی بات کہتے ہو
ظفر کیونکر نہو وے آپکی تقریر کا کھٹکا

خلش گر ہو چو پاس ہر گل کے کانٹا
کھٹکتا ہو وہ دل میں بلبل کے مانٹا

سمجھتا ہے عکس مژہ وہ نشے میں
کہ ہو درمیان ساغر مل کے کانٹا

چبھوتی ہو کافر ہر انگشت شانہ
جگر میں گرفتار کاکل کے کانٹا

ادھر کو پھرے آنکھ کاش اس مژہ سے
پروئے جو پھول اسنے زلفمیں اپنے

تجھے بھی خبر ہے کہ اوغیرت گل
ہوئے سوکھ کر پھول سنبل کے کانٹا

ہوا اسقدر گرم بازار وحشت
کوئی ہو گیا غم میں گھل گھل کے کانٹا

شتر بردباری سے ہو خار کھاتا
لگا بکنے کانوں میں تل تل کے کانٹا

تن زار سے میرے وہ بچ کے نکلا
نصیبوں نمیں ہو یہ تحمل کے کانٹا

اک الجھاؤ کا پیچ ہر راہداری
کہ انجھے نہ دامن میں غربل کے کانٹا

کہو چارہ سازوں سے جلدی نکالو
کہ ہو واسطے تختہ پل کے کانٹا

مرے دل سے یہ غم کامل جل کے کانٹا

مری صورت پرستی حق پرستی ہے کہو نہیں کیا | کہ اس صورت میں ہے کیا کیا ہا ہا ہا ہا ہا

ظفر عالم کہوں کیا میں طبیعت کی روانی کا
کہ ہے مُدّا ہوا در یا ہا ہا ہا ہا ہا

وہ بگڑے ایسی کہ پھیر مجھ معاملہ نہ بنا | رہی نہ جائے سخن موقع گلہ نہ بنا
چلا نہ قافلۂ اشک تا کہ لخت جگر | سرِ مژہ مرے سردار قافلہ نہ بنا
کہیں ہیں تیر مرے میدان زلف کا کہ کشیا | کہ نے بنے گا کوئی ایسا سلسلہ نہ بنا
بلا سے گرچہ وہ ظاہر مفاصلہ سے ہیں | مگر دلوں میں خدایا مفاصلہ نہ بنا
بنائی شیشہ ہزاروں ہیں شیشہ سازوں نے | پر ایک بھی مرے دل کا سا آئینہ نہ بنا
دو منزل اول دیدہ ہیں تیرے رہرو کو | مکان اپنے لیے تو دو منزلہ نہ بنا
ہمیشہ کھائے ہے تو داغ کبک انگاری | ترا سا طائر دل اُسکا حوصلہ نہ بنا
ڈرا نہ موت سے مردان عشق کو ناصح | خدا کیواسطے شیروں کو بزدلہ نہ بنا

جو دل لیا ہے تو عہد وفا پہ قائم رہ
ظفر سے آپ کو تو بد معاملہ نہ بنا

تیر ترا جسکے سینہ سے گذر کر جائیگا | آپ جائیگا گذر پر دل میں گھر کر جائیگا
وہ مقام عیش ہو دنیا کہ اے نسیتے جی | کون جاتا ہے اگر جائیگا مر کر جائیگا
چپکے چپکے نالہ کب سینے سے جائیگا نکل | جائیگا جبوقت یہ سب کو خبر کر جائیگا

داغ کیا دل کو ای نگار لگا
عشق کے گھر پہ اشتہار لگا

اپنا جوڑا دکھا دکھا کر تو
دل پہ ٹھکے نہ بار بار لگا

تیری ہاتھون سے ای جنون نرہا
جیب و دامن مین ایک تار لگا

جو ہوا تیر اکشتۂ قامت
سرو اُس کے سر مزار لگا

ہمکو سیراب کر شہادت سے
قاتل اک تیغ آبدار لگا

کچھ اُٹھائی عشق نے آفت
پھر جو دل ہونے بیقرار لگا

دل پہ عاشق کے ایک تیر لگا
آنکھین ہوتے ہی جب دو چار لگا

خوش ہوا دل مین وہ شکار افگن
کہ مرے ہاتھ اک شکار لگا

ای ظفر کب سُنے ہے وہ میری
اُسکو باتون مین تو ہزار لگا

اس زرباسے بچے گا دلبری کا کب
ہو دل ہی پر خلاف تو شکوہ کسی کا کیا

جبتک کہ تو نہو گا نمک پاش ہر خراش
پائیگا کوئی خستہ مزا خستگی کا کیا

ای مہتہ دوست کسکا ہوا تو ہمیشہ دوست
ہوا اعتبار پھر تری وہ دوستی کا کیا

ائے ہلب یہ حرف کئی جائیگے لیکے دم
احوال مجھسے پوچھے ہے پھر بیٹھنے کا کیا

اس سوچ مین ہون یہ دل بیکس کو دیجیے
ہو بعد مرگ حال میری بیکسی کا کیا

کہتا ہے مجھسے پھر دل بیتاب چل وہین
کیا جانے مدعا ہے اب اس مدعی کا کیا

خط اُسنے دیکر ابھی آیا تھا قاصد اے ظفر
آفرین ہے لیکے پیغام زبانی پھر گیا

بحر کو زیمین کب اے ہمدم سمٹ کر آگیا
ظرف دل مین ہر محیط غم سمٹ کر آگیا

تنگ تھا دست سے جسکے عرصۂ ارض و سما
جی مین کیونکر اے دل آدم سمٹ کر آگیا

شوق نظارہ اسے کہتے ہین تیرا آتے ہی
چشم مین سینہ سے میرا دم سمٹ کر آگیا

زلف کے حلقے مین گُم ہی یا بغل مین یار کے
سارا نور نیر اعظم سمٹ کر آگیا

تھا دل صد چاک مین شانہ کو تو ہر خاک تنگ
کیونکہ یہ گیسو پر خم سمٹ کر آگیا

کان مین اُسکے گہر یا چشمۂ نوبی کا آب
ہو ہر رنگ قطرۂ شبنم سمٹ کر آگیا

کشتۂ دل غرقۂ دریائے حسرت جو ہوئی
اک بھنور مین سارا آب یم سمٹ کر آگیا

دہن صحرای دل مین گرد باد نالہ سے
اک غبار خاطر عالم سمٹ کر آگیا

ای ظفر دار قناعت کا ہے صحن اتنا وسیع
جسکے اک گوشے مین ملک جم سمٹ کر آگیا

ہمنے شبدیز قلم کو اپنے جب جولان کیا
ملک معنی کا قلمرو یک قلم سیدان کیا

جوان شرار سنگ ہمکو عشق کی گرمی نے آہ
دفعۃً پیدا کیا پھر دفعۃً پنہان کیا

دیکھ غافل صل نے قدرت کی تو صنعت گری
ایک شت خاک کو کیسا بنوت انسان کیا

باندھیا لیچل دنیا سے رکھکر سر پہ ہم
کیا کہین اپنے سفر کا ہمنے کیا سامان کیا

تری دست خالی ہے جو کی کسی کی کسی سے
وہ ہرا انگارہ ہی خاطر ہے دست نخ پر گل کا

فغان عاشق کی سنتا جو میں ہے معشوق کے بتہ
ملے آبا بلبل سے ہو کیونکر نہ رنگ گل کا

ظفر باد صبا بھی ایک بادی چور ہے دیکھا
اڑا کر لے گئی کیسا چمن سے فیض زر گل کا

جب ترک ہمارا گردن کا منکا ڈھل گیا
ہندو کی آنکھ میں نقشہ کفن کا ڈھل گیا

جان شیریں دیتے ہیں لاکھوں نہال کوہکن
گرچہ چوبن اس بت شیریں بدن کا ڈھل گیا

شام ہی پکڑی تو پھر کوئی کٹی غم کی رات
دن تو یہ ہر طرح سے نورنج و محن کا ڈھل گیا

شمع کا کیا منہ ہو جو اس قد سے ہمسر ہو سکے
صاف سانچے میں ہوا اس سیم تن کا ڈھل گیا

جائے تحسین ہے سراپا اس غزل میں اے ظفر
واہ وا کیا خوب مضمون ہے سخن کا ڈھل گیا

خط رخ پہ تیرے آنے نظر گلبدن لگا
ہو کیوں نہ شور دن دہے مہ کو گہن لگا

گلشن میں اسکے جلوۂ قامت کے سامنے
مانند بید کانپنے سرو چمن لگا

کروٹ بدل کے سونے سے کیا خاک ہو فرا
سینہ کو سینہ اور بدن سے بدن لگا

گر نیلے تھم گیا یہ فلک میری آہ سے
دیکھو تو کیا ستون ہے سقف کہن لگا

پھولا ہر رنگ گل بسنا میں آپ میں
آکر مرے گلے جو وہ گل پیرہن لگا

کیونکر سنا پنا زور رہی ہو کہ اب ترا
قسمت سے ہاتھ بوسہ سیب ذقن لگا

تو آ اسدم کہ ہو وقت سحر ای گلبدن ٹھنڈا
زمین ٹھنڈی ہوا ٹھنڈی مکان ٹھنڈا چمن ٹھنڈا

خدا جانے سحر کس کی گلی سے یہ ہوا آئی
حباب آسا جو میرا ہو گیا ہے پیرہن ٹھنڈا

برنگ کاسۂ چوب بستۂ آہ سرد ہے میرے
ہوا شب کو ہے کامل سر چرخ کہن ٹھنڈا

جو وہ خورشید رو بھی محل آرا ما کو ہو گا
تو پھر جائیگا بازار شمع انجمن ٹھنڈا

سحر گر بام پر دیکھے اگر نا ہید مہر کا
وہیں ہو چرخ کجرفتار کا پھر بانکپن ٹھنڈا

حرارت اسقدر سوز محبت کی ہے سینے مین
نہو گا بعد مرنے بھی بدن پر کفن ٹھنڈا

تو مست نخوت مو راب مجکو لگائے اپنے سینے کر
کہ میرا سینۂ سوزان ہوا غنچہ دہن ٹھنڈا

مرض عشق کی تیرے بیان کیا کیجیے حالت
کہ بس تھیرا نہیں آنکھین آنکھین ہو ایکسر بدن ٹھنڈا

ہوا کیون ایک شب کے واسطے پروانہ سی سرکش
سحر ہو جائیگا اک شعلۂ شمع لگن ٹھنڈا

مرا دل تشنہ ہے ذوق عرق آلودہ کا مدد
بلائے اسکو پانی تو سراجا و تن ٹھنڈا

برنگ شمع ہنس ہنسکر نہ آتشخوار جلتا ہے
شتاب اک دیدۂ پر آب کر میرا بدن ٹھنڈا

سدا دل شعلۂ افروز تپش ہجر ان کی ہے
نہین ہوتا ہے مجھ سے کبھی اے جان من ٹھنڈا

چلے ہین انکو چوری ہی ہمارے آہ و گھر مین
چراغ ماہ کو کر دے تو اے چرخ کہن ٹھنڈا

مطلع ثانی

ہمارے آہ و سب داغ سینہ کا ہوا ٹھنڈا
چراغ گل نہین ہوتا صبا کبھی دلا ٹھنڈا

مقطع

کہونگی غزل وہ اور تبدیل قوافی مین
کہ تا ہو جائے اب بازار ارباب سخن ٹھنڈا

کہے تھی شب تہ گلگیر شمع رو رو کر
وبال سر پہرے تاج زر بنایا تھا

مجھے تو بوسہ ندرنا ہو تلخکامی دور
اسی لیے تو مجھے لب شکر بنایا تھا

اسی نے مجکو بنایا برنگ مولا غر
کہ جسنے تجکو میان مو کمر بنایا تھا

بدل کے قافیہ لکھ اور بھی غزل کوئی
قلم اسی لیے تو نے ظفر بنایا تھا

خدا نے جبکہ جمال بتان بنایا تھا
مژہ کو تیر بھوؤن کو کمان بنایا تھا

ہنسے ہے دیکھ کے محفل مین وہ بت بیدرد
الٰہی کیون مجھے گریہ کنان بنایا تھا

نکیجو روزن سینہ کو بنداے جراح
اندھیر گھر کا اُسے تابدان بنایا تھا

گیا تھا سیر کو گلشن مین کونسا گلرو
صبا نے غنچہ گل عطردان بنایا تھا

رہا نہ آکے وہ ایوان چشم مین میری
مژہ کو مین نے عبث سائبان بنایا تھا

مثال نقش قدم بیٹھکر اُٹھون کیونکر
ازل سے حق نے مجھے ناتوان بنایا تھا

ملی نہ بھر مجھے ہستی کے ایک دم فرصت
حباب وار عبث یہ مکان بنایا تھا

غزل اک اور قوافی بدل کے پڑھیے خفہ
اسی لیے تو تمھین خوش زبان بنایا تھا

خدا نے جبکہ تجھے مہ جبین بنایا تھا
تو خط سے رخ مہ ہالہ نشین بنایا تھا

دو چار کیا ترے جھکو کون سے شب ہوئی پر دیس
فلک نے اسکا تمھین خوشہ چین بنایا تھا

آہ ہوتی ہے لگن آخر دبال مرہیان
عشق پروانہ سے سیکھے شمع سے سر پیٹنا

گردش چشم نہیں مست دکھلا چین جبین صبح
پھولجائیگی یہ نرگس مساغر زر جیتنا

عشق کے بازار مین کہتا ہون تجکو اے ظفر
شیشۂ دل کو مے الفت سے بھر کر بیچنا

لگے ہو سیر گلشن مین دل اے غنچہ دہن کسکا
تری زلفت کو مارے کورش کسکی چین کسکا

مری وحشت سے ہر سر ہو سکے دیوانہ پن کسکا
برنگ گل ہر سینہ چاک مثل پیرہن کسکا

سراپا آتش الفت سے مثل شمع جلتا ہون
نہین پروا یہ عاشق کو کہ جلتا ہو بدن کسکا

خطا ہو گر نہ اسکو نافۂ مشک ختن کہیے
گرہ مین تونے دل باندھا ہے زلف پرشکن کسکا

تصور مین ہمیشہ جسکا اپنے دم سے رہتا ہون
خدا جانے نظر مین کھب رہا ہے بانکپن کسکا

زمین سے تا فلک برپا جو اک طوفان آتش ہے
شرارا نگیز ہے نالہ بعزم سوختن کسکا

مسافرخانۂ دنیا مین جو آیا ہوا ہی
یہ منزل آمد و شد کی ہے آمین ہے وطن کسکا

عزیز و جان شیرینی ہے کسکے عشق شیرین مین
زبان تیشہ پر مذکور ہو جز کوہکن کسکا

مہ نو غرق ہے خون شفق مین یکھ خجلت سے
لب زخم جگر ہنستا ہے اب زیر کفن کسکا

ظفر اسکے لب رنگین سے ہمتو کام رکھتے ہین
کہان کا لعل رمانی ہے یا قوت یمن کسکا

بیان کیجے گر احوال اپنی ہمنام غربت کا
گریبان تا بدامان چاک ہو صبح قیامت کا

اسقدر بحرِ جہانمین تھا نہ ابھرنا حباب
دمزنین برباد تر اِ نقشہ تعمیر ہوا

تکمہ لعل بہ اِ ر شوخ نہین زیب گلو
کسی بیجرم کا خون تیرے گلو گیر ہوا

چین ابرو نے ترے قتل کیا ایک جہان
آج ظاہر یہ ترا جوہر شمشیر ہوا

کیا ہوا یا نون کو جو ہاتھ لگایا تیرے
اتنی سی بات پہ مین مورد تقصیر ہوا

اُٹھ گیا مُنھ سے نقاب آج یہ کیسے کہ صبا
اتنا رنگِ رخ گل باغ مین تغییر ہوا

کیمیا ڈھونڈھتے پھرتے ہین ظفر اہل ہوس
دل گداز اپنا کیا جس نے وہ اکسیر ہوا

زخم جگر آتا ہی مِنس مِنس کر دل بیتاب کا
کسنے یہ مرہم لگایا یا سپہ ہی تیزاب کا

زلف تیری سر بسر ہی موجہ دریاے حسن
کان مین بالا نہین حلقہ ہی یہ گرداب کا

تو نے مہتابی پہ چمکایا جو اپنے حسن کو
رنگ پھیکا آسمان پر ہوگیا مہتاب کا

شاخ ہی لیکن نہین گل اسمین ساقی جلوہ گر
گر نہو وہ ہاتھ مین ساغر شراب ناب کا

تیرہ شعر تر مین ہے وہ آبداری اے ظفر
اُس سے روکش ہو سکے کیا مُنھ در خوش آب کا

رُخ تابان جو تہ زلف گرہ گیر رہا
کفر و اسلام شب و روز بغلگیر رہا

حلقہ زلف بہم دیکھکے اس ابرو سے
موج دریا سے بھنور روز گلو گیر رہا

ہو چکی فصل بہار اور ترا دیوانہ
حیف صد حیف کہ وابستہ زنجیر رہا

دفورِ گریہ سے ہر موج آستین ہو آہ
ہر ایک اشک کا قطرہ حباب سا چمکا

خرام دیکھ کے شبرنگ ناز کا تیرے
ہلال چرخ پہ بنکر رکاب سا چمکا

صنم خدا کی قسم قشقۂ جبین تیرا
نظر مین خلق کی لوحِ کتاب سا چمکا

ہزار دن رو پٹ کھاتا ہو قطرۂ سیماب
ولے نہ اس دل بیتاب پر اضطراب سا چمکا

ظفر کلام مین تیرے عجب صفائی ہے
کہ ہر سخن ترا دُرِ خوشاب سا چمکا

تم کمر بند اب نہ بالائے کمر باندھو گرا
پر تلے مین تیغ رکھ بند سپر باندھو گرا

مین لگین کا یان نکلنے فصل گل آتی ہے آہ
دیکھو صیاد و نہ تم بلبل کا پر باندھو گرا

جانیگے مرہم جراحو تم اب مرہم لگاؤ
اس مرے زخم جگر کو کھول کر باندھو گرا

ہو نہ طفل اشک تر مژگان چشم آہ
ہان ہے ہے راہ اب تم دیکھو کر باندھو گرا

ہاتھائے ہین عدو اتو تمہارے آج سب
دست پر پشت انکا اب تم اے ظفر باندھو گرا

ہے اگر یہ میرے اسقدر سیلاب پانی کا
تو نظر آنے لگا جون بلبلا مہتاب پانی کا

ترک کیا ہم نے کہ ہم اب پیرہن مین
یہ دو رنگین بار ہے یا گرداب پانی کا

عجب کیا ہے جو اپنا پار ہو دل چشم مین ٹھہرے
تمہارے آب خنجر نے کیا سیراب اب بارے

تو ہے کہ عاشق ہو ہے سر خضاب پانی کا
نہایت تشنہ تمہارے مزہ دل بیتاب پانی کا

باغ مین غنچہ نکل جیسے کوئی کھلتا ہے
اس روش سے لب زخم دل رنجور کھلا

بوسہ جب اس سے طلب مین نے کیا یون بولا
کل کی باتون پہ تو پھر آج بدستور کھلا

اسی باعث سے یہ آیا تھا مین تیرے گھر مین
ہاے آنیکا مرے باتون مین کچھ اور کھلا

فضل یزدان سے بس اب دیکھ ظفر تیرے لیے
ایک دور و زمین گنج زر تیمور کھلا

دلا اس لف کی کوچہ مین گر جانا بھی ہو گا
بہت مت ٹھہر ناشب ہان سے پھر آنا بھی ہو گا

دل پر خون سے کیونکر چشم مین ہم خون نہ بھر لاوین
جو شیشہ ہو گا مے کا تو پیمانہ بھی ہو وے گا

تڑپتا ہون پڑا مین بستر غم پر یہ کہکر
خدا وند ابھی اسکا یہان آنا بھی ہو وے گا

جو لاتے تخت اٹھین مجھ پاس وہ اٹھے تو یون بولے
ابھی جاؤنہ گھر تک مجکو پہونچانا بھی ہو وے گا

ظفر اس سے جدا ہو یہ نہین ہے ممکن اے یارو
جہان ہو گا وہ شمع بزم پروانہ بھی ہو وے گا

جنون نے جبکہ دکھلایا ہمین عالم بیابان کا
تو پھر اپنی نظر سے گر گیا جلوہ خیابان کا

جنون صد آفرین کیا ہی اٹھائین ہجر مین تونے
رہا پر زار ولیلیٰ کا نہ اک ٹکڑا گریبان کا

تہ زلف معنبر ہے جو تاب اس مکھ کی روشن کی
کب ایسا رات کو ہوتا ہی جلوہ ماہ تابان کا

نہ اوین کیون گردش مین فلک پر آفتاب و مہ
اگرچہ پھیر کر باندھے وہ اک پیچہ سر ایمان کا

شب و بحر مین اک سانپ سا چھاتی پہ لوٹے ہے
ہوا ہون جب سے مین آشفتہ بار و زلف خوبان کا

گرد میں اُسکے پھرا اور پھرے میرے دن
رشک خورشید مرا جبکہ سفر سے پلٹا

تھمتی یہ تاثیر مرے طالع برگشتہ کی
رات وہ ماہ جو آکر مرے گھر سے پلٹا

فوج حسرت نے یورش کی تھی دل زار پہ ہائے
پھر گری جان پر آکھا کے اِدھر سے پلٹا

دم گیا وہ ہمین ظفر اپنا الٹ رات کو آہ
جو ہمین وہ آکے ذرا میری نظر سے پلٹا

جسطرف آہ کا شعلہ مرا جھکتا ہوگا
ہی یقین خانۂ مردم وہان پھکتا ہوگا

قیمت دل مری بازی محبت مین نہ پوچھ
یہ وہ سودا ہی کہ ہرگز نہین چکتا ہوگا

خال کاجل کا جو اُسکے مُنھ پہ ترا اُسکے سوا
تیرہ بختون کو پسند اور نہ نکتا ہوگا

کیون نہ گھڑیال کے مانند رہے گا نالان
جسکا دل ضرب غم عشق سے پھکتا ہوگا

دیا دھوکا جسے سینے سے لگانا اُسکا
اُسکا دم کیون نہ ظفر سینے مین رکتا ہوگا

مین ہون وہ سوختہ جان اُن کا بیت گر اہون کا
جسکا پہونچے ہے دھوان چرخ ہفتم تک اہوگا

خاک ہوکر بھی بگولے کیطرح چین نہین
حال ابتر ہی یہ کچھ تیری ہوا خواہون کا

حج اکبر ہو جسے کعبۂ دل سے حاصل
ہو خیال اُسکو بھلا کس لیے درگا ہونگا

جائیگا جبکہ تہ خاک ترا سوختہ جان
گرم ہو جائیگا بانی وہین سب جا ہونگا

اے ظفر دل ہی ہو نہین خاک درِ فخر الدین
معتقدین مین گدا ونکا ہون نے شاہ ہونگا

کیا تو قبضہ فغان رات ہمنشین لیکن
عجب ہے دلپہ مرے اختیار کا ہونا

ہوائے خلتِ گیسو ترے صریحا ہے
یہ گل ہمارے چراغ مزار کا ہونا

ہمارے مرگ تحیر کی یہ نشانی ہے
برنگ آئینہ یہ انتظار کا ہونا

کسی کو بہر عیادت بلایا چاہتے ہین
نہین ہے خالی از علت بخار کا ہونا

بغیر وصل گل اندام اے ظفر مجھکو
خزان ہے آنکھون مین میری بہار کا ہونا

نمود کیون نہ دکھائے چراغ سے دریا
کہ خالی اب نہین الفت کے داغ سے دریا

اُٹھا چمن سے نہ بادِ خزان جنازہ گل
نہے گا دیدۂ مرغان باغ سے دریا

ہوا ہے شیخ جی تمکو تو بے طرح سے ذکام
بہا کرے ہے متھارے دماغ سے دریا

ہے جو شمع صفت میرے داغ دل سے رشک
کہا کہ آمدے ہے کیون دل کے داغ سے دریا

پڑے یہ چوٹھی مین دنا کہ تو نے آج
روان کیا ہے یہ گویا اُجاغ سے دریا

برنگ ساقیِ بدمست ہے نظر مین مری
ظفر حباب کے ہر ایک داغ سے دریا

کب اشک سرخ نازنین سے چمٹا
یہ بھنور آکے گل یاسمین سے چمٹا

اُٹھا سکے ہے مجھے کون اسکے کوچہ سے
شمال نقش قدم مین زمین سے چمٹا

پڑا جو سایۂ زلف اُسکے ہاتھ پر تو کہا
کہان ہے سانپ مری آستین سے چمٹا

مرجایئے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا
دنیا مین نہین کوئی مرجان کسی کا

یہ سنگدلی اپنی بتو چھوڑ دو للہ
دل توڑتے ہو کس لیے ہر آن کسیکا

ہوتی ہو بری عشق کی آتش مجھے ڈر ہے
گھر پھونکے نہ یہ آتش سوزان کسی کا

ہر عشق کی منزل مین یہ حال بنا کہ جیسے
لٹ جائے کہین راہ مین سامان کسی کا

سوجھی ہے مجھے رہنے سے دن رات کے یکدن
گھر دینگے ڈبو دیدۂ گریان کسی کا

ہو زلف و رخ یار کے قائل کوئی ہرگز
ہندو نہ کسی کا نہ مسلمان کسی کا

اب قافیہ دیگر ظفر پھیر غزل لکھ
بٹ جائے نہ اس سمت سے پھر دھیان کسی کا

نہین دیکھ بہتر سنانا کسی کا
گڑھانا کسی کا گڑھانا کسی کا

مجھے یاد آتا ہے ہنس ہنس کے یارو
رُولانا کسیکا رُلانا کسی کا

کبھو تو سُنا کر ذرا گوشِ دل سے
فسانا کسی کا فسانا کسی کا

مجھے یاد کر کرکے آنسو بہانا
بہانا کسی کا بہانا کسی کا

نہ سمجھا تو ناصح کہ مدت سے ہین ہون
دوانا کسی کا دوانا کسی کا

عزیزو مرے آگے مت ذکر دلبر
نہ لانا کسی کا نہ لانا کسی کا

نہو دیکھا دل تیر مژگان بن اسکے
نشانا کسی کا نشانا کسی کا

نمانا کرو میری جانب سے اب تم
لگانا کسی کا لگانا کسیکا

ظفر وہ دشمن جان قدردان دل نہو دیگا
ندینا دل برب کعبہ کچھ حاصل نہو دیگا

جسے ہو درک فن عشق مین غافل نہو دیگا
اُسے گر لاکھ قائل کیجیے قائل نہو دیگا

جو وہ سرمست ساقی رونق محفل نہو دیگا
نشہ ہوگا مجھے البتہ پر کامل نہو دیگا

جھکا دیگا وہی محراب بیت اللہ مین سر کو
جسے زاہد خیال ابروی قاتل نہو دیگا

گلی مین یار کی آسکون کہو رہ تو بھی چلون دل
ابھی تو قافلہ پہونچا سرمنزل نہو دیگا

کہی بوسے مقرر گر کیے دینے مجھے تم نے
تو کیا صاحب حساب دوستان دردل نہو دیگا

سیاہہ مین خط و خسار کے تو غور سے دیکھا
کچھ اپنا ہوگا باقی آپکا فاضل نہو دیگا

ظفر تو نام لے مشکل کشا کا اور پڑھ مطلع
بدلنا قافیہ اب کچھ تجھے مشکل نہو دیگا

ہی تری آنکھون سے عاشق کا گلا کاٹا ہوا
اور پھر پوچھے ہے تو یہ کیسا غراٹا ہوا

سہم کر اس ناتوان کا ہوگیا بس دم ہوا
صید لاغر تیر ناوک کا ہے سناٹا ہوا

دیکھے دل اس زلف کو ہمنے نہ دیکھا فائدہ
بلکہ اس سودے مین ہمکو ہمنشین گھاٹا ہوا

کھینچے ہے دامن مرا خار جنون جب دشت مین
پوچھے ہے آہو سے مجنون کیا یہ جھگڑا ہوا

ہونٹ چاٹے ہے ہمیشہ اس مزے سے اپنے وہ
ولہ شیرین ظفر جس کا کہ ہے چاٹا ہوا

عیاں ہے بخت دل مرگا پہ میرے کیا تماشا ہے
کہیں پیدا نیستان میں گل و رنگ ہو دیگا

دیا ہو دیگا جسنے عاشقی میں جان شیریں کو
نشان کوہکن چھاتی پہ اسکی سنگ ہو دیگا

مری آنکھو نمیں اسکے سبز خط کی جو کیفیت
تجھے ساقی نظر آیا یہ جام بنگ ہو دیگا

کھلیں جسجا گل معنی تمہارے اے ظفر اسجا
نکیو نکر قافیہ غنچے کا بولو تنگ ہو دیگا

نزلہ شبنم سے گر اول پہ ترے گل ٹھنڈا
ناله کھینچے ہے تاسف سے جو بلبل ٹھنڈا

تپ دوری سے جو میں مرکے ہوں بالکل ٹھنڈا
تب کلیجا ہو ترا ست تغافل ٹھنڈا

دل سیمبارہ کی شیرازہ کو بازمے ہو دے
کہیں قرآن نکلے صندوق کا کل ٹھنڈا

ہو کہاں مرغ نظر چشم میں زیر ابرو
مرغ آبا نے مکاں ڈھونڈھا تا پل ٹھنڈا

نام پر لب کے وہ گرم ہوئے تھے لیکن
کیا تدبیر سے انکو بہ تامل ٹھنڈا

اسکے بے شربت دیدار ہوئی تسکین
پانی بے شور و کہ پیتے ہوں جل ٹھنڈا

ابر کیا عشق کی آتش نمندسے تجھے
کر چکا دل کی زمیں اشکوں تسلسل ٹھنڈا

لیتے ڈر آنکھوں سے کھاب اور کلیجے ٹھنڈک
گرم جھلا نہ ہو جبتک کہ سر گل ٹھنڈا

کیا ہی گھبرائے ہیں وہ رات کو جسوقت چراغ
ہو گیا لوگ کے مرا دامن فرصل ٹھنڈا

کھا گیا جلتا ہوا لقمہ شعلہ گلگیر
بل بے گرمی نکیا وقت تناول ٹھنڈا

یاد دنیا نے دی پھونک مردہ لمین آگ
کون کہتا ہو کہ ہو برگ قرنفل ٹھنڈا

سر اُٹھا سکتے نہیں تم آج مستی مین ظفر
بادۂ الفت کا تمکو اب نشہ اچھا چڑھا

حیف جوبن غنچۂ اپنا دل پڑمردہ کھلا
ہر گل زخم جگر اُسکے سدا پاس کھلا

صبح گلشن مین جو گل سونگھ تری باس کھلا
اسکو شبنم نے دیا پارۂ الماس کھلا

شانہ سان ابرو صد چاک تو وہ مفرق ہے
اتھ مین اپنے نہ کر مرنے کا وسواس کھلا

دل دلگیر ہے جون غنچۂ تصویر مرا
یارب اسکے نہین کھلنے کی مجھے آس کھلا

جمعین ہر مین حیران ہون صبا دیکھ کے مین
کہنے کو پانی ہے ہر گل قرطاس کھلا

دل ہوا فسردہ کسی کا تو برنگ غنچہ
دیر ہے تا نہ دم صاحب انفاس کھلا

مار ڈالے گی تجھے زلف سے الفت مت کر
دیکھ کالے کو نہ بسیار ہی دل پر یاس کھلا

سر بر اہ دشت ہین کر خضر سے کہدو نگاہین
غوطہ دریای محبت مین نہ الیاس کھلا

عشق دلدار ظفر کم نہین شہباز سے کچھ
ہمنے دن رات دیا اپنے اُسے پاس کھلا

گیا فقط گریہ سے چشم تر یہ پانی پھر گیا
ایک پل مین اک جہان کے گھر یہ پانی پھر گیا

لمعۂ خورشید صالمتاب سے دریا مین صبیح
کیا طلائی موج کے خنجر پہ پانی پھر گیا

دیکھ کر دندان کی آب رتاب تیری رشک سے
دہن ساحل مین گوہر پر یہ پانی پھر گیا

سامنے اُسکے عرق آلودہ چہرے کے نسیم
شرم سے کیا کہ احمر یہ پانی پھر گیا

جو غیر کا ترے گھر میں پلنگ بچھے گا
تو اپنی چھاتی پہ یہاں فرش سنگ بچھے گا

غرق بحر خجالت نہ کیوں ہو زاہد خشک
مصلّا اپنا سر آب گنگ بچھے گا

پلا مجھے کہ گلگوں اس ابر میں ساقی
چمن میں غنچۂ سبز رنگ بچھے گا

اگر ہے قصد ہم آغوشی اب تجھے گلرو
بچھونا تیرے لیے بید رنگ بچھے گا

ظفر کو خواب نہ آویگا فرش مخمل پر
بغیر تیرے اگر شوخ و سنگ بچھے گا

کیا وصف جبیں میں کہوں اس ماہ جبیں کا
اک تختہ سراسر ہے وہ فردوس بریں کا

یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے بدیعا
یا صفحۂ رخسار کسی شوخ جبیں کا

یا مشتری ذرہ ہے یا مہر درخشاں
یا جلوۂ پر نور ہے یا ماہ مبیں کا

یا تخت بلورین ہے کہ لوح بہ سیمین
یا صفحۂ سادہ کسی اقبال نگیں کا

کیا زور زمیں سنجری یہ تو نے نکالی
ہے وصف ظفر اسمیں بیان اسکی جبیں کا

ہی ہماری خاک پر تیرا سراغ نقش پا
شمع مرقد سے یہ بہتر ہے چراغ نقش پا

گل نہیں چھاتی پہ مرغ نقش پا پر عشق میں
جلوہ گر ہے لالہ و نسریں کہ باغ نقش پا

فندق پاسے ہوا ہی جسکے اک عالم شہید
ہر گل اور رنگ سا اسکا ہی داغ نقش پا

پیکے ہو مستی تری نرگس سے وہ مست ناز
نشہ بخش و جان ہے ہر ایاغ نقش پا

مزار کو ہن اب سوے باغ پتھر کا
رکھے ہے دیکھ کے شیرین چراغ پتھر کا

کرے جو خال صنم سے ہمارے ہمچشمی
تو بن ہی جائے مقرر وہ زاغ پتھر کا

یہ دل ہی ہے کہ رکھی جسمین عشق کی التماس
دگر نہ رکھون توشق ہو اُجاغ پتھر کا

نہ مرتا کو ہکن آخر تو گھر ترا شیرین
بناتا کوہ سے پاکر فراغ پتھر کا

بتون کی سنگدلی نقش کالحجر ہی ہمین
یہ سچ ہے مٹ نہین سکتا ہی داغ پتھر کا

ترے کے شیشہ دل اس درشت نہ پھر مہل
کہ فرش سنگ بھی ہے صحن باغ پتھر کا

ادا و ناز اُٹھانے کو تیرے سنگین دل
کہان سے لائے کوئی اب دماغ پتھر کا

بسھونگو جام مصفا مین کے ہے ساقی مے
ہمین فقط یہ بلورین ایاغ پتھر کا

ظفر کا رخت گر یہ سنے تو بخارے
ہر ایک شاعر نازک دماغ پتھر کا

دھیان دندان پہ ترے آٹھ پہر ہے اپنا
بن گیا تار نگہ سلک گہر ہے اپنا

مہر رخشان بغ فقط داغ جگر ہے اپنا
سینہ چاک بھی مانند سحر ہے اپنا

موج زن تا بگلو ہے جو وہ آب دم تیغ
چون حباب لب جو کاسہ سر ہے اپنا

زخم سینے پر چھڑکتے ہین سدا اشک نمک
کم نمکدان سے نہین مدیدہ تر ہے اپنا

ہم وہ ہین دہر مین مخمل گل آتشبازی
کہ جو شعلہ ہے وہی برگ و ثمر ہے اپنا

تیغ کھینچے ہے جو موج نگہ یار اُدھر
یان بھی ہر داغ جگر مشکل سپر ہے اپنا

کچھ نہ تنہا پاس سے وہ دلربا چینت بنا
ساتھ اُسکے ہو مگن دل بھی مرا چینت بنا

غم نہین گر پاس سے وہ مہ لقا چینت بنا
پر مرے پہلو سے دل سا آشنا چینت بنا

ایک بادی چور ہی جھوکا ہوا کا عندلیب
صبح گلشن سے زر گل کو اڑا چینت بنا

کھینچکر الپس دیوار جو مین چھپ رہا
بولے دیکھو تو کوئی وہ ہی ہے یا چینت بنا

فرصت نظارہ ہی کسکو کہان مذہب
بحر ہستی مین جہان کی چشم وا چینت بنا

اعتبار اُسکی وفا پہلو نشینی کا نہین
بیٹھکر پہلو مین وہ تو بارہا چینت بنا

کل سمجھ لونگا ظفر اُس سرجو وہ آئیگا ہاتھ
آج دھوکا دیکے مجھکو کیا ہوا چینت بنا

قاتل اب ڈھونڈھے ہے عاشق بیجان مین کیا
جب گئی جان تو باقی رہا انسان مین کیا

فرق اب تجھ مین ہے اور یوسف کنعان مین کیا
کہیے جز صل علی ہے خط ریحان مین کیا

خط خسار کا تیری نہین اٹھا اک حرف
نہین معلوم لکھا ہے خط ریحان مین کیا

روش پاکو ہر جادہ جنون نے تیرے
ہاتھ مارے ہین کہین دشت کے دامان مین کیا

جنکی جنبش سے تمھاری کہین بھونچال آئے
کلو سیدا نہین تم بیٹھے ہو الان مین کیا

ہو گئے جس سے کہ مسجود ملائک تہ خاک
نہین معلوم کہ وہ چیز ہے انسان مین کیا

نالہ بلبل کا جو سنتا نہین وہ گلشن بیت
پارہ شبنم نے بھرا گل کے گریبان مین کیا

جو کہ رنگین ہین ظاہر مین وہ ہین خالی ہاتھ
کوئی بتلا دے کہ ہے پنجہ مرجان مین کیا

مطلع ثانی

مانگ کا گوہر اسکے کب ٹوٹا | اک ستارا ہی وقت شب ٹوٹا
تیرے ہاتھون سے میرا شیشۂ دل | روش دانۂ عنب ٹوٹا
کیا کہون اپنی گردش قسمت | جام مے ہو کے لب بلب ٹوٹا
بادۂ خون دل کہان رکھیے | ساغر دل تو سب کا سب ٹوٹا
خاک مین دخت زر پہ باندھون آک | کہ سر کوہ تو ال اب ٹوٹا

تیغا دیوان خانہ مین اسکے
اے ظفر آج کیا سبب ٹوٹا

مرا کھیل سنبھلا سنبھالا بگاڑا | کسیکا تھا کیا مین نے ڈالا بگاڑا
مری کاسۂ سر مین کیون بھر دیا خون | یہ تم نے اچھوتا پیالا بگاڑا
گئے تھے کہان دھبے کس جا لگے ہین | نیا کل کا اوڑھا دوشالا بگاڑا
مرے ساتھ کھاتے ہین کر یاد کس کو | بناتے بناتے نوالا بگاڑا
کھینچا وہ نہ مانی سے بالے کا نقشہ | بنا کر کئی بار مالا بگاڑا
فلک نے تری سر کا عمامہ مجنون | جنون کو لگا کر اچھالا بگاڑا

بنا کام اپنا ظفر کب کسی سے
کہا ہمنے جس کو بنالا بگاڑا

پہلے تو ہاتھون سے وہ ڈورا چکی کانا نپا | اور اسی ڈور سے ہی پھر قد اپنا ناپا

ہوا اُس در پہ نقش کالحجر اب غیر سنگین دل
ظفر پہلے ہی گر جو وہ اُکھڑ جاتا نہ جمجاتا

آنسو جو سینے کے یوں گھاؤ پر پانی چڑھا
جیسے ہو دریا مین ڈبی ناؤ پر پانی چڑھا

کھینچے کا نقاش نقشہ کیسے ترے زور کا
استعد زر کا دیا جو تاؤ پر پانی چڑھا

اشکون کو خون روتے ان کے قتل مین غسل
دے برس کر اب اس ستھرائی پر پانی چڑھا

کوچہ جانا نہین مرہم جوش زنی ہے چشم تر
بند بند ہوا ہے کہ پل بندھاؤ پر پانی چڑھا

آج گریہ ہے دریا چڑھا ہے ورنہ کل
یون تو تھا پوخشک تھا ناؤ پانی چڑھا

مستعد ہے جنگ پر غیرون کے کہنے سے ظفر
بے یہ مرغ بیمیا کس چاؤ پر پانی چڑھا

بولے وہ جب ہمنے شب کو نالہ پر حسرت بھرا
یون جتائی چاہ تو بھی ایک ہے فطرت بھرا

سونبان ہے غنچہ کرتا ہے پریشانی بیان
یہ خدا جانے کہ دل ہے کس کا سو حسرت بھرا

بھرتا تھا سنگ جراحت جس جراحت مین ہے
وہان نمک کان ملاحت تو نے ہے شدت بھرا

کھینچی جب تصویر زخمی کی تری سہرا نے
رنگ کی جا خون اُسنے دینے کو رنگت بھرا

دیکھنا اک حضرت عشق آنسون کے جوش کو
ہمنے دامن موتیون سے آپ کی دولت بھرا

دھجیان ہو کر اڑا دامن نے ڈالا کبھی
سون خار مغیلان سے ذاکر وحشت بھرا

یاد چشم مست مین بیہوش ہین کس کو خبر
زہر ساقی نے بھرا ساغر مین یا شربت بھرا

نالہ بھی کرنے نپائے کہ نکلتی حسرت
ہمکو اے عشق گلا تونے دبا کے مارا

یاد میں مرتے تھے ہم فرخ جبان کی آہ ہی
اور فارغ نے وہ تصویر دکھا کے مارا

آنکھوں آنکھوں نہیں ہیں اُس سے بیدد و آہ
تیغ یہ ہے ناز کے خنجر سے ادا کے مارا

طرز نظارہ مرا اُن سے کہیو ہت پوچھو
مرغ دل پر مرے اک دام پھرا کے مارا

نازبو کیوں نہ مری خاک سے ہو روسیدہ
مجھکو اُس شوخ نے ہو ناز دکھا کے مارا

صفر سن کی ہیں یہ باتیں کہ جو وہ ٹھہر گئے
بھنے زانو پہ جو ہیں ہاتھ اُٹھا کے مارا

ہے کفن چادر مہتاب سے میرا لازم
کہ مجھے جلوہ نے اُس ماہ لقا کے مارا

داد دیتجے ظفر اُس غمزۂ پنہانی کی
جسکو مارا اُسے کافر نے جتا کے مارا

تو جو مہتاب پہ کل رات کھڑا گاتا تھا
دائرہ مہ بھی لیے ساتھ کیے جاتا تھا

بند گھنگھرو بھی ہوا گانے کی تیرے کہ مرا
ساتھ ہر تان کے جی تھا کہ اُڑا جاتا تھا

کیا کہوں رقص کا عالم عجب انداز کے ساتھ
ساتھ ٹھوکر کے تری ٹھوکریں دل کھاتا تھا

ہاتھ کو ہاتھ پہ تو رکھ کے لگا جب چلنے
ہاتھ ہم ملتے تھے دل تھا کہ ملا جاتا تھا

کیا کہوں ہائے جسمک کہ ہلا اُستِ دل
جنبش دامن مژگان سے وہ بھڑکاتا تھا

دامن اپنا تو بچا چلتا تھا اس ناز کے ساتھ
گھیر اے دامن کا مجھے گھیر کے لے آتا تھا

آنکھ چاہت کی ظفر کوئی بھلا چھپتی ہے
اُس سے سر تھے تھے ہم ہمسے وہ شرماتا تھا

یہ آسمان غلام ہے کس مہ جمال کا
پہنے پھرے ہے کان مین بالا ہلال کا

مطلع ثانی

رکھا ذقن پہ یار نے کیون دانہ خال کا
ہے بیضۂ ہما پہ عجب ہونا وال کا

ابرو خال و خط سے ترا صفحۂ عذار
گویا کہ فال نامہ ہے یہ انیال کا

دل سبلی ہین زلف کی بیعت گزین ہوا
کوئی اسے مرید کہو کوئی بالکا

ہوتا ہے چودھوین کو ہمیشہ خسوف ماہ
جو دن کمال کا ہے وہی ہے زوال کا

غیرت کہے ہے قبر سکندر کو دیکھنا
یارو کچھ اعتبار نہین ملک و مال کا

بارش سے میری ابر مژہ کی عجب نہین
موسم ہے تمام برس برشگال کا

ہے آئینہ رخون کا تصور جو آنکھ مین
ہے آرہا نظر مجھے عالم مثال کا

منھ ہمنے پیٹ پیٹ لیا شب کو ای ظفر
یاد آیا اُنکے گال پہ رکھنا جو گال کا

نہ ہرگز درد دل سے مین کراہا
غرض پوشیدہ الفت کو نباہا

محبت کے یہ معنے ہین کہ مین نے
وہی چاہا کہ جو کچھ تو نے چاہا

عیان ہے صفحۂ رخ پر ترے خط
کہ ہے تنخواہ بوسون کا سیاہا

فقیرون سے تو پوچھو لذت عشق
اہا ہا ہا اہا ہا ہا اہا ہا ہا

اشک سے دیدۂ تر میرا کہان ہے لبریز
معجز عشق ہی یہ کوزہ مین جیحون ہے بھرا

غم لیلے نے اڑا کر اُسے مارا شاید
خاک صحرا مین جو یکسر تن مجنون ہے بھرا

آکشتہ مژگان کا تری دشت مین دامن ہے کیا
اسقدر کانٹون سے جو دامن ہامون ہے بھرا

چین ملتا ہی نہین عشق کے آوارون کو
بغض کیا جی مین تری گردش گردون ہے بھرا

خاک در و کے کرے کوئی جی اپنا خالی
لاکھ حسرت سے ہمارا دل محزون ہے بھرا

کون ہو تجھ سے دوچار آن کے ظالم کربلا
تجھ سے ہر اک نگہ چشم پر افسون ہے بھرا

درم داغ کی دولت سے مرے سینے مین
اے ظفر دیکھ کہ گنجینۂ قارون ہے بھرا

یہ چشم تر سے دم گریہ خون ناب بہا
کہ پانی کو بے مین رنگین جوں شہاب بہا

مطلع ثانی

ہمارے آگے نہ آنسو تو اے سحاب بہا
وگرنہ بادہ تو لیون ہین در خوشاب بہا

مطلع ثالث

ہماری آنکھون سے جس وقت خون ناب بہا
پھر یگا گنبد افلاک جون حباب بہا

ہماری ہاتھ سے اک جام نوش کر ظالم
لگا کے لب سے گریبان پیت شراب بہا

ستارے آئے نظر آفتاب پر ہمکو
عرق جو رخ پہ تری رشک آفتاب بہا

کھلا اگر کبھی واعظ پہ ایک نکتہ عشق
یقین ہے دیوگا دریا مین ہر کتاب بہا

ظفر عالم مین بیکسی کی کسکو ہوئی ہے خبر
جہان پایا ہے چھوڑا جہان دیکھا الٹ مارا

مطلع ثانی

جب تلک سینے مین دم تھا نالۂ شب گیر تھا
جو گیا دریا سے اب گریان چاک دل چاک تھا

مطلع ثالث

دیکھا حالت مری گردون نے عبرت کے لیے
دفن یان خسرو ایران کب بھلا یون ہوتے ہین

دیکھا دریا سے الفت مین وہ ڈوبا ہوا
تھا شہیدون کا تتبع مائے تحقیق گلشن مین کیا

دیکھا حالت مری گردون نے عبرت کے لیے
دفن یان خسرو ایران کب بھلا یون ہوتے ہین

دیکھا دریا سے الفت مین وہ ڈوبا ہوا
تھا شہیدون کا تتبع مائے تحقیق گلشن مین کیا

جو نہ کہنا تھا کہا جھٹ منہ پہ اُس سفاک کے
سچ تو یون ہے ہان ظفر بھی ایک ہی بیباک تھا

ہوئے بیمار کہ دَر تک اپنا گمان سے آنا
جب اک قدم مجھے مشکل اس ناتوان سے آنا

بیمار غم کو ترے دیکھ آئے سب اطبا
عیسیٰ کا ایک باقی ہے آسمان سے آنا

کوئی عدم کو جا کر کوئی پھرا نہ ہرگز
دشوار ہے نہایت شاید وہان سے آنا

للہ کر نہ دیجو برباد خاک عاشق
آہستہ اے صبا تو کوے بتان سے آنا

اک ان پر ہی سودا عاشق کے جنس دل کا
فرماتے آپکیون ہین ناحق زبان سے آنا

کیا دل ہے کہ آوین وہ خاک کشتگان پر
آنا بھی جو شاید دامن کشان سے آنا

دم اے ظفر ہوا تھا اپنا بھی رات جو ہین
خوشبو کا اُسکی زلف عنبر فشان سے آنا

تراش کوہ سے کیا کوہکن پتھر بنا دیتا
اگر ہوتا سلیقہ کا تو شیرین گھر بنا دیتا

صدف کا ساتھ ہوتا نقش پا جانان مین
کہ ہر اشک چکیدہ کو مرے گوہر بنا دیتا

اگر سن جانتا آنکہ زمین سے لالہ نکلے گا
تو اپنے کاسۂ سر کو ترا ساغر بنا دیتا

اگر تصویر مانی کھینچتا اُس میرے قاتل کی
تو اس تصویر کے بھی ہاتھ مین خنجر بنا دیتا

نہ پوچھو لمین میرے کچھ خلش اس تیر مژگان کی
کہ ہر مو کو بدن سے پر مرے نشتر بنا دیتا

تصور دیدۂ تر مین مرا اُس دُرفشان کا
کہ گر کو اشک کے ہے دانۂ اختر بنا دیتا

توبہ ابھی نہیں ہے بند — توبہ ہر وقت ہے قبول و پسند
روزِ بد بادہ دوز ہو خرسند — بلکہ آج اور بھی دو چند سہ چند

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسمِ توبہ نیست بادہ نبوش

مسدس دیگر

کیونکر دل آزار مرا تجھسے دل زار لگا — کر جو دل لگتے ہی اک جان کو آزار لگا
شوران تیندی نیہ چہ پی کیا معمول — بھندہ نال برہ کے پھندے گئی اسانو بھول

دل بدام خم زلف تو گرفتار ہنوز
جانم از نرگس بیمار تو بیمار ہنوز

واہ واخوب ہی کی مجھسے محبت تونے — خواب مین بھی نہ دکھائی کبھی صورت تونے
رو بکہ رو بند کسو جیتا کچھ نہین آنکھون مین — تونے تیری دیکھین و ابھولدا نہین خیال

گرچہ شد دیدہ ام از گریہ ہجر تو سفید
لیکن از دل بزود حسرت دیدار ہنوز

گرچہ بسمل بطرح خاک مین غلطان ہوگین — دل سے پر تیر نگہ کے تیرے قربان ہونگین
دل وچ تیندی تیر نظر وی لایا گرکھاوے — بھر بھر مرہم مرہم جاوان ترہی نہو بھراوے

آہ ازان دم کہ کشان شد گلی از دیدۂ تر
یاد دارم کہ ہنوز

بیخود در چلگم از غم او فارغ ہنوز

تری فرقت سے کیا ہوتا ہے دیکھا جاب نے مجھے
جلد آجا جلد کر فرقت کی نہین تاب مجھے
ہین اوکھا وکھا وکھا وکھا وکھا وکھا وکھا وکھا
کہ کہان تیندی دیکھن کہ کدے تیندی راہ

تو نغمہ خانہ ام از نازنی آئی و من
چشم براہ تو چون در وزن دیوار ہنوز

جلد اول دیوان ظفر

ایضاً

گل سے ہے ناز کبدن اسکا ہر لیکن دوستو
یہ غضب کیا ہے کہ دل سہلو مین پتھر سا بنا

دشت مین بھی تیرے مجنون کی مگر تدبیر ہے
خار وادی جنون جو تیز نشتر سا بنا

کیا گریبان ہے بنا اُس ماہ کا شکل ہلال
بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہے اختر سا بنا

در پر اُس پردہ نشین کے آہ وقت انتظار
چشم کا حلقہ ہمارے حلقۂ در سا بنا

کیا عجب خال سوید اگر جلے مثل سپند
سوزش الفت سے دل اپنا ہی مجمر سا بنا

عشق نے کیا دیئے کیا دل مین بھڑکائی ہے آگ
اب جو سینے مین مرے ہر داغ اخگر سا بنا

اے ظفر منظور تھا اس چشم کو عاشق کا قتل
اسلیے ہر موے مژگان اُسکا خنجر سا بنا

تو عیادت کو گر نہ جائے گا
تیرا بیمار مر نہ جائے گا

لگے رہتے ہین گر یہان جاسوس
بندہ کیا دیکھ کر نہ جائے گا

سے جائیگا کب ترا سودا
جب تلک میرا سر نہ جائے گا

تو بلاتا ہے غیر کو گھر مین
ایسی باتون سے گھر نہ جائے گا

قاصدا اشک کے سوا میرے
کوئی وہان نامہ بر نہ جائے گا

ساتھ اپنے کوئی بھی زیر زمین
غیر داغ جگر نہ جائے گا

ایک کالی ہے زلف تری
جو کہ دیکھیگا ڈر نہ جائے گا

لے چکے لوگ خون بہا میرا
کیا وہ قاتل مکر نہ جائے گا

یہاں تک ہوں ناتواں مین کہ کیون جو دامن اُسکا
جھٹکا ہاتھ سے الگ ہو میرا گھر کے پہونچا

سیلاب اشک اپنا اُس یار کی گلی تک
پہونچا تو سکڑ کے ان پاؤن پہ آ کے پہونچا

گر صلح اس سے ہوتی یہ رنگ تو نہ ہوتا
[illegible]

رعنائی مین ہو قامت تیرا ادی قیامت
کہ یہ دہ ہے کہین تیری اکڑے پہونچا

آیا جو یاد مجھکو اُس کا گلے لگانا
مین گیو رکے کنارہ بس دم اکھڑ کے پہونچا

طور راہ عشق ہوتے آسان کب کسی سے
منزل جو تک کہ پہونچا پاؤن گڑ کے پہونچا

پھاڑا صبا گلون نے اپنا جو یون گریبان
ہی کیا پیام لیکر گلشن مین تڑ کے پہونچا

پکڑا جو ہاتھ اُسکا مین نے ظفر ہنسی سے
کس کس طرح چھڑایا اُسنے پکڑ کے پہونچا

دھان دل نے لگایا تا جو کوئی اور سا ہوتا
پہونچے نہ کڑا تا جو کوئی اور سا ہوتا

مہندی ترے پاؤن مین ہوا در خون بھرا دل
کیا رنگ دکھاتا جو کوئی اور سا ہوتا

زلفون کو دیا چھوڑ مجھے منھ تھا تمھارا
مین ٹھیک بناتا جو کوئی اور سا ہوتا

مین ہی تھا جو خاموش ہانسکے تری باتین
دو چار سناتا جو کوئی اور سا ہوتا

انصاف تو کر تو کہ مری طرح سے تیرے
کب ناز اُٹھاتا جو کوئی اور سا ہوتا

کچھ قدر تو نے ستمگار نہ جانی
چھاتی سے لگاتا جو کوئی اور سا ہوتا

مین تھا کہ لیا بوسہ خط سبز کا تیرے
یون زہر نہ کھاتا جو کوئی اور سا ہوتا

تیشکر کی سی ہون پورین جو تری انگلی کی
ہووے کسطرح سے شیرین دہان چھلے کا

ہالۂ ماہ نہین کوئی نمونہ ہے عیان
یہ تھا اگر ای ماہ رخان چھلے کا

ای ظفر حلقہ نگیسوی پری رخ کے سوا
کام انگشت مین شانہ کے کہان چھلے کا

جسے سمجھا تو کھٹکا شبکو دروازہ کی پیکا تھا
خدا جانے وہ سر کو کسنے در پر تیری پیکا تھا

چمن مین شاخ سنبل کے لیے مین نے کئی بوسے
بندھا جو ہیان آنکھون مین ترے گیسو کی لٹکا تھا

گرایا خاک پر اے چشم طفل اشک کو ناحق
کہ گر یا نیزۂ مژگان پہ یہ کام نٹ کا تھا

نہ ای ایدل مج فہم جتنا تو بلا مین ہو
تری شامت تھی کیون تو جا کے ان لٹون مین اٹکا تھا

نکر در یا کشون سے ساقیا اتنی تنک ظرفی
دیا اک شیشۂ مے اور مجھے در کار مٹکا تھا

مگر یہ گریۂ فریاد بلبل کا اثر تھا کچھ
لگا جس سے کہ گل غنچہ کو گلشن مین چٹکا تھا

ظفر دل لیگیا محبوب گلی مین اُس پری وش کی
دگرنہ اب تلک تو دہان فرشتہ بھی نہ پھٹکا تھا

سر بسر تیری نگاہون نے جگر کو چھانا
کثرت تیر نے آخر کو سپر کو چھانا

دل گم گشتہ نہ ہاتھ آیا بہت ڈھونڈھے
جون صبا خاک در رشک قمر کو چھانا

اس لطافت سے ہے سرخی تری رخ پر گویا
صافی نور مین رنگ گل تر کو چھانا

پنجۂ تیر صلابت دندان کی حلاوت کو کہان
پہنچے سو بار اگر شیر ہو شکر کو چھانا

کھلا یہ ہمپہ تو ای بحر حسن دیکھ کے زلف
کہ ماہی گیر ہی کاندھے پہ لیکے جال آیا

تمھاری خال کے کشتے کی جو ہوئی برسی
شریک فاتحہ ہونے کو خال خال آیا

دکھا نہ جذبۂ عشق اپنا دیکھ اے بلبل
یہ بیٹھے بیٹھے ترے جی میں کیا خیال آیا

روش پہ لوٹے ہے گل اس روش ہوا آج
کہ بن سر و سیمیں کسی کی حال آیا

جو کچھ نکھنا تھا وہ کہدیا ظفر اُسنے
بھڑاس دل کی وہان ساری مین نکال آیا

لاغری سے حال اپنا کیا کہون کیا ہوگیا
مین زمین پر نقش پائے مور گویا ہوگیا

جل گیا گل کا جگر اُس روی آتشناک سے
قطرۂ شبنم نہین ہین یہ پھپولا ہوگیا

اپنے زخمی سے ترحم کر تو جو بولا جنگجو
ٹوٹے یون زخمون کے ٹانکے اک تڑاقا ہوگیا

جبکہ دریا مین پڑا ساقی کا عکس تاب بخش
ساغر خورشید اک حلقہ بھنور کا ہوگیا

آہ تھی میری کہ اُمی اُڑکے کاٹا چرخ کو
زہرہ اُسکا یہ چڑھا اُسکو کہ نیلا ہوگیا

حسن جو تیرا دو چند آبا نظر تو شرم سے
ماہ کامل جون مہ یکہفتہ آدھا ہوگیا

پشت لعل لب پہ جب نکلا زمرد خام خط
ساغر یاقوت پر گویا کہ مینا ہوگیا

کھل گیا سارا لہان گون پہ احوال مین
چشم کے مانند جب پانو کھا چھالا ہوگیا

نشہ ترشی سے گھٹے ہے پہ یہ الفت کا نشہ
ترش ہونیسے تو کیا اور دونا ہوگیا

ہے یہ وحشت بھی بلا موذی کہ مجنوا ظفر
ہر قدم پر نشتر کزدم مار صحرا ہوگیا

پھرتا ہے بہر قتل و ستم شیر زن لگا
آکر مرے گلے جو وہ گل پیرہن لگا
ہے نیلوفر شاخ غزال ختن لگا

ملا سخن کا اپنی ظفر بادشاہ ہے
اسکے سخن سے بیان نہ کیسکا سخن لگا

نیلوفر تیرتا ہے جو پانی مین ڈوبا ہوا
یون ہے اس شوخ کے عرق مین غازہ ڈوبا ہوا
آئینہ کیا دیکھے شکل اب خجلت مین ہے غرق
اپنی نظر نہین تو ہے ملک حلب ڈوبا ہوا
گردش چشم بتان سے کیا ہو دل کی مخلصی
حلقہ گرداب سے نکلے ہے کب ڈوبا ہوا
دل کی کشتی ہے میرے اسکے زلف رخ کی تاب
دھیان مین رہتا ہون جسکے روز و شب ڈوبا ہوا
پنجہ خورشید ہے یار و شفق آلودہ آج
دست قاتل نہین ہے خون مین اب ڈوبا ہوا
پھانس سی کھٹکے ہے جی مین اسکی مژگان کا خیال
ہے یہ گیہان مین شتر بے سبب ڈوبا ہوا

دل ہے جب کہتا ہے اپنے دمبدم یا بو تراب
بحر عصیان سے ظفر نکلے ہے تب ڈوبا ہوا

گل مند گر چگل تو نے اٹھا کر پھینکا
مین نے جانا دل صد پارہ کو دلبر پھینکا
اس ستمگر نے مجھے ٹکڑے جو کر کر پھینکا
تو کہین پانون کہین ہاتھ کہین سر پھینکا

اُسکی لبِ شیریں پہ جو نکلا خطِ سبز
خضر کو یارا کہ سرِ چشمۂ حیواں پہونچا

بخیہ گر کون تھا جو چاک جگر کو سیتا
خوب وقت آئی ترے ناوکِ جاناں پہونچا

چھوڑتا خنجرِ تلک بھی نہ تجھے اے قاتل
ہاتھ بسمل کا نہ پڑتا سرِ دامان پہونچا

خم میں اُس پردہ نشیں کے ہے مرا نالۂ دم
اور صدا نہ مجھے اے غمِ جاناں پہونچا

آتشِ عشق سے جلتا ہے مرا خانۂ دل
جلد پانی کہیں اے دیدۂ گریاں پہونچا

بھاگنا ہاتھ چھوڑا کر تجھے میں جانتا معلوم
گر مرے ہاتھ میں آجاتا مری جان پہونچا

دیکھیے صبح تری کو آپ کے دن ہوتی ہے
میں تو مرنے کے قریب اے شبِ ہجراں پہونچا

دیکھنا شوق کہ پاؤں تلک اُس قاتل کے
مرا نالہ کہ مثالِ دُرِ غلطاں پہونچا

ای ظفر پہونچے مرا ہاتھ کب اس دہن تک
ضعف سے جو نہ مرے تا بہ گریباں پہونچا

جب استخواں سے یہ سوفار تیر کا ٹھہرا
تو مرغِ تیر ترا طائرِ ہما ٹھہرا

مجھ سے ہے سوزِ محبت سے دل مرا ٹھہرا
کہیں بھی آگ پہ سیماب سے بھلا ٹھہرا

نہ ہاتھ تیغِ زنی سے کبھی فرا ٹھہرا
ہماری جان کو ہلا کو وہ دوسرا ٹھہرا

یہ کس کی چشم کی گردش سے اُسکو ہے گردش
کہ آسمان نہ گردش سے اک ذرا ٹھہرا

دکھائی جنبشِ مژگانِ ہوم ہلاہل نے
گلے پہ کیا مرے خنجر سے پھیرنا ٹھہرا

نگہ نہ مرکے بھی تیرِ تغافل کی رکتی تھی
کہ سنگِ قبر مرا سنگ آسیا ٹھہرا

ہے خاک راہ یار کی چٹکی بھی کیمیا — یہ عشق نے بنا ہمیں اک چٹکلا دیا
ایسا نہو کہ غیر یہ کھولے اے مدعا — قاصد نے میرا خط اُسے جا کر کھلا دیا
سب یار کوچ کر گئے میری کھلی نہ آنکھ — غفلت نے کیا کہوں مجھے کیسا سلا دیا
تو نے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں — ہمنے تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا دیا

کھینچا جو نقشہ کلک تصور سے یار کا
نقاش چین کو ہمنے ظفر چین بھلا دیا

جگر سے یوں دھواں ہے بار بار اُٹھا ہوا آتا — کہ ہو جیسے کسی کے ابر بسیار اُٹھا ہوا آتا
سریر سلطنت پر بیٹھے آتا ہو نگ اسکو — ترے کوچے سے ہو جو خاکسار اُٹھا ہوا آتا
پڑا ہے خاک پر ظلم تو کیا جب سر اُٹھاتا ہے — زمین سے ہو وہ ذی شکل مار اُٹھا ہوا آتا
جلا کر شمع ساں جس کو اُٹھایا تھا محفل سے — وہی جان سوختہ ہو اغدار اُٹھا ہوا آتا
خرام ناز سے تیرے سر رہ تیرے عاشق پر — نظر ہو ایک فتنہ اے نگار اُٹھا ہوا آتا
اُڑا آتا خاک آتا ہے تو دیوانہ صحرا میں — بگولا سا جو ہے یک غبار اُٹھا ہوا آتا

خدایا جانے بھر کیا ہے ظفر کیا آگ سینہ میں
کہ دم کے ساتھ ہی شعلہ سا یار اُٹھا ہوا آتا

مراد تمکن اگرچہ زمانہ رہا — ترا تو بھی دوست یگانہ رہا
نہ تو اپنا رہا نہ بیگانہ رہا — جو رہا سو کسی کا فسانہ رہا

میرے گریے نے دھویا دسی میرا یکدا غ
اور اُسکے دلسے اب حرف محبت دھویا
دیکھنا رنگ محبت کیا دکھاتا ہی بہار
تختۂ دامن پہ اشک خون لالہ بودیا

اب دل آزاری کرے وہ خواہ دلداری کرے
ای ظفر اُس دلربا کو ہمنے دل اتو دیا

ہاتھ قاتل تیری تلوار کا ایسا چھوٹا
سارے جھگڑون سے جہان کے ترا شید اچھوٹا
چھٹ گیا ہاتھ سے دامن دم بسمل تیرا
پر ذرا خون ترے دامن سے نہ میرا چھوٹا
عکس چشم اسکا نظر آتے ہی یون آئینہ مین
جیسے تالاب مین ہو کوئی نواڑا چھوٹا
نوک مژگان نے تیری ایسا ڈبویا نشتر
رگ جان سے مرے فوارہ لہو کا چھوٹا
سوزش غم ہی تماشا کوئی آتشبازی
نہین تلوون سے ملے دیدۂ تر تو ے کیون
کو بکو چھوٹے مرے واسطے لاکھون جاسوس
مجھسے پر کوچۂ جانان کا نہ جانا چھوٹا
اوڑکے جاسکتا نہین تا سر لوا حرمین
دام صیاد سی چھوٹا بھی تو مین کیا چھوٹا

آخرش لے ہی لیا تیغ نے لب کا بوسہ
اے ظفر یہ نہ لب زخم سے لپکا چھوٹا

جبکہ شبدیز قلم قرطاس پہ جولان کیا
تب قلمرو مین سخن کا اک قلم میدان کیا
چشم بینا ہی تو دیکھو ہی تجلی طور کی
دلمین اپنے جو شہر ہر سنگ نے پنہان کیا

گر کھنچے سینہ سے ناوک روح تو قالب کھینچ
اے اجل جب کھنچ گیا وہ تیر پھر کھینچی تو کیا

کھینچا تھا یا تو ں میر اپہلے ہی نجر سے
اے جنون تو نے مری زنجیر پھر کھینچی تو کیا

دار ہی پر سے کھینچا جب باز ار عشق
لاش بھی میری پہ تشہیر پھر کھینچی تو کیا

کھینچ اپنا لے کوئی ایسا کہ ہو اسکو اثر
تو نے اے دل آہ پر تاثیر پھر کھینچی تو کیا

چاہیے اسکا تصور ہی سے نقشہ کھینچنا
دیکھکر تصویر کو تصویر پھر کھینچی تو کیا

کھینچی تو دل ہی سے دل کی عنان اختیار
تو نے گر اے عاشق دلگیر پھر کھینچی تو کیا

کیا ہوا آگے اٹھائے گر ظفر احسان عقل
اور اگر اب منت تدبیر پھر کھینچی تو کیا

جائیے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا
دنیا میں نہیں کوئی مریجان کسی کا

ملنے کا تجھے رہتا ہی ارمان کسی کا
لیتا جو نہیں نام کسی آن کسی کا

ٹکڑا نہیں اے دوست جنوں ایک بھی چھوڑا
دامان ہے تا بگریبان کسی کا

یہ سنگدلی اپنی تم اب چھوڑ دو اتنی
دل چھوٹتے کیوں ہو بتو ہر آن کسی کا

ہی لالہ رخان تن مرا گلخزدہ ہی جیسے
ایسا نہیں یکدست گلستان کسی کا

ہوتی ہی بری عشق کی آتش ہی در ہے
گھر پھونک ندی آتش سوزان کسی کا

طے منزل عشق اس سے یہ کب ہو سکے یارو
کٹ جاے سر راہ جو سامان کسی کا

الطاف کرم غیر و نپہ رہتا ہی تمہارا
تم جانتے ذرہ بھی نہیں مان کسی کا

بھلا ہووے کرو سواب غنچہ روکش — کہان مُنھ ہے اُسکے برابر کسی کا
دلِ سکا ملاؤن مین سن تو نسے کیونکہ — کہ بس کب چلی ہے کسی پر کسی کا
کمر کا جواب اُسکی عالم ہے ہمدم — نہ دیکھا کوئی ایسا خنجر کسی کا
یہ جی چاہتا ہی کہ سر ہی سے مارین — اُٹھا کر ہم اب رہ پتھر کسی کا

بدل بحر اور قافیہ کو ظفر اب
کہ خوش ہووے دل تا سر سر کسی کا

الفت کا ملا ہمکو مزا یار کسی کا — پیچا کبھی ہوتا نہین قرار کسی کا
گر ہم ہین گنہگار تو کر خاک کا پیوند — پردہ نہ اُٹھا چرخ ستمگار کسی کا
جون آئینہ اب حیرت دیدار ہے تیری — رہتا ہی کھلا دیدۂ بیدار کسی کا
رونے کا رہیگا یہی عالم تو پھر اکدن — گھر دیگا ڈبا دیدۂ خونبار کسی کا
شانہ سی نہ بل کیونکہ کرے اب سر سر — دل زلف بتان مین ہی گرفتار کسی کا
تک لو ن ہین عبر برق صفت آنکے لینا — پہلو مین تڑپتا ہو دل آزار کسی کا

مستغنی کونین سے رکھ اپنے ظفر کو
محتاج نکر حیدر کرار کسی کا

عشق نے جسدم دیا رد مین آہو کا دیا — نالہ سوزان نے سینہ مین شرر کا دیا
تو نہین جلا دیکھ تیغ ستم کا اپنے — خم نہ کھا ہی سے ہمکو اپنی آبرو کا دیا

نہ ٹانکا لگ سکا زر گر سے بھی صبا اُسمین
جو تیری ہاتھ سے غنچہ کا عطر دان ٹوٹا

جہاز چشم تباہی مین آگیا جو ہمین
مژہ کا بادمخالف سے بادبان ٹوٹا

ہمارا شیشۂ دل گر کے تیرے ہاتھون سے
نہرا حیف ہی محفل کے درمیان ٹوٹا

تمام بادہ کشی خاک مین ملی ساقی
بس اپنی حق مین یہ اک کوہ سے گران ٹوٹا

خیال خال رخ اُسکے کا دل کو کیا ہی ظفر
یہ ہوگا دانہ پہ ہے مرغ بوستان ٹوٹا

بعد خط ملنے کا قاصد نے جو پیغام دیا
سر قلم اُسکا کیا اُسنے یہ انعام دیا

دل دکھائی جو تہ زلف سیہ فام دیا
غم دیا درد دیا تحفہ دشنام دیا

خاک آرام مرے دل کو دل آرام دیا
دل لیا ایک تو اور دوسرے الزام دیا

طپش دل کو لگی آگ کہ یارب کیا ہی
بعد مرون بھی نہ خاک نے آرام دیا

دشمنی کی کہون کیا اپنے شرارت کی سحر
چرخ خورشید فلک کو لب بام دیا

یاد ہوگی ہی کب اس چشم کی گو بار دینے
کبھی نرگس کو دکھایا کبھی بادام دیا

خم کی خم پی گئے یاران سبوکش لیکن
ہمکو اس دور مین ساقی نے ذرا جام دیا

قطرۂ اشک نہین پر نہین مژگان سے گری
نخل الفت نے ہمین یہ ثمر خام دیا

جون جرس کی دل غمگین نے جو فریاد سنا
جانے ناقے کو جو لیلی نے یک گام دیا

جیب و دامن مین جو یا تی نہ رہا کچھ بھی
نظر آتے یہ اُس آغاز کا انجام دیا

رہ گئی ٹوٹ کے جو پاؤں میں خارِ درشت
چشم پر آبلہ پر ہوگئیں مژگان پیدا

خاک کشتۂ مژگان کا اگر ہو گلبن
جلے غنچہ سر شاخ ہو پیکان پیدا

حلقۂ زلف میں بانکے کہاں ہیں موتی
دہن مارسیہ میں ہوئے دندان پیدا

اُسکے رخسار مخطط کی کہوں کیا تعریف
کہیں ایسا خط کا جہاں میں نہیں قرآن پیدا

اشک مژگان پہ ہے سو تیر سے چڑھا نا پانی
چشم تر کوئی یہ لڑکا ہو طوفان پیدا

نہ گئی سر زنش خار الم خاک میں ہے
میری تربت پہ ہوئے نخل مغیلان پیدا

کون تھا بار امانت کا اُٹھانے والا
گرچہ دنیا میں ہوا ظفر انسان پیدا

دابو سرکس کا تم اور ہاتھ دباؤ کسکا
سب بیل آپکے ہیں تکو دباؤ کسکا

اپنے کوٹھے پہ جو کی آپنے دیوار بلند
دیکھا لے پردہ نشین تمنے دکھاؤ کسکا

ہوئے ہم چشم مرا شک روان دریا سے
دیکھیے دو میں زیادہ ہو بہاؤ کسکا

رکھتے ہیں سیکڑوں وہ سون مژگان لنگر
کوئی پوچھے کہ سیا آپنے گھاؤ کسکا

رات دن رہتے ہو تم خانۂ دل میں میرے
گھر تمھارا نہیں تو ہی یہ بتاؤ کسکا

اسقدر آج جو بگڑا ہے مرا دل مجھسے
نہیں معلوم کہ دیکھا ہے بناؤ کسکا

اے ظفر کرتے ہیں سب تیسی لگاوٹ لیکن
کسکا لگا ہو وہاں اور لگاؤ کس کا

اے ظفر افسوس وہان ہرگز کلی اپنی نہ ڈال
گوشت سب شوراب حسرت سے مرا بیان گل گیا

ہمنے سبھی کو عشق مین بظن بنا لیا
تھا دل جو دوست اسکو بھی دشمن بنا لیا

مشق ستم رہی وہی اسکی کہ جب تلک
ہر استخوان کو میرے نہ قطر زن بنا لیا

دعوی تھا ایک عمر سے اسلام کا ہمین
اس بت نے ایک دم مین برہمن بنا لیا

آنکھون نے تیری سحر کیا آگنگاہ مین
دیوانہ مجکو اے بت پرفن بنا لیا

قصر بہشت تجھکو مبارک ہو زاہدا
ہمنے تو کوے یار مین مسکن بنا لیا

اللہ رے تیری سنگدلی تو نے اپنا دل
پتھر بنا لیا ہے کہ آہن بنا لیا

بگڑا مزاج دیکھیے کیسی بنے ظفر
مُنھ اُسنے یون جو پھیر کے چتون بنا لیا

بے ضبط فغان از نہان ہو نہین سکتا
اور تجھسے لاضبط فغان ہو نہین سکتا

بیطاقتی دل سے یہ عالم ہے کہ ابتو
اشک آنکھ سے بھی میری رواں ہو نہین سکتا

تر بقدم شمع صفت گو کہ زبان ہون
پر سوز غم عشق بیان ہو نہین سکتا

جبتک وہ خفا مجھسے ہین سُن لیجیو ہمدم
کچھ میرا علاج خفقان ہو نہین سکتا

ہمچشم مری چشم سے ہوا بر تو کیونکر
اسطرح وہ خونناب فشان ہو نہین سکتا

کیا جانے بلا کیا ہے ترا غمزہ کہ جس سے
جانبر کوئی اے آفت جان ہو نہین سکتا

جب کھلکھلا کے ساقیے گلفام ہنس پڑا
شیشے نے قہقہے کیے اور جام ہنس پڑا

غنچہ کا منہ ہی کیا کہ تبسم کرے گا پھر
گلشن میں گر وہ شوخ گل اندام ہنس پڑا

دندان کی تاب دیکھ کے انجم ہوئے خجل
وہ مہجبین جو شب کو لب بام ہنس پڑا

کچھ تو خوش آئین مجھکو تری بذلہ زبانیان
مین سُنکے تیرے مُنھ سے جو دشنام ہنس پڑا

تھا غنچہ دل گرفتہ نہایت ہی باغ مین
پر کچھ دیا صبا نے جو پیغام ہنس پڑا

سیراب آب تیغ سے ہو کر برنگ گل
ہر ایک زخم عاشق ناکام ہنس پڑا

جسُدات ٹھہری آنکی اُسی قتل وقت کی
گھر کا مرے چراغ سرِ شام ہنس پڑا

بارش کے وقت چمکے ہی بجلی بھی کیا ہوا
رونے پہ میرے گردہ و دلارام ہنس پڑا

کیا بات یاد آ گئی اُسکو کہ اے ظفر
وہ یک بیک جو سنکے مرا نام ہنس پڑا

وہ نہ آیا بار لاکے یون نتھا تو یون ہوا
اُسکا آنا بن بلائے یون نتھا تو یون ہوا

ضبط مین کرتا تھا نالہ تا نہو فاش راز
چشم نے آنسو بہائے یون نتھا تو یون ہوا

تو نتھا دلدار اس سے ہو گیا بیزار دل
کون تجھکو یہ جتائے یون نتھا تو یون ہوا

وصل ظاہر تو نہوتا تھا ہمیں کسکا نصیب
خواب مین وہ چھپکے آئے یون نتھا تو یون ہوا

عشق کا حاصل تھا ہمکو مزا ئے زخم دل
زخم بھی لوہنے کھائے یون نتھا تو یون ہوا

صبر گر ہوتا مجھے ہوتا نہ مین سوائے خلق
کہتے ہین اپنے پرائے یون نتھا تو یون ہوا

ہر ایک کرتا ہے احوال پر میرے افسوس
غم فراق سے میں ایسے حال کو پہونچا

کیا تصور بوسہ اگر کبھی میں نے
تو صدمہ اُس گل خوبی کے گال کو پہونچا

پہنچ چکا ہے مراد قت آج اے قاصد
جو تو نہ لیکے نوید وصال کو پہونچا

کیا ہے تو نے ظفر گرچہ دلکو یار کی ملک
تو اپنے پاس نہ رکھ اُسکے مال کو پہونچا

پوچھیے یار دن سے کتنا یار کیا تھا کیا ہوا
آج تک کھلتا نہیں اقرار کیا تھا کیا ہوا

ناز کرتے کرتے کر مر جائیں اُس کو چی میں ہم
وہ نہ پوچھے غل پس دیوار کیا تھا کیا ہوا

دیکھ تو آئینہ میں اپنے خط عارض کو تو
تیرا عالم اے پری رخسار کیا تھا کیا ہوا

پھر تا جس تا نفس سے یہ ہے پتلا خاک کا
پوچھنا بعد از فنا وہ تا رکیا تھا کیا ہوا

کرتے تھے اخلاق دل لینے کو سو دل کیجیے
کیا بتاؤ نہیں کہ اُنکا پیار کیا تھا کیا ہوا

ہو گیا جو کچھ کہ ہونا تھا مری تقدیر میں
کیا کہوں میں تجھ سے ہی غمخوار کیا تھا کیا ہوا

حال اس شکردہ بگڑے تھے مجھے امید لطف
ہائے میں سوچا دم اظہار کیا تھا کیا ہوا

چھپتی ہی شیریں کوئی تاثیر خون کو کن
دیکھ رنگ لالہ کہسار کیا تھا کیا ہوا

کیا برا ہے درد فرقت دوہی دن میں دیکھ لو
حال تیرا ای دل بیمار کیا تھا کیا ہوا

سرکشی کرتا ہی کیا کیا اپنی ہستی پر حباب
دیکھنا یکدم میں یہ پندار کیا تھا کیا ہوا

لیگیا وہ نیم غمزہ میں جو دلکو ای ظفر
ہو گیا حیران میں یکبار کیا تھا کیا ہوا

دکھا کر غیر کو صورت مجھے کیون رشک سے مارا
کہ مین تو مر رہا دیدار کی حسرت مین یون ہین تھا
ظفر تم دیکھتے ہو جس طرح آئینہ کو حیران
کل اُنکو دیکھکر مین بھی رہا حیرت مین یون ہین تھا

کیا کہون لے مائل زلف دوتا کیونکر ہوا
یہ بھلا چنگا گرفتار بلا کیونکر ہوا

جنکو محراب عبادت ہو خم ابرو یار
اُنکا کعبہ مین کہو سجدہ ادا کیونکر ہوا

دیدۂ حیران ہمارا تھا تمہارے زیر پا
ہمکو حیرت ہے کہ پیدا نقش پا کیونکر ہوا

نامہ بر خط دیکے اُس نو خط کو تو نے کیا کہا
کیا خطا تجھسے ہوئی اور وہ خفا کیونکر ہوا

خاکساری کیا عجب کھووے اگر دل کا غبار
خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا

جنکو یکتائی کا دعوی تھا وہ مثل آئینہ
اُنکو حیرت ہے کہ پیدا دوسرا کیونکر ہوا

تیرے دانتونکی تصور سے نتھا گر آبدار
جو بہا آنسو وہ دُر بے بہا کیونکر ہوا

جو نہونا تھا ہوا پھر تجھے اے عشق مین
تجھنے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا

وہ تو ہے نا آشنا مشہور عالم مین ظفر
پر خدا جانے وہ تجھسے آشنا کیونکر ہوا

عشق کے میدان مین رستم کا مُنھ پھر جائیگا
تیغ غم کے سامنے ضیغم کا مُنھ پھر جائیگا

مُنھ لگے گا جانکے اور جو لگے گا تیر ترے مُنھ
تو اگر پھیر یگا مُنھ عالم کا مُنھ پھر جائیگا

کچھ خبر قاصد نے دی ایسی کہ سنتے ہی جسے
دل سے مین مجھسے مرا دل بیخبر ہونے لگا

زلف کو چھیڑا صبا نے اسمین کیا میری خطا
مجھسے برہم کس لیے تو اسقدر ہونے لگا

ہنسنے کہکر اپنا حال دل یا سبکو رولا
ہر طرف رومال پر رومال تر ہونے لگا

مجھسے عالم اپنے حسن حیرت افزا کا نہ پوچھ
آپ حیران آئینہ تو دیکھکر ہونے لگا

کوچۂ جانان مین جانا ہی پڑیگا ہو سو ہو
کیا کرون بیتاب دل پھر اضطرر ہونے لگا

دیگر

جام و سبو خم سے نہ بھرا اک اسمین کا اک اُسمین کا
قطرہ چکھا دے ساقی یہ اک اسمین کا اک اُسمین کا

جیسے چشم مین آنسو ہین کب ہوتے صدف مین ایسے ہین
دیکھو بچشم غور گہرا اک اس مین کا اک اُسمین کا

باغ جہان مین جو ہین دونون نخل جفا و نخل کرم
نام نیک و بد ہے ثمرا اک اسمین کا اک اُس مین کا

پایا جو سیپارۂ قرآن ہمنے دل سی پارہ کو
آیا ورق جب پیش نظر اک اسمین کا اک اُسمین کا

حال دل و احوال جگر کیا آہ جتاوین اپنا ہم
بیچ مین ٹکڑا اسکو مگر اک اسمین کا اک اُسمین کا

خال پیشانی پسینے مین جو وہ پا نظر | سقف گردون کے ہر اک اختر پہ پانی پھر گیا

چشمۂ حیوان خجل ہے لب سے اُسکے کیا ظفر
بلکہ دیکھا تو لب کوثر پہ پانی پھر گیا

رشتۂ آہ سے ہمنے بھی ل و جان ٹانکا | لگ سکا تجھسے نہ اے سوزن مژگان ٹانکا
دیکھکر تا نظر سے ہی سراسر جرّاح | زخم دلپر تو لگا اب بے یکسان ٹانکا
لخت دل یون ہی گلو گیر مرے ہی ہمدم | جیسے یاقوت کا تکمہ گلوبان ٹانکا
تکہے دامن سے کیے ایسے جنونے یکدست | جہان پیوند لگا اور نہ مری جان ٹانکا
دے گیا ہاتھ سے کیا داغ جدائی دلپر | روز کل نے تو ہمارے رشک گلستان ٹانکا
دل جگر چاک مین سینے سے بھلا کیا حاصل | کر دہین اوہ دھڑا وہان تو نے اگر یہان ٹانکا
دھجیان ہو گئین دامن کی بدشت جنون | تو نے کب سوزن ہر خار مغیلان ٹانکا
روبرو تیرے نہین تاب جو بولے کوئی | اے ظفر تو نے عجب روے سخندان ٹانکا

ردیف بائے موحدہ

غزل فارسی

نیست اے انجم شب تاب چراغان شب | اگر از خندہ نمایان شدہ دندان شب
شب ہم از کاکل مشکین تو سواد ارد | کہ شد از کاہکشان چاک گریبان شب

اور دن سے اشارے کیون جی کرتا ہمپر نہین اک نگاہ کیا خوب
ترگان سدرکھے ہے چشم بد دور وہ ترک سیہ نگاہ کیا خوب
ہر صبح ہے برہنہ خورشید پرزور ہی تری کلاہ کیا خوب
ظلمات کہون مین یا شب تار ہے زلف تری سیاہ کیا خوب
کیا کیا نہ ستم دکھائے تونے اے عشق ستم پناہ کیا خوب
بوسہ جو طلب کیا شب اُس سے بولا نہ وہ رشک ماہ کیا خوب

ق

دولاب نمط پھرا وہ ہر روز کھینچے کیا دل سے آہ کیا خوب
گاہے نہ کہا ظفر کو لاؤ
بس دیکھی تمھاری چاہ کیا خوب

صبر جانے تو نکر اسکا دل ارعقب نوح مگر پختہ کاری نہ زنہار عقب
ابھی چھا جائیگی آنکھون مین مرتی ہے ریکی بھینک شانیسے نہ تو موے سر لے یار عقب
کان تک کھنچ سکے پہونچا ہین نہ دن کیون نکرات آگے دس پانچ ہین اُس شوخ کے دو چار عقب
نقش بردار ونکا کیون پانون نہین اُٹھتے کیا جانے کہ مرے ہی وہ ستمگار عقب
جب بلا بھیجے اس کوچے مین ہین جاتا ہون چپکے چپکے چلے آتے ہین تب اے خیار عقب
تو جدھر جائیگا اُٹھکر تو یقین ہے ہم بھی مثل سایہ کے ہینگے ترے دلدار عقب

گل مرے ہاتھ کے ہرگز نہ خزاں سے ٹوٹے
پھر سکے کون بھلا صاحب اقبال پہ ضرب

یون فغان کرتا ہی دل چوٹ سے الفت کی مرا
اٹھتی ہی جیسے سدا لگتی ہی گھڑیال پہ ضرب

ہجر مین ہم کف افسوس یہان ملتے ہین
بزم عشرت مین وہان تال کی ہوتی ہی ضرب

تیغ سے لیکے نکلتی ہی جو ہر موج سرشک
خوبرو روکتے ہین ہم سر و مال پہ ضرب

ہوش اڑ جائین ظفر رستم دستانے کے دو ہین
گر ترے ہاتھ سے میدان مین پڑے ڈھال پہ ضرب

چشم پرنم کیا اٹھاوے خاک بسر ہم کا رعب
جبکہ نیسان پر پڑا ہو دیدۂ پرنم کا رعب

سانپ سی کو سمجھکر ہم دہل جاتے ہین آپ
پڑ گیا ہی جیسے دلمین کاکل پرخم کا رعب

کاسۂ سر مین سے پندار ہو تو کیونکہ ہو
خوف کچھ نفخۂ صور جبین کا اور کچھ دم کا رعب

کیون نہو آئینہ ابرو دیکھکر دہ آب ب
ہی حلب مین بھی تری تیغ آتش دم کا رعب

خاک پاے حیدر کرار ہے تو اے ظفر
بندھ سکیگا تیرے آگے خاک بر رستم کا رعب

نہ کہو یہ کہ ہین یہ دیدۂ پرآب حباب
ہو سکے کیونکہ بھلا ساغر خوش آب حباب

میکشی کیلیے کیونکر نہ ترے رشک چمن
صورت جام بلور ہین ہو سر آب حباب

تیغ ابرو سے تری موج ہی کیا کاٹنے ہے
سر پہ کھ خود بھی پھرتا ہی گہر داب حباب

لمعۂ مہر سے کیا پاٹ پہ دریا کے نسیم
صبحدم چمکے ہی شکل گل کمخواب حباب

دل تیرا کس لیے نہو اشاخ و تشنگ آب
ورنہ پیارے ہوتے ہین گیہ یہ سی سنگ آب

رو تی نہین ہی شمع پڑی حال دیکھکر
آتش بکا ہو گیا یہ نہ زہرہ پہ تنگ آب

خط سے نہ کم ہو کیونکہ رخ یار کی چمک
جاتی رہے ہی آئینہ کی زیر زنگ آب

یون خط سبز کے ہین تصور مین تشنہ سبز
کائی سی جسطرح کہ بدل جاے رنگ آب

عارض پہ تیرے ہو عرق افشان کبھی جو لف
پھر جاے یک بیک سر ملک فرنگ آب

مین تشنہ لب ان جام شہادت کا ہد ہو
آئے ہی مجھکو پیتے ہوئے عار و ننگ آب

شرکان مین لخت اے کہان شیرنیستان
آتا ہے دیکھ پینے کو بالاے گنگ آب

تو جلد جام حلقہ جوہر سے دے مجھے
اس اپنی آب تیغ سی اے خانہ جنگ آب

دل کی ظفر ہے بحر محبت مین زندگی
ہان یہنے سچ ہے یہ کہ ہے جان نہنگ آب

چشم کا ہی عشق کی آتش کے چمکانیکو آب
جاہیے روغن یہ ہے اس شعلہ کے بھڑکانیکو آب

چشم تر کیونکر نہ اپنی اشک افشانی کرے
چاہیے ای مردمان قرگاکے خمخانیکو آب

خال رخ تیرا عرق سی سبز ہوتا ہی نہین
سبز کرتا ہے زمین مین دور نہ ہر دانے کو آب

دلکی گرمی کو نہ کھویا آنسوؤنکی چشم نے
سرد کر دیتا ہی ساقی گرم پیمانیکو آب

کام بھی آئیگی قاتل تشنہ کامونکی کبھی
یا یون ہی ہے تیغ بران تیری کھلانیکو آب

دل ہوا پژمردہ میرا اشک افشانی سی آہ
ورنہ ہو جاتا ہی مانع گل کے کھلانیکو آب

عرق ہی حسن ہے اور اس رخ کتابی پر
اگر نہ پھینکنا پانی میں ہے کباب کو عیب

دل برشتہ کو میرے نہ تو جلا اتنا
لگے گا سوختگی ہی کہیں کباب کو عیب

جہان میں دل عاشق کو ہو کہاں آرام
سمجھتا عشق میں ہے کون اضطراب کو عیب

شراب خود نہیں معیوب ساقیا لیکن
بروں کے پینے سے ہے لگ گیا شراب کو عیب

ظفر ہے عشق بتان کا ہنر مرے نزدیک
ہر ایک جانے ہے اس فعل ناصواب کو عیب

خیال رخ ہی ترے قطرہ ہیں پسینے کے
یا دھری ہیں نیلم کے نگینے کی قریب

ناوک افگن تری الفت نے دکھائیں آنکھیں
روزن اک اور ہوا روزن سینے کے قریب

ساغر عشق کو ساقی ازل نے جو بھرا
پہلے جا بیٹھے ہیں اس طے پینے کی قریب

زخم سینے کی نکلتے ہیں ہزاروں شعلے
چارہ گر آئے کہاں اس طے سینے کی قریب

اب تلک شہر بدر ہی ہیں سمجھے وہ ماہ
ہمکو یہاں آئے ہوا ایک مہینے کے قریب

سینہ صافوں سے بھی تم دور جو بھاگو افسوس
کہ نہ وہ بغض کے ہیں بانس کینے کی قریب

کوئی لگجائے اترتے ہوئے شاید ٹھوکر
اس تمنا میں پڑا ہوں ترے زینے کے قریب

ہے نگہبان دل پر داغ کی آہ پر درد
ہے یہ سانپ بٹھایا ہے خزینے کی قریب

خال یہ متصل ناف نہیں تیر کہ ہے
لچہ حسن میں ملاح سفینے کے قریب

دیکھو تم غیر سے صحبت نہ رکھو جانے دو
بیٹھے کسواسطے اشراف کمینے کے قریب

اس طرح سے وہ ہوا تیری نظر سے غائب
نور جو دیدۂ معدوم بصر سے غائب

بل بے ظالم ترے مضمون کمر کی تاثیر
ہو گیا خط مرا قاصد کی کمر سے غائب

اُڑ گئی دل کی سیاہی ترا مُنھ دیکھتے ہی
ہو گئی ظلمت شب نور سحر سے غائب

ہنستے کیا گرم رو راہ فنا ہستی مین
ہو گئے ایک تبسم مین شرر سے غائب

کیونکہ دل موم کروں اُس بت سنگین دل کا
کہ اثر ہے مری فریاد جگر سے غائب

صبر و طاقت ہوئی یون بے خبر کم جیسے
گھر کے آرام کا اسباب ہو گھر سے غائب

نظر عام سے پنہان ہو نہ کیون بندۂ خاص
جو کہ حاضر ہین اودھر ہین وہ اودھر سے غائب

پردہ غفلت کا پڑا دل پہ اسکے ورنہ
وہ تو اک لحظہ نہین حسن مصور سے غائب

کہ گئی دل کو تری چشم پہ افسون کافر
طرفۃ العین مین یہ ملو ہے نظر سے غائب

دیکھکہ اس کو وقت بیجا بی آفتاب
ہو گیا مُنھ پر بجائے آفتابی آفتاب

تیری مے نوشی کی خاطر ساغر سیمین ہوا
اور گرک کیواسطے زرین کلابی آفتاب

خانۂ آئینہ مین ہی اس رخ روشن کا عکس
جلوہ گر ہی یا میان برج آبی آفتاب

اپنی چشم مست کی گردش اگر دکھلائے تو
رقص مستانہ کرے مثل شرابی آفتاب

شام کا وعدہ کیا ہی اُس بے مہر نے
یا الٰہی آج چھپ جا ری شتابی آفتاب

وہ ہلال برو اگر چمکاے تیغ مغربی
نکلے مشرق سے لیے دہان آفتابی آفتاب

جام جم کی اُسکی نظر دیکھ کیفیت چڑھے
ہوئے چشم مست ساقی سے جسے ساغر نصیب

آپکو پہونچائیں دُانتک اسمین ہوئی ہو سو ہو
آج ہم بھی آزمائین اے دل مضطر نصیب

وہ رہا جب تک بہر صورت ہا حیرت زدہ
حسوت آئینہ یہان جسکو ہوا جوہر نصیب

خاک ہو کر بھی گئی گردش نصیبونکی نہ آہ
خاک کو اپنی بگولی مین ہوا چکر نصیب

جسکی آنکھونکو نہ تیری خواہش دیدار ہو
اُسکو دیدار خدا ہو تو نہ اے کافر نصیب

مست اُٹھا آسوگان خاک کو اے روز حشر
اک تری راحت ہوئی ہے اُنکو مر کر نصیب

آتے آتے آتے مٹے میرے دسے پھر جاتے وہ کیون
اے ظفر برگشتہ ہو جاتے نہ میرے گر نصیب

دیکھے گر چشم تری اے گل شاداب حباب
شرم کے مارے دو ہین بحر مین ہو آب حباب

محو نظارہ ہے اُس لجہ خوبی کا تو
کیونکر آنکھون سے نہ اُڑ جاے ترے خواب حباب

میکشی کیلیے کیونکر نہ تری رشک قمر
صورت جام بلورین ہی پر آب حباب

تیغ ابرو سے تری موج ہی کیا کانپے ہی
سر پہ کہ خود بھی پھرتا ہی بگرداب حباب

کیا تعجب ہی جو دریا مین پھرا ہی ہر دم
گردش چشم تری دیکھ کے بیتاب حباب

داغ ہو لکی جو مرے حشر مین دیکھی شورش
زہرہ دوزخ کا ہوا اللہ رے دہین آب حباب

چشم کیا خاک کھے اہل کرم سے ظالم
تیغ کی کھیت کو کرتا نہین سیراب حباب

لمعہ مہر سے کیا پاٹ پہ دریا کے نسیم
سجدہ مین چکے ہی شکل گل کمخواب حباب

کشتی کا ہی یہی بزم محبت مین مزا
دل عاشق ہو کباب و لب یار شراب

دین عرق کھینچ کے کشتی ہی صحت ہوسے
پیے جبتک نہ تری چشم کا بیمار شراب

گر کے ہاتھون سے مرے جام بلاسے ٹوٹا
پر کرے پانون سے گر کر گنہگار شراب

چشم مانی کے کرشمہ سے عجب کیا کہ پیے
زاہد گوشہ نشین بھی سر بازار شراب

بات دل کی نہ کہی اس بت عیار نے ایک
اے ظفر ہمنے پلائی اُسے سو بار شراب

کرتی ہی ہر لحظہ مجکو میرجان کا ہی خراب
کاہش جان سے ہوئین بھی عشق مین کیا ہی خراب

ماہ سرگردان ہی اور ماہی تہ بار گران
خوب دیکھا تو یہان ہی سے تہ ماہی خراب

دیکھ میرا حال کیا سوز و گداز عشق سے
بزم عالم مین ہی جو شمع سحر گاہی خراب

وا نہو غنچہ تو پھر کیون ہو پریشان اسقدر
کرتی ہی اسکو صبا تیری ہی خواہی خراب

خضر راہ منزل مقصود کر تو عشق کو
ورنہ ای رہ رو کریگی تجکو گمراہی خراب

لغل کو راحت زیادہ ہی جوان پیرسے
چین نادانی مین ہی کرتی ہی آگاہی خراب

اے ظفر چاہیے خرابی تیری جی خانہ خراب
کردے اوسکو تیرا اقبال تنعماہی خراب

ردیف بائے فارسی

اُٹھ کے پہلو سے ہمارے جسطرف جائینگے آپ
مثل سایہ آپکے ہمراہ ہم آئینگے آپ

بے سبب چرخ ہی اک سر کین آپ سے آپ
سر پھرا اور کسی کا تو نہین آپ سے آپ

ہی نہ خاک بھی کوئی ترا عاشق خبات
ورنہ کب آ ہی در ش مین مین آپ سے آپ

ہاتھ ہو پنجا بھی نہین تا سر لف چیین
ہو گئے ہمسے وہ کیون چین بجبین آپ سے آپ

بخت برگشتہ اگر ہو گئی سیدھے اپنے
تو چلے آئینگے سیدھے وہ نہین آپ سے آپ

دیر کی گھر سے نکلنے مین جو تمنے تو یہان
تن سے جائیگی نکل جان حزین آپ سے آپ

عشق چمکائے اگر داغ جگر کو اپنے
ہو وے بھر کشور دل پر نمکین آپ سے آپ

کھینچین ہم کلک تصویر تیری تصور
ہوے مفتوح گر چین بیکھے چین آپ سے آپ

گر محبت ذ دیا دل کی صفائی مین اثر
ہے مرنے کا انھین ہونگا یقین آپ سے آپ

کیسی تدبیر ظفر جب وہ کرے اپنا کرم
کام بگڑے ہوے بنجائین یونہین آپ سے آپ

حضرت دل تلخ میری زندگی کرتے ہین آپ
ہر کسی پر مفت جو لوطفان لیے مرتے ہین آپ

یار دنیا نے اٹھایا جامہ ذ جانے دھرا
ہل دنیا ہین اٹھائے اٹھائے دھرتے ہین آپ

کیا خط و پیغام بھیجین ایک ڈر دو نو طرف
اسطرف ڈرتے ہین ہم اور اسطرف ڈرتے ہین آپ

اس حسین مین کیا کہین کیونکر ہو پھر جاے ہی
جون صبا ہم پھونک تک اپنے قدم دھرتے ہین آپ

اے ظفر باعث ہی ٹھنڈی سانس بھرنے کا یہی
سرد مہر و نکی ہے لفت اکا دم بھرتے ہین آپ

کرین عرض حال پنا سب آپ سے — رہے پھر پہلی کی گنہگار چپ
کہا تیرے غمگین نے چپکے سے کیا — کہ سب ہو گئے اُسکے غمخوار چپ

ظفر اور بحر و قوافی بدل
نہو پڑھ کے یہ چند اشعار چپ

ہوے دونون کچھ ایسا سو چکے چپ — کہ وہ چپ ہین اُدھر اور ہم اِدھر چپ
خدا جانے جواب اُسنے دیا کیا — کہ آیا وہان سے میرا نامہ بر چپ
دماغ گل بہت نازک ہے بلبل — نہ کر شور اتنا اے شوریدہ سر چپ
ہمین بھاتی ہی گپ چپ کی مٹھائی — دم بوسہ نہ بول اے لب شکر چپ
ذرا بولا جو غنچہ تو صبا نے — کہا مُنھ پر طمانچہ مار کر چپ
کہان ہی دل جلونکو تاب گفتار — سراپا گو زبان ہی شمع پر چپ
ہوئی ہی آج مدت ہین تب و صل — ذرا سونے دے اے مرغ سحر چپ

کہون کر حال رسوائی سہے لیکن
رہا جاتا نہین مجھ سے ظفر چپ

کیا ہو مجھسے کشیدہ ہی وہ کر آپ سے آپ — کشش دل اسی کھینچے گی اُدھر آپ سے آپ
اوس دل آزار کا کیا جائیگا خون مجھسے — دل دھڑکتا ہی مرا دو دو پہر آپ سے آپ
ہی ابھی رات کہان جاے ہی اے ماہ لقا — بول اُٹھتا ہی یونہین مرغ سحر آپ سے آپ

کہیئے نہ دس مین بیٹھ کے آپس کی بات چیت
ہوجیگی دس ہزار جگہ دس کی بات چیت

کبتک رہین خموش کہ خاطر سے آپ کی
ہنسنے بہت سنی کسی ناکس کی بات چیت

ریا نہین تمھین لب شیرین سے حرف تلخ
اس لعل فیکر مین ہے جو کچھ اسکی بات چیت

کوئی نہین سمجھتا کہ ہمکیسی سے کیا
پوشیدہ تیرے کشتہ بیکس کی بات چیت

درویش کو ہی اپنے گلیم و نمد سے کام
سنتا نہین وہ مخمل و اطلس کی بات چیت

دیکھا گزار تیر حوادث جو پے بہ پے
جانا کہ ہی یہ چرخ مقوس کی بات چیت

قطعہ

مدت کے بعد حضرت ناصح کرم کیا
فرمایئے مزاج مقدس کی بات چیت

پر ترک عشق کے لیے ارشاد کچھ نہو
مین کیا کرون نہین ہے بس کی بات چیت

گیا یاد آ گیا ہے ظفر پنجۂ نگار
کچھ ہو رہی ہے بند و مخمس کی بات چیت

نیکہ بینی ہمہ ہا قالب و جان ہمہ اوست
بلکہ ہم قالب و ہم روح روان ہمہ اوست

انچہ بیرون درون ہا نست ہمان
راز فاش ہمہ و سر نہان ہمہ اوست

در پس پردہ و بی پردہ در آید از دل
بی نشان و بسبب نام و نشان ہمہ اوست

نیست دیر و حرم از تیغ و برہمن آباد
ہمہ مہمان مکینی بمکان ہمہ اوست

می آن گوہر یکتا کہ نیرزد بدو کون
چشم بکشا و ببین عیب و کان ہمہ اوست

سیر آتا نہین بہ بین عزیزو بے زر
مجھ مین مقدور نہین یہ تو ہے مقدور کی بات

دولت حسن کا ہے جیسے ظفر اُسکو غرور
خالی از غرہ نہین کچھ بت مغرور کی بات

ہین وہ ہم ہین کہ جو کہ لیتے ہین اکثر برداشت
ورنہ ان باتونکی ہو کس سے ستمگر برداشت

نقد دین و دل و جان کھو کے سیہ بختون نے
کی ہے سرکار مین اُس لعل کی کیسر برداشت

ہو تو آئینہ مکدر ہے نفس سے ہمدم
بات کی کسکی کرین صاحب جوہر برداشت

نہ تو تابوت نہ تختہ نہ کفن ہے نہ لحد
اس ترح کی کشتۂ بیکس کی ہو کیونکر برداشت

اُٹھ گئے ظلم اُٹھا کرتے ہم دنیا سے
سنگ دل اور سوا ہو دیگی پتھر برداشت

ہر دہ باری جو دل مہر گزین مین ہے مرے
یہ تحمل کیسی مین نے نہ دلبر برداشت

کیون نہ برداشتہ دل زیست سے ہو مین کہ ظفر
تیغ بر قتل مین آن غمزۂ کافر برداشت

تھا جو کوٹھے پہ وہ ہی جلوہ کنان ساری رات
تو رہی چشم ستارہ نگران ساری رات

ہجر مین ہم جو رہے اشک فشان ساری رات
تارے گنتے رہے اے ماہ تو سارے رات

توڑے کس مست نے تھے جام کہ میخانے سے
طرف صبنی کی سی آتی ہے فغان ساری رات

آفرین آپکو سونے نہ جگانے اور ہم
پس دیوار رہے گرم فغان ساری رات

دیکھا انجم کو جو یاد آئے وہ دندان
مثل شبنم مین رہا اشک فشان ساری رات

دوست یکرنگ کہان جبکہ زمانہ ہو دورنگ
کہ وہی صبح کو دشمن ہے جو ہے شام کو دوست

میرے نزدیک ہے واللہ وہ دشمن اپنا
جانتا جو کہ ہے اس کافر خو کو دوست

دوستی تجھسے جو اے دشمن آرام ہوئی
میں راحت کو سمجھتا ہون آرام کو دوست

چاہتا وہ ہے بشر جس سے بڑھے عزت و قدر
پہلے موقوف کرا اپنی طمع خام کو دوست

جو ہے اے رشک چمن کشتہ تری آنکھون کا
کہتے ہین گورپر اسکی گل و دام کو دوست

اے ظفر دوست ہین آغاز ملاقات مین سب
دوست پر وہی ہے جو شخص ہو انجام کو دوست

کہہ بیٹھون جو سوز غم ہجران کی حقیقت
کچھ بھی نہ ہے آتش سوزان کی حقیقت

تدبیر رفو کیا ہو کہ اب دست جنون مین
رہی نہ مری کچھ بھی گریبان کی حقیقت

آنکھون سے ہے یہ دیدۂ گریان نے دکھایا
کانون سے سنا کرتے تھے طوفان کی حقیقت

جو حرف ہے مطلب کا وہ تسکون سے مٹے ہے
کیا خط مین لکھونگے غم پنہان کی حقیقت

صد کان نمک صرف ہو ہر زخم مین میرے
قاتل نہین کچھ ایک نمکدان کی حقیقت

ہو گرمی مضمون سے جگہ مہر کی اک داغ
گر خط مین لکھونگے دل سوزان کی حقیقت

حاضر ہے دل و جان کہ ظفر یار کے آگے
کچھ ولی حقیقت ہے نہ کچھ جان کی حقیقت

کب بنائے سے بنے ہے کوئی تدبیر کی بات
بات وہی ہے کہ جو بات ہے تقدیر کی بات

کیا تری لعنت کے گھر میں ہوئی مہمان تھی رات
تیرہ بختی سی مری ست گریبان تھی رات

کہکشاں سینۂ گردوں پہ نمایاں تھی رات
کسکے ماتم میں کیے چاک گریباں تھی رات

جوش گریے سے ترے ہجر میں اے رشک چمن
چشم بد دور یہ آنکھ اپنی بہاراں تھی رات

سوزش دل کا مری مجھ سے نہ پوچھو احوال
کہ مرے سینہ میں اک شعلہ سوزاں تھی رات

شمع کیطرح مجھے رات جو سولی پہ کٹی
یاد قامت تری اے سرو خراماں تھی رات

حلقۂ زلف میں یکجا رخ روشن اسکا
لیے آغوش میں خورشید درخشاں تھی رات

چشم ہر آپکے چھینٹے نے بچایا ورنہ
لائی کیطرح حرارے تپ ہجراں تھی رات

بے تاثیر تھے عشق کی ہمنے دیکھا
شمع خاکستر پروانہ پہ گریاں تھی رات

زخم پر تیغ جدائی کے جھکالے دیتی
اے ظفر چرخ پر انجم سے نمکداں تھی رات

نئے اوکا فر بدکیش فن راد ھیان سی بات
جھوٹ کہتے نہیں ہم کہتے ہیں ایمان سی بات

ہیر وہ کیا بات کہ تو یوں ہے عدو دل و جان
ہمنے مانی تری ہر ایک دل و جان سی بات

بول سکتے نہیں محفل میں تری ہم منہ سے
کوئی کہتا ہی تو سن لیتے ہیں ماں کان سی بات

قطع کرتا ہی جو گلگیر زبان کو اسکی
ایسی سرزد ہوئی کیا شمع شبستان سی بات

یہی قسمت کا لکھا پھیر نے منہ وہ نوخط
اپنے مطلب کی کہوں کر کسی عنوان سی بات

بولتے طوطی تصویر کو دیکھا کس نے
کیونکر نکلے دہن عاشق حیران سی بات

زر فراہم کرکے نادان نے نہ تو قارون کی ارث
علم کر پیدا ملے تا موسےٰ و ہارون کی ارث
عشق مین یون قیس نے پائی تری مجنون کی ارث
جس طرح پہونچی ارسطو کو ہے افلاطون کی ارث
لکھ دے مہر داغ سے اپنے سیہ نامہ جنون
کب کہا سینے کہ ہے اتنی زمین اموان کی ارث
میل گندم کی طرف جنت مین آدم نے کیا
ہو گئی ہے ہو عشق حسن گندم گون کی ارث
جون صدا جو خانہ زاد حلقہ زنجیر ہو
خانہ زندان نہ کیون ہو گھر ہے اس مجنون کی ارث
دیکھ دور چشم ساقی عقل چکر مین گئی
کیا ہوا گردش تھی گر پہ پشت سے گردون کی ارث
آل تغا غنم سے نسلاً بعد نسلاً لکھ دیا
خون فشانی ہے یہ اشک دیدہ پر خون کی ارث
دی سزا گو اسنے کشتہ کو زمین صد کر تھی
نے ہبہ نے زر خریدا اور نہ یہ اس مدفون کی ارث

چھوٹے ہم دام سے صیاد کے پر کیا حاصل
نہ تو پا گل کا ملا اور نہ گلزار کا کھوج

بے خلل پردہ دلداریِ موراخ نہیں
ہم نکالے ہیں گے اس زن یار کا کھوج

جب دو چار قدم آئے سہ جوں نقش قدم
مٹ گیا خاک نشینو نہیں سو دو چار کا کھوج

اے ظفر کیونکر رہو ہو کہ جنوں کے ہاتھوں
ہاتھ آیا نہ گریبان میں کہیں تار کا کھوج

جیسے کہ ہیں موزلف کے خم سے کج و دار کج
ہے بو نہیں مزاج آپکا ہے سے کج و دار کج

ہو چہ نہیں ہو یہ حباب نکھ دکھاتا
چلنے لگی کچھ موج بھی تم سے کج و دار کج

ہے کجروی چرخ دلا ایک جہان سے
تنہا نہیں کچھ یہ مرے دم سے کج و دار کج

پلکیں تری بڑگر یہ جو ٹھہری ہو سب سے
سر تیر و نکے ہو جاتے ہیں نم سے کج و دار کج

بیڈھب کج و دار کی تھی جیں جیں پر
رہتی ہے طبیعت سی غم سے کج و دار کج

ہو وصف میں اس لعل کے یہ ہاتھ کو رعشہ
اب حرف نکلتے ہیں قلم سے کج و دار کج

تشنہ ہوں ظفر اسپہ کہ اس مست کی شمشیر
چلتی ہے عجب طرز ستم سے کج و دار کج

کلی جو لالۂ احمر کی مسکرائی آج
ہنسی جمن میں مجھے تیری یاد آئی آج

مسی یہ شوخ نے لب پر نہیں لگائی آج
کھٹا ہے چشمۂ حیواں سے خوب چھائی آج

نہیں ہے وجہ کدورت کوئی مجھے معلوم
کرون کس آئینہ رو سے جبیں صفائی آج

گر کبھی دل مین سرایت اپنے جب تاثیر موج	تب کھلی دریا دلون پر ہمدمون توقیر موج
اسلیے پھرتا ہی سر پر خود کو رکھکر حباب	عرصۂ دریا مین ہتی ہی علم شمشیر مو
مت ہو اپنے عشق مین نادل دیوانہ تو	پاؤن دیوانون کے پڑتی ہی سدا زنجیر موج
یہ سرشک چشم پر عکس شرہ مردم نہین	ہی سلیمانی کے دانے پر عیان تحریر موج

چین پیشانی نہین اُسکی ظفر دیکھو تو اب
صفحۂ قدرت پہ ہی کھینچی ہوئی تصویر موج

ردیف جیم فارسی

سب گل رہان ہیچ ہی سب کارہان ہیچ	اس ہیچ سی امید ہی اے ہیچدان ہیچ
جن نامورون کے کہ جہان پر نگین تھا	اب ہو ڈھونڈھیو تو نہین نام و نشان ہیچ
مانند حباب اپنے نفس مین ہی خرابی	اس منزل فانی مین ہو بنیاد مکان ہیچ
ایک عمر ہی ہے مایۂ دنیا سی گران بار	آخر کو جو دیکھا تو بجز بار گران ہیچ
خوبان جہان کا ہی تو کیا محو تماشا	جنکی کہ کمر ہیچ ہی جنکا کہ دہان ہیچ
اس باغ مین تھوڑی سی بہار اور پھر اسپر	اے نوگل خندان مجھے تشویش خزان ہیچ
ہو جنس تنک لہ یہ مہتی کے نہ خواہان	یہ جنس بازار یہ گوہر یہ دکان ہیچ
آواز طرب گوش دل محو فنا سے	جز نالہ و فریاد و بجز آہ و فغان ہیچ
جو ہونی ہی ہوگی نہین امکان کہ ٹلوے	پھر فکر سے کیا فائدہ غیر از خفقان ہیچ

آپ کا چوری ہو جانا کھل گیا شاید ظفر
آج چرچا ہو رہا تھا آپ کے گھر والوں کے بیچ

دیکھنا کیا آپ سے اس چشم کے میکو کے بیچ
ہے یہ زیبا سرو بسر شاخ سر آہو کے بیچ

طوق قمری کی نہیں گردن میں اسنی کے بسبا
یہ اٹھایا عشق میں ہے سر و آب جو کے بیچ

ساتھ سونے میں لپٹ کر اس طرح سے لطف ہے
پانو نہیں پانو کو ہیں بازو میں ہو بازو کے بیچ

جسم لاغر کو مرے دیکھ وہ بل کھاتے ہوئے
آگ پر چلتے نہ دیکھے ہو تو میرا مو کے بیچ

ہے حیا اس غمزہ خونریز کو کس سے دیکھو
رکھ لیا پردہ دو بردہ دیکر تلوار زانو کے بیچ

پہلوان غم سے ہے ہر جو کشتی رائگاں
کاہیکو رستم کو بھی ہیں یاس قابو کے بیچ

آگیا دل بیچ میں عشق کا دفعتہً میکشی
دیکھکر گردن میں ستارہ بنے لچھے کے بیچ

اے ظفر ہر بات اسکی بیچ سے خالی نہیں
میرے دیکھے کوئی پوچھے اس بت بدخو کے بیچ

ٹکڑے ہیں میں آنسو نہیں دیکھا چار پانچ
سرخاب بیٹھے پانی میں ہیں ملکے چار پانچ

منہ کھولے ہیں زخم جو سل کے چار پانچ
پھر لٹکے ہو سے خنجر قاتل کے چار پانچ

کہنے میں مطلب انسی ہیں لکھے چار پانچ
کیا لکھے ایک منھ ہیں وہاں ملکے چار پانچ

دریا میں گر پڑا وہ اشک ایک گرم
بھاؤ لٹ گیا ہو گئی ساحل کے چار پانچ

دو چار لاشے اب بھی پڑے تیرو در میں
اور آگے دب چکے ہیں تو گل کے چار پانچ

دیکھنا مردم طلسم حسن وہ ترکس نگہ
قتل کرنا ہو تجھے تو شمشیر کو آنکھوں سے کھینچ

کھینچنا سینہ سے تیرا تیر کب منظور ہے
ورنہ دل خاطر کو ناحق بیر کو کاہے کو کھینچ

وہ گئے گر آنکھ سے سرمہ لگائے تو ظفر
آنکھ میں وہ سرمہ کی تحریر کو آنکھوں سے کھینچ

اڑ گیا گل کا جو یوں رنگ گلستان کے بیچ
لے سیا کیا خبر اس کی ہے پریشان کے بیچ

دم میں دم میرے نہیں جان نہیں جان کے بیچ
ظرف کیا کہتی ہے جھجکی کے مرے کان کے بیچ

موج زن چشم سے ہیں اشک خدا خیر کرے
غرق ہو کشتۂ افلاک یہ طوفان کے بیچ

گر پڑا کوئی سیہ مست کہ میں میں دیکھو
حال کا جل کا ہے وہ آنکھ نہ خدا جان کے بیچ

عمر کرتا ہوں بسر اپنی پریدیوں میں
ہوں وہ انسان کہ نہ ہوں نہ ہوں نہ ہوں

سر جایئے نہ ہو جیے منت کش مسیح
اتو یہی ہی اس ترے بیمار کی صلاح

کاکل مین دل پھنسے کہ گرفتار زلف ہو
فرمایئے جو آپکو ہو سرکار کی صلاح

انکار وصل کیونکہ نہو تیرا مشورہ
ہی ان تمہین جو ندین کبھی قرار کی صلاح

ٹھہری تھی انکے آنیکی پھر آج اسطرف
لیکن نہ ٹھہری اُنکے طرفدار کی صلاح

کہنے پہ کیجے پیر خرابات کے عمل
لیجے نہ زاہدان ریاکار کی صلاح

برگشتہ بخت وہ ہون کہ پیچھو جو دلکا پن
پھر جاے لیتے لیتے خریدار کی صلاح

کیا ذکر اپنے منھ سے نکالین وہ ایک بات
جب تک کرے نہ اے ظفر انہو دو چار کی صلاح

سب حلدار و نکو دیکھا ہمنشین اچھی طرح
اُس پریرو سے کسی کی بھی نہین اچھی طرح

گر پڑھی خط بھی تو نو خط تو خط سو غیر کے
حرف مطلب کا نہو خاطر نشین اچھی طرح

سرد مہری کسطرح نہو اُس بی مہر کا
ہو گر تاثیر آہ آتشین اچھی طرح

جھین کر تو لیجلے ہو گو ہر دل کو مرے
پر نہ رکھو دینا اسے رکھنا کہین اچھی طرح

یہ گئی دریا ابھی ہمنی نچوڑے بھی نہین
پونچھ کر آنکھو نکی آنسو آستین اچھی طرح

سر مرا حاضر ہی قاتل سوچتا ہی کہین کیا
امتحان تو کبھی اپنی تیغ کین اچھی طرح

خواب غفلت سے کوئی دم جاگ تو زیر فلک
جاکے سونا غافلو زیر زمین اچھی طرح

تو اگر غم مین محبت کے نہوتا مبتلا
کیا گذرتی اے دل ناشکبین اچھی طرح

سمجھایا تو نے ہمکو تو سو طرح ناصحا
لیکن ہمارا دل نہین سمجھا کسی طرح

بے طرح دام زلف بتان مین ہو دل اسیر
چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح

روتے ہی روتے ٹوٹ گیا رشتۂ حیات
پر آنسو دمکا تار نہ ٹوٹا کسی طرح

ٹھہرے اک زمانہ سے گردون اگر بنے
اُسکو ظفر بنایئے سیدھا کسی طرح

ساقی جو تو نہو ہے بوقت شراب صبح
ہو آفتاب حشر مجھے آفتاب صبح

زلف اپنی رخ پہ دیکھ ذرا سلیکے آئینہ
دریا پہ گر نہ دیکھا ہو تو سحاب صبح

ہین کامیاب صبح صبوحی سے بادہ کش
زاہد نماز صبح سے ہے فیضیاب صبح

یون تفنگان کو دے ہے مرا آب تیغ یار
مست مئے شبانہ کو جس طرح آب صبح

کیا تاب آفتاب مین ہو اتنی روشنی
جھلکے ہے حسن اور بھی زیر نقاب صبح

پیری مین گرچہ حلاوت غفلت زیادہ ہو
یارو عجب ہے سمجھو کہ شیرین ہے خواب صبح

نور جمال کا ظفر اُسکے نہ پوچھ وصف
عارض جواب مہر و جبین ہے جواب صبح

ردیف خا معجمہ

برگ گل باغ مین ہین سُرخ تو کیا خوب ہین سُرخ
پر خائی پہ ترے ناخن پا خوب ہین سُرخ

اشارہ دار پہ ہے کھینچنے کا یہ کس کے
کہ آسنے گاڑی ہے لوہے کی اپنے گھر مین سلاخ
وہ اپنی آنکھون مین پھیرے جو میل سرمہ کی
تو کیون نہ رشک سے ہو میری چشم ترمین سلاخ
قفس مین دل سے ہنستا ہے مثل بیخ کباب
ہمیشہ آہ جگر شعلہ در شررمین سلاخ
شراب تند کے پیتے ہی بن گئی ساقی
گلوسے سینے تلک میرے لحظہ بھر مین سلاخ
ظفر کنارے سے اے سنگدل حذر کر تو
گذر ہی جاے ہے یہ کوہ کی کمر مین سلاخ

دیگر

خاکسار اے دشت کی مجنون جو تیرا کھائے چرخ
چرخ کے نیچے بگولا دوسرا بنجاے چرخ
میرا رونا دیکھکر ہر رات تجھ بن مہ لقا
اشک انجم سے نہ کیونکر چشم مین بھر لاے چرخ

دل بیتاب سے میرے جو ہو سرزد نالہ
مارے عالم ابھی اس گنبد افلاک مین چرخ

کرے کیفیت چشم اپنی دکھائی اے شیخ
دختر رز کی جو کھاتا ہے پڑا تاک مین چرخ

شکل مرغ قفسی یہ دل بیتاب مرا
کیونکہ کھائے نہ ظفر سینہ صد چاک مین چرخ

آنکھین تری نشے مین ہین یون پیچاب سُرخ
جیسے شراب سُرخ مین ہووے حباب سُرخ

رخ ہے زرگیسوے پیچاب سُرخ
یا شام کو شفق سے ہوا آفتاب سُرخ

یون آہ سوزناک نے جلسا دیا جگر
ہو جیسے بھُن کے سیخ کے اوپر کباب سُرخ

ب سُرخ اوسکے روے کتابی مین دیکھنا
شنگرف سے کتاب مین جو لکھے باب سُرخ

ظاہر ہے یون گلوے تری پیچ پانکی
جون شیشۂ بلور مین جھلکے شراب سُرخ

رنگت ہے جو کہ اُوس لب نازک کی ہمسر
دیکھا نہ ایسے رنگ سے ہنسے گلاب سُرخ

رو تا ہون یاد پاے نگاری مین آپکے
نکلے ہے اشک آنکھ سے جیسے شہاب سُرخ

منقار طوطی ایسی نہین سُرخ جیسی ہے
خارمژہ ہے میرے سبب خون ناب سُرخ

کس پر غضب کیا ہے کہ غصے سے اے ظفر
ہے آج یون جو روے بُت پُرعتاب سُرخ

جبکہ ہو تجھ بن مجھے خواب و خور و آرام تلخ
زندگی کیونکر نہو پھر اے بت خودکام تلخ

اُس شکر لب کی زبانی لگتا ہے شیرین مجھے
ورنہ لگتا ہے ہر اک انسان کو دشنام تلخ

روتا ہون کسکے دست نگارین کی یاد مین
آنسو ہین میری چشم مین جیسے شہاب سُرخ

اے مست ناز دل کا مرے سوز عشق سے
یہ رنگ ہے کہ جیسے ہو بھبکر کباب سُرخ

ہو لعل لب سے روے کتابی کی کیون نہ زیب
شنگرف سے کتاب مین لکھتے ہین باب سُرخ

خون جوش مین ہے تیرے شہیدون کا بیدریغ
نکلا زمین کے پردے مین جو آفتاب سُرخ

ہے میرے اشک خون سے ظفر راہ عشق مین
ہر سنگ ریزہ صورت لعل خوش آب سُرخ

بیچین کرتا ہے شبخون کی مری تدبیر چرخ
کہکشان سے کیون نہ کھینچے رات کو شمشیر چرخ

گردش چشم سیاہ یار دکھلا کر مجھے
دیکھیے دیتی ہے کیا کیا گردش تقدیر چرخ

ایک شب گھر مین بلا دون اپنی ہمدوش کو مین
دے ستارے مین مرے اتنی کہان تاثیر چرخ

وہ بلا چکر ترے دیوانے کے ہے پاؤن مین
کھائے ہے جسکی اثر سے حلقۂ زنجیر چرخ

اس چمن مین تیرے ہاتھون سے گل و غنچہ پیر صبح
ہے کوئی خاطر شگفتہ اور کوئی دلگیر چرخ

ہے بنائے خانۂ دنیا خرابی کے لیے
اس زمین پر کر چکا ہے کتنے گھر تعمیر چرخ

قد خمیدہ ہے مرا گو ضعف سے مثل کمان
پر مرے نالون سے ہے آماج گاہ تیر چرخ

چرخ فانوس خیالی اور ہم سرت زدے
کھا رہی ہین اس مین کیا کیا صورتین تصویر چرخ

خاک ہو گردش زدون کی گر شریک گرد باد
اے ظفر ہووے نیا اک زیر چرخ پیر چرخ

کوئی رہ سکتا زمانے مین نہین اک طور پر
کچھ سے کچھ کر ڈالتا ہے اے ظفر دم بھر مین چرخ

دیتا ہے جو مزا ترے لب سے کلام تلخ
رکھتی ہے کب یہ لطف مئے لعل فام تلخ

صیاد آب و دانہ کی تو پوچھتا ہے کیا
ہے اتبو زندگی بھی مجھے زیر دام تلخ

دہ تلخ کام ہون کہ مرے وقت تشنگی
ہو جاوے آب چشمۂ شیرین تمام تلخ

کیا کیا غضب ہے زہر اوگلتے ہو تم ولے
اک حرف منھ سے کہتا نہین یہ غلام تلخ

صفراے رنج و غم سے ہی تر ہے مریض کا
منھ تلخ حلق تلخ زبان تلخ کام تلخ

ہے شیشۂ سپہر مین زہر اب جامے مے
کیونکر نہ عیش بزم جہان تلخ کام تلخ

گو حرف پند تلخ ہے پر دل مین رکھ ظفر
اک روز یہ دوا ترے آئے گی کام تلخ

ردیف دال مہملہ

قدر اے عشق رہے گی تری کیا میرے بعد
کہہ مجھے کوئی نہین پوچھنے کا میرے بعد

زخم پر دل کے گوارا ہے مجھے گو یہ نمک
کون چکھے گا محبت کا مزا میرے بعد

در جانان سے مری خاک نکر بر باد
دیکھ جانا نہ ادھر باد صبا میرے بعد

خاک صحراے جنون یون ہی اگر تیرے سے
کوئی آئے گا نہین آبلہ پا میرے بعد

میرے دم تک ہے ترا اے دل بیمار علاج
کوئی کرنے کا نہین تیری دوا میرے بعد

دوس ستمگر نے مجھے جرم وفا پر مارا
کوئی لینے کا نہین نام وفا میرے بعد

چینا گلی مین اوس کے ہین موتی یہ کیا طلسم
چمکا ہے آفتاب نے انجم کرن کے گرد

قوس قزح ہے اپنی کسی نوجوان کا خون
گلگون ہے جانب دامن چرخ کہن کے گرد

حسرت ہے اوس اسیر قفس پر کہ جسکے پر
اوڑتے پھرے ہین بعد فنا بھی چمن کے گرد

ظفر

ہوتا ہے صدقے یون اوس شعلہ خو کے دل
پروانہ جیسے پھرتا ہے شمع لگن کے گرد

ایسی آنکھون مین سمائی رخ جانان کی نمود
کہ نظر پر نہ چڑھی مہر درخشان کی نمود

ہے عجب حسن سے خط رخ جانان کی نمود
دیکھو کس صورت زیبا سے ہے قرآن کی نمود

قدر عنا کو ترے دیکھ کے اے رشک چمن
ملگئی خاک مین سب سرو گلستان کی نمود

متصل زلف کے چمکے ہے کہان وہ دو گوش
ہے سر شام گہ اختر تابان کی نمود

مین شہید اوس لب لعلین کا یون نمونہ مرے
سنگریزون مین بھی ہو لعل بدخشان کی نمود

کھلکھلا کر جو ہنسے باغ مین وہ غنچہ دہن
باندھے بلبل نہ پھر اپنے گل خندان کی نمود

مرجا دست جنون اس تری چالاکی کو
تجھی نام کو بھی تار گریبان کی نمود

شعلۂ آہ جگر سوز جو میرا ہو بلند
تو نہو رات کو بھی شمع شبستان کی نمود

تارا شکون کا جو مژگان سے ہم اپنی باندھین
تو نبندھے دیدۂ مردم مین نہ باران کی نمود

صبح روشن کو جو زلفون سے چھپایا اوس نے
وصل کے دن بھی ہوئی اک شب ہجر انکی نمود

اے ظفر خاک سے انسان کا بنا ہے پتلا
خاکساری ہی سے دنیا مین ہوا انسانی نمود

تو میری طرف مائل نظارہ ہو کیونکر
آئینہ ترا طالب دیدار ہے موجود

بنا و محبت کے یہ آثار ہین دیکھو
عاشق جو تمہارا پس دیوار ہے موجود

ابروکش مہ نو ہو خم ابرو سے جو اوسکی
کہتا ہے خبردار یہ تلوار ہے موجود

جز اشک مسلسل نہین کچھ پاس ہمارے
یہ تیرے لیے موتیون کا ہار ہے موجود

کہتا ہے تصور مین دل وس زلف سیہ کے
مین جاؤن کدھر سر پہ شب تار ہے موجود

ٹھہری کئی بار اونسے کہ اب ہووے ملاقات
پھر دیکھو تو ہر بار یہ تکرار ہے موجود

پڑھا اور غزل کوئی یہ تبدیل قوافی
واللہ ظفر قافیہ بسیار ہے موجود

سب رنگ مین اوس گل کی مرے شان ہے موجود
غافل تو ذرا دیکھ وہ ہر آن ہے موجود

ہر تار کے دامن کے مرے کرکے تبرک
سر بستہ ہر اک خار بیابان ہے موجود

عریانی تن سے یہ بہ از خلعت شاہی
بکو یہ ترے عشق مین سامان ہے موجود

کس طرح لگاوے کوئی دامان کو ترے ہاتھ
ہوتی ہو تو اب دست و گریبان ہے موجود

یکتا ہی رہا رات ترے رخ کی بلا مین
تو پوچھ لے یہ زلف پریشان ہے موجود

تو چشم حقیقت سے اگر آپ کو دیکھے
آئینہ حق مین دل انسان ہے موجود

کہتا ہے ظفر ہان یہ سخن آگے سبھون کے
جو کوئی یہان صاحب عرفان ہے موجود

دیگر

تھا تری تیغ تبسم مین حلاوت کا وہ جوش
رہ گئے میرے لب زخم جگر بند کے بند

بند دریا کے بندھین خاک کہین تو ٹوٹے
جوش گریہ نے تری دیدۂ تر بند کے بند

جان دین اہل جہان گھر سے جو باہر نکلین
کیونکہ اس حال مین رہ جائین نہ گھر بند کے بند

پنجۂ یار کا شب بندھ جو گیا دل مین خیال
کہدے رہنے نہ خمس کے ظفر بند کے بند

چڑھ گئی گرچہ مری خاک سے فلاک پہ گرد
نہ پڑی پر کبھی اوس ماہ کی پوشاک پہ گرد

خاک اڑائی جو رہ حرص مین تو اور جمی
اہل دنیا کے سوا جامۂ ناپاک پہ گرد

نہ چھپی دل کی کدورت کہ غبار خط سے
صاف ظاہر ہے ترے روے خضب ناک پہ گرد

دیکھے ہے وہ مرے مژگان غبار آلودہ
دیکھکر اپنی گلی مین خس و خاشاک پہ گرد

وہ مری گردش طالع ہے کہ جسکے آگے
ہو گیا کاسۂ گردش زدہ بھی خاک پہ گرد

دل پر آبلہ سے گر ہو مقابل تو سبا
جھاڑ دے خوشۂ انگور کی بس تاک پہ گرد

صرصر حرص و ہوا سے ہے مکدر عالم
اے ظفر سب کے پڑی ہو رخ ادراک پہ گرد

ردیف ذال معجمہ

کیونکہ خسرو کو لگین اوسکے نہ دشنام لذیذ
جسکا شیرین ہو دلا نام خدا نام لذیذ

تشنہ لب جو کہ شہادت کی ہین اونکو قاتل
کیون نہ شربت سے ہون آب دم صمصام لذیذ

خدنگ عشق ہوا کیا جگر کو توڑ کے پار
یہ تیر وہ ہے کہ جاوے جگر کو توڑ کے پار

ہزار دن روزن در بند کیجئے گا آپ
نگاہ جاویگی دیوار و در کو توڑ کے پار

اسے نہ آنکھ مین تل سمجھو تم یہ روزن در
نظر کا تیر گیا ہے نظر کو توڑ کے پار

وہ ترسکا نہین دریائے عشق کو کوئی
چلا ہے کیلیے فرہاد سر کو توڑ کے پار

فلک سے آہ ہماری گذر گئی اس طرح
کہ جیسے تیر کوئی ہو سپر کو توڑ کے پار

کہان ہے اوس لب نازک پہ گفتگو ہی نہو
ہوے ہین خاک سے گلبرگ تر کو توڑ کے پار

قلق سے تھا شب مہتاب مین یہ حال اوس بن
ظفر ہوا ہی تھا نالہ قمر کو توڑ کے پار

نہین دیر تو کچھ بڑی دو گھڑی بھر
اگر ٹھہر جاؤ گھڑی دو گھڑی بھر

ڈبو دینے کو ہے دو عالم کے کافی
مری آنسوؤن کی جھڑی دو گھڑی بھر

غم ہجر آفت سے مر ہی گیا وہ
مصیبت یہ جبکی پڑی دو گھڑی بھر

کوئی دیکھے پل بھر تو اوس مہروش کو
نظر جیسے میری لڑی دو گھڑی بھر

جہان بیٹھے ہم تفتہ جان ان نہ ہرگز
رہے شمع سوزان گھڑی دو گھڑی بھر

ترے جسنے لعل مسی زیب دیکھے
رہا دیکھکر غش دھڑی دو گھڑی بھر

مغان ہے ابھی میری مستی مین سستی
شراب اور مجھکو کرے دو گھڑی بھر

کہان تاب وہ دست نازک مین گلچین
کوئی پھول کی پنکھڑی دو گھڑی بھر

دیکھا

ظفر

دیکھا

ظفر

وقت غفلت اور ہے ہنگام ہشیاری کچھ اور — خواب کی سیر اور ہے اور سیر بیداری کچھ اور

اے تجلّائے صنم مین صدقے تیری شان کی — تیری شان حسن مین طرفہ اداداری کچھ اور

دردمندان محبت کا طبیبون سے علاج — کس طرح سے ہو سکے یارو یہ بیماری کچھ اور

پھر کے کب پابند الفت کی طرح محبوس دام — وہ اسیری اور ہے اور یہ گرفتاری کچھ اور

دل کو نظر دنمین ہو لے لینا نہ کرنا منعطف — سیکھی اون آنکھون نے اب یہ روم آزاری کچھ اور

مے کدہ مین عشق کے جو لوگ ہین کافر نعمت — لیکن اونکے کفر مین انداز دینداری کچھ اور

زخم تیغ عشق کھانے مین ہین کیا کیا لذتین — اور نمک پاشی بھی ہو تو پھر مزہ داری کچھ اور

چار عنصر کے حاطہ مین ہے کچھ جلوہ عجب — دیر و مسجد کی الگ یہ چار دیواری ہے اور

دیکھکر تا تیرا پنے نالہ اے زار کی
ہمنے جانا اے ظفر یہ نالہ وزاری ہے اور

خواب مین پھر دیکھنے تھے جس کی چشم بیدار کو — اسکے رستے کو نپایا ہمنے بیداری سے پھر

بند رکھنا چشم کا غافل ہے عین مصلحت — اور اگر کھولا تو کھول آنکھین خبرداری سے پھر

اے دل نادان گرفتار محبت تو نہو — چھوٹنا ہو دی گا مشکل اس گرفتاری سے پھر

دل تجھے دینا کہا تو قول ہے ہم کب پھرے — تو بھی دل لیکر نہ اپنی عہد دلداری سے پھر

سر پہ اول تو اٹھایا ہمنے اپنے بار عشق — اٹھ سکا لیکن نہ سر بھی اس گرانباری سے پھر

میری ہر زخم جگر کو یہ تمنا ہے کہ لون — اس لب شمشیر کے بوسہ مزہ داری سے پھر

سخت جانی کو مری دیکھیے اگر تیر قضا
تو کہے بھاگ گئے اس تو وہ طوفان ہو دور

طائر سدرہ نشین گرچہ ہو گرم پرواز
پر کبھی جا نہ سکے حضرت انسان سے دور

منھ پہ چڑھنا نہیں شمشیر ستم کی آسان
ابوالہوس بھاگ نہ کیوں عشق کے میدان سے دور

میرے نزدیک نہیں جو کہ ظفر کافر عشق
اس سے ایمان ہے دو راور وہ ایمان سے دور

گردش چرخ سے ہے سبکو زمین پر چکر
اک نیا روز یہ لاتا ہے ستمگر چکر

دل کو یون زلف کے حلقے مین ہے اکثر چکر
جیسے گرداب مین کھاتا ہے شناور چکر

ٹھہرنے دے ہے کسے چین سے یہ گردش چرخ
آسیا بنکے سدا کھائے ہے پتھر چکر

تیر مژگان سے اگر بچ بھی گیا دل تو وہین
گردش چشم نے مارا تری کافر چکر

رفعت جاہ پہ بھی گردش طالع نہ گئی
کھاتے ہین دیکھو فلک پرورہ اختر چکر

ہرزہ گردی کو مری دیکھ کے کہتا ہو وہ شوخ
ہے ترے پاؤن مین دیوانے کے مگر چکر

نہ بجھا اسکو بگولا یہ کوئی سرگردان
کھا رہا دشت مین ہے خاک بھی ہو کر چکر

شعلہ خوئی پہ تیری ہووے بالگردان برقے
کھا کے جون شعلہ جوالہ سراسر چکر

ٹھہری گر چاک گریبان پہ کوئی تار رفو
دشت وحشت سے ابھی ہووے نمودار چکر

پھر تا محفل مین ہے کیا چاک یہی پھرتا تھا
ساقیا کھائے ہے اول ہی سو ساغر چکر

اشک سے دیدۂ پرآب کے غل گرداب
اے ظفر بحر تو کیا کھائے سمندر چکر

ہر دم خدنگ آہ سے ہم اپنی اے ظفر
کرتے ہین چرخ پر جمل و ثور کا شکار

جو عرش سے ہے فرش تلک سب اسی مین ہے
دیکھ آنکھ کھول کر

کیا کیا نہین ہے اسمین کہ سب کچھ اسی مین ہے
پر چاہیے نظر

دل اپنا پہلے زنگ کدورت سے صاف کر
مانند آئینہ

پھر تو بغور دیکھ کہ اس آرسی مین ہے
کیا حسن جلوہ گر

پیدا نگاہ کر کہ تجلی حسن یار
سب جا ہے آشکار

شعلہ سے طور کے نہین کم روشنی مین ہے
پر رنگ کا شرر

کیون کعبہ و کنشت مین سر مارتا ہے تو
سرگرم جستجو

تو جسکو ڈھونڈھتا ہے چھپا وہ تجھی مین ہے
پر تو ہے بیخبر

جوش بہار حسن سے کس گل کی اے صبا
ہے یہ جنون کا جوش

مصروف اس قدر جو گریبان دری مین ہے
ہر غنچہ ہر سحر

ہے دور جام و صحبت یاران زندہ دل
کیفیت حباب

کچھ ہے اگر مزا تو یہی زندگی مین ہے
باقی ہے درد سر

ہے خود پرست پوچھنا کیا ہے خدا کی راہ
ہے وہ بہت قریب

گم کردہ راہ آپ تو اپنی خودی مین ہے
اس سے ہے دور تر

بوسۂ خاکِ لبِ شیرینِ ترا دل نے لیا
جیتی کھمی کس طرح سے اُسنے کھائی دیکھکر

اے ظفر ہے شرم سے دیکھا رخِ خورشید زرد
یار کے بازو پہ تعویذ طلائی دیکھکر

کیا لچکنے مین ہے نازک شاخ سنبل دیکھکر
بلکہ ہے باریک تیری موے نازک سے کمر

تونے کیون دورے سے پٹی باندھی ہے جیسا
باندھنی بلبل کی تھی تار رگ گل سے کمر

کسکی چھاتی سے لگائے اُسکے جو سینہ کو بھا
دیکھنے دیتا نہو جب وہ کسی جل سے کمر

جی مین ہے اس برسے پھر میکشی پر باندھنی
تیری اے مینائے مے آواز قلقل سے کمر

کیون نہ اسمین سے روان دریائے اشک ہو
جبکہ ہو ہمشکل محراب در پل سے کمر

بیگنہ ہون طوق مت پہناکہ ٹوٹے گی مری
ساتھ ہی گردن کے بار حلقۂ غل سے کمر

روز و شب جون مہر و مہ پھرتے ہین قرص نان
اہل دنیا کھول بیٹھے کب تحمل سے کمر

یکقلم نقشۂ دنیا اس رشک گل کا کھینچو
اے مصور خامۂ مژگان بلبل سے کمر

کیا کمر باندھے امید وصل پر عاشق ترا
کٹ گئی اُسکی تو اب تیغ تغافل سے کمر

کیون نہ اپنی زندگی کو ہیچ و پوچ سمجھے میان
جسکے ہاتھ آوے نہ وہ فکر و تامل سے کمر

چاہیے گنج قناعت مین توکل لے ظفر
باندھنی سیکھے کوئی اہل توکل سے کمر

پیے اگر تو جو آب شراب کا ساغر
نکالے موج سے دریا حباب کا ساغر

حنا سے تو دکھا دے اپنی آب تابِ ناخن
کہ ہوں صدقے ترے برگ گلِ شاداب ناخن پر

سراپا وگلال اُس نے ملا ہے کب یہ ہولی میں
لگا خون غیر کے ہے اے مل بتاب ناخن پر

نزاکت سے تری پیارے مزاجی دہم کرتا ہے
خدا کے واسطے رکھ کر تلمت واب ناخن پر

قسم ہے اُسکو میرے نام لینے کی جو پوچھو تو
دکھاوتا ہے لکھ کر وہ مرا القاب ناخن پر

شب آنسو کسکے پونچھے نقطۂ شنگرف آسا جو
پڑا ہے چیر ظالم قطرۂ خون ناب ناخن پر

مرے تار رگ جان سے صدائے درد نکلے ہے
چڑھاتا ہے جو وہ مطرب پسر مضراب ناخن پر

زمانہ رفتہ رفتہ اسطرح سے ریگ بدلا ہے
کہ جیون ہو جاتی ہے رنگ حنا تا یاب ناخن پر

ہلال عید کہتا ہے جسے عالم وہ صدقے ہے
ترا شیدہ ترے اے غیرت مہتاب ناخن پر

ظفر کیا سوچ تبدیل قوافی غزل کا ہے
جو نکتہ دے ہے تو کھا کھا کے پیچ و تاب ناخن پر

ٹھوکا دے ہے یوں رکھ دل کو وہ صراف ناخن پر
دھچا لے ہے دم کو دھر کے جوں صراف ناخن پر

کہاں رنگ حنا ہے خوب میں نے غور سے دیکھا
لگا ہے قتل عاشق تیرے بے انصاف ناخن پر

دکھائی سیر کو دقاق حکمت نے پری وش کے
عجب کی حاضرات اک اُسنے لکھ کر قاف ناخن پر

عجالت کش اُسی پل ہو دمکہ چشم تپان میں ہو
لگے لفظ یا ہی کا جو اس سفاک ناخن پر

ظفر کر برگ گل کو توڑے دو نازک بدن میرا
نزاکت سے اثر کرتی ہے نرنگ ناخن پر

ظفر آگے مرے سرسبز ہووے کس طرح کوئی
کہ ہے طنز ہر مصرع مرا اب سرو موزون پر

فرہاد مر گیا یونہی میر سر سنگ پر
شیریں کی کندہ کرنی تھی تصویر سنگ پر

تو اپنے تیرے غیر کا سر ہو تو کیوں نہ پھر
پھینکے سر اپنا عاشق دلگیر سنگ پر

مٹتا نہیں کسیکے مٹائے سے اب یہ آہ
شاید کہ ہے نوشتۂ تقدیر سنگ پر

رگہائے سنگ ہوں خط مسطر اگر کریں
احوال کو لکھن کبھی تحریر سنگ پر

یہ دل تو کیا ہے سنگ میں روزن ہوائے ظفر
مژگان لگائے اُسکی اگر تیر سنگ پر

کب اشک چشم کی ہے بخشش کو پیاس پانی
نہیں ہے صاحب کشتی کو کچھ دو واس پانی

لب دریا پہ کشتی میکشی کی ہو کہ اے ساقی
بنا ہر یک حباب بحر جو گیلاس پانی پر

حباب آسا جو تو بھرے ہے ہر دم واہمے
اگر کچھ جنس دم آیا ہے تجھکو راس پانی پر

دل صد چاک میرا آنسوؤں سے یوں ہے تر
کہ جون ہوتا ہے پژمردہ گل قرطاس پانی

نہیں گر صورت اخلاص اس سے تو پلا دے تو
ظفر پڑھ کر قل اعوذ برب الناس پانی پر

کروں میں گریہ اگر اپنی ناتوانی پر
فلک سے مینہ برسے یوں جون حباب پانی پر

مطلع ثانی

کون

کون اس پہ ہے مائل سہ تابان سمجھکر
دیکھون ہون تیرے رخ کو مین قرآن سمجھکر

آیا ہے لب بام پہ وہ صبح نکلنا
تو چرخ پہ پلے مہر درخشان سمجھکر

افسوس کہ لگتا نہین وہ سینہ سے میرے
اس دل کو مرے آتش سوزان سمجھکر

کرتے ہین سلام آنکے ہر صبح ادب سے
خوبان تجھے سب خسرو خوبان سمجھکر

اور بلکہ جھکاتے ہین سر عجز مہ و مہر
صد چند تری آپ سے اب شان سمجھکر

لایا ہون تری نذر کو لخت جگر و اشک
رکھ دست فرہ پر دُر و مرجان سمجھکر

گلشن مین مرے غیرت گلزار کے آگے
ہنسنا تو ذرا اے گل خندان سمجھکر

اور تجھ سے یہ کہتا ہون کہ آنکھین تو لڑانا
اس چشم سے اے نرگس حیران سمجھکر

کرے نہ نظر لال یہان منہ کو کسی کے
کھا ہاتھ سے غیرون کے تو اب پان سمجھکر

کھینچ مت صید فگن تو دل نخچیر سے تیر
اس نے کھایا ہے کمان کا تری تقدیر سے تیر

قتل عشاق کو ہے خیش مژگان کافی
کیون لگے رکھنے میان ہاتھ مین شمشیر سے تیر

اے کماندار مین ہاتھونکے تیرے ہون قربان
جا لگا شہپر مرغان ہوا گیر سے تیر

آہ کیون کر دل حیران سے ہمارے نکلے
چھوٹتا بھی ہے کہین بازوے تصویر سے تیر

واہ اے جذب محبت کہ مرے سینے سے
کھنچ سکا آہ ہرگز کسی تدبیر سے تیر

تجھے سمجھون گا قیامت کو بت کافر کیش
تو نے مارا ہے مجھے کون سی تقصیر سے تیر

دیکھنا اُسکے ذرا تو سن چالاک کے طور
پھرتا ہے خاک لحد پر مری وہ خاک کے طور

کرے چشمی اگر اُس سے تو شبنم جھڑ جاے
رد سکے ابر کب اُس دیدۂ نمناک کے طور

سر بسر زلف بتان سے ہے سدا ربط اُسکو
شانہ سان کیون نہو اپنے دل صد چاک کے طور

سر بسر صید دل اپنا ہو نہ کیون وابستہ
حلقۂ زلف وہ ہے حلقۂ فتراک کے طور

دمبدم تیغ بکف ہوتا ہے مجھ پر وہ ظفر
کچھ نظر آتے ہین بیڈھب بت سفاک کے طور

تیرے دیوانے کو مارے ہین یہ روڑے پتھر
کوہ چھٹ نام کو لڑکون نے نہ چھوڑی پتھر

عشق وہ سنگ گران ہو کہ کسی سے نہ اُٹھا
کیونکہ بھاری نہ ہو ایک چوم کے چھوڑو پتھر

ہاتھ چھاتی پہ جو مین نے لگایا تو کہا
سخت کیا ہاتھ مین تیرے یہ نگوڑے پتھر

کوہکن تو نہ ہوا بندھ کہ بہنے بھی یہان
سر سے مارے ہین دیوار کے پھوڑے پتھر

سنگ لاخ ایسی غزل تو نے یہ لکھی ہے ظفر
سنکے ہو جائین جسے طبع کے گھوڑے پتھر

بیوجہ نہین کچھ مری تقدیر گلوگیر
اس چشم کے سرمے کی ہو تحریر گلوگیر

قاتل سے کرون کیا دم تکبیر سخن مین
ہو جوہر شمشیر کے زنجیر گلوگیر

یہ تکمۂ یاقوت نہین تیرے گلے مین
ہے قطرۂ خون دل دلگیر گلوگیر

شب بستر کمخواب پہ آیا مجھے کم خواب
تیری جو رہی خواب مین تصویر گلوگیر

خدنگ و نبالہ کھایا یکین نہ لایا شکوہ کبھی زبان پر
کہ بوسہ اُس چشم سرمہ سا کا ہی زہر گویا مری زبان پر
لگا کے باتون مین اُنکو لائین جو حرف مطلب کا کچھ زبان پر
تو ایسی کہدین کہ مُنکا جس کا لگے زمین پر نہ آسمان پر
تپ محبت مین سرو قد یہ کمان ہے خشکی مری زبان پر
کہ شکل سوہان پُہ گئے ہین ہزارون کانٹے مری زبان پر
اُٹھائے سو زخم ہر نمط ہین یہ خونکے دعوے کوئی غلط ہین
کہ شل قط گیر خط پہ خط ہین بنو زبانی ہر استخوان پر
ن یہی خار خار غم کا رہا تو مرقد پہ میرے سبزہ
یقین ہے مانند برگ خرما اوگے گا نشتر کسی زبان پر
کہا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مت ترک چشم کو کر
پر آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہا ہے مژگانکے ہر سنان پر
وہ چشم وابر و تھا سے زیبا کہ قاب قوسین ٹھہرے ادنی
یہ خال بیشانی کیون تمہارا نہ فوق لیجائے فرقدان پر
ہمارے سر پر لبوے ہامون کے ہے داغ خون کہ چکان
چراغ دشت سر اہی مجنون کرون مین روشن چراغ دان کر

دل پلان پہ
ہر اک صدائے
کی ہو انکو کی بندگی ہمارے داغ
دیکھ
جلد اول دیوان ظہیر

کہان ہے مگر اپنے خون سے فرہاد
کیا ہے دامن کہسار کو منقش کر

نہین ضرور ہر قالین کہ نقش ہا ہے تو
زمین کلبۂ غمخوار کو منقش کر

برنگ بیضۂ نوروز عکس جھمکون کا
رکھے ہے گوہر شہوار کو منقش کر

وہ پہنین بر مین دلا گر لباس گلکاری
تو داغ کھاکے تن زار کو منقش کر

جبین پہ غیرت گلشن تو اپنے جوان افشان
بآب زر خط گلزار کو منقش کر

کسی کو بھیجنے ہون گر ظفر یہ چھ چھلے
تو دو کو سادہ بنا چار کو منقش کر

کھای بجبین نہ کیون عقل رفو گر چکر
چاک دل دیکھ رفو بھی ہے رفو در چکر

عارض و خال سے ہو اسکی نرد کش ہر گز
کھائے گر تا بقیامت مہ و اختر چکر

اثر طالع گردش سے مرے اے ساقی
کھائے گر داب صفت بزم مین ساغر چکر

چرخ فانوس خیالی ہے کہ جسمین شب و روز
شل تصویر ہراک کھائے ہے اکثر چکر

گردش نجد سے دون کوہ کو مین چکر یون
جسطرح کھاتا فلاخن مین ہے پتھر چکر

غمزہ و ناز و ادا اور نگہ گردش چشم
تیر و شمشیر ہے اور نیزہ و خنجر چکر

دیکھ کر وہ مجھے آوارہ لگے فرمانے
تیرے پانو نمین ہے یکدست مقرر چکر

ندیا مجکو فلک نی پس مردن بھی قرار
خاک کو روز بگولے مین ہے یکسر چکر

آسیا کیطرح اب غور سے گر دیکھ ظفر
کھاتی گردش سے زمانے کے ہین پتھر چکر

وفورِ اشکون کا ہو ہمالے نکلتے نالون مین ہین شرارے
نہ کیونکر ہون عشق پر نچھاور زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
پھپھولے پائونین ہین نمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
نہ دیکھین دیوانے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
ذرا جبین عرق فشان پر تو اپنی افشان دکھادے چنکر
کہ تا نظر آئین ماہ پیکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
نہ سبزۂ گل پہ جوش شبنم نہ چھکے جگنو ہوا پہ ہر دم
نظر سب آتے تھے مخمو یکسر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
اُدھر تو فوارے چھٹتے ہین ہان اُدھر ہین اشجار پر چراغان
نئی ہے سیر اک چمن کے اندر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
زمین نہایت ہی تھی یہ مشکل ظفر ہے اُستاد پردہ کامل
غرض دکھائی دیے بٹھا کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

بجز انگور کب راضی ہون ہم جنت کو جانے پر
رکھے ہو مرغ روح میکشان تک آب دانے پر
تاسف کو کہن کے بار کوہ غم اٹھانے پر
ٹپکتا تھا یہ شیرین کی سنگ آستانے پر
تر گھر میرا کتنا نہ تھا اب ہے غیر کا مسکن
انسلاط زاغ نے پایا یہان کے آشیانے پر
اتر دیکھا ترا اے گریہ وہ بیداد کہتا ہی
کہ مجکو آگ لگتی ہے ترے آنسو بہانے پر

چاک کرتے ہین حریفون کے بیرہن کا جگر
تیر جو کرتے ہین یہ خنجر منقار بیٹر

مجھکو عشق ہے نسے کہ کھلاؤن انکو
کھائین گر دانکی جا گوہر شہوار بیٹر

تلیان پلکین ہون اور چشم ہے خون کا بک
گر رہین آنکھو نمین یہ مرغ نظر دار بیٹر

ہے اس کھیل مین دل صیدیون کے بند ا ہے
دام صیاد مین ہون جیسے گرفتار بیٹر

اتفاقاً کوئی گر انمین سے گھٹ بھی جاوے
بیمزہ دین جو لڑا میرے طرفدار بیٹر

کہدو صیدی سے کہ تو خوش نہو کیا ہوتا ہے
ہاتھ اندھی کے اگر آگئی اکبار بیٹر

انھین کیا کیف کی حاجت جو بہر کیف ہین یہ
چشم خوبان کیطرح کیفی و سرشار بیٹر

نسترن بھی انھین دیکھکے کہتا ہے کاش
دیوی مجکو بھی بنا خالق دادار بیٹر

بات مردون کی ظفر ایک سے کب سنتے ہین
آدھا تیتر کہین آدھا کہین گریار بیٹر

بن ترے اے رشک گل رشک بہار
نوک سبزہ چشم مین ہے نوک خار

داغ بر دل ہون مین سوز ہجر سے
کیا خوش آئے مجکو سیر لالہ زار

ہون گرفتہ دل برنگ غنچہ مین
ہے روش گل کے جگر مین انگار

اب تمھین ہے مثل موج آب جو
ہاتھ مین میرے عنان اختیار

مین ہون آوارہ برنگ بوی گل
ایک جا ہرگز نہین مجکو قرار

ہوتا اس گل کو نہین مطلق اثر
مثل بلبل کر چکا نالہ ہزار

دیگر

چھیڑے چوٹی کو جو اس بیدادگر کی پشت پر
کیون لگین کوڑے نہ اس آشفتہ سر کی پشت پر

بستر گل پر جو وہ سویا تو پھولون کے نشان
نازکی سے پڑ گئے اُس سیمبر کی پشت پر

ماہ کے پیچھے نہ دیکھا تھا کبھی ابر سیاہ
پر سپر کو دیکھا اس رشک قمر کی پشت پر

ناتوان ہون مجکو یارو اس گلی مین لے چلو
تم بٹھا کر تو سن باد صبا کی پشت پر

مال احمق کے لیے گر ہو سوا یہ چاہیے
اور بھی لادا زیادہ بوجھ خر کی پشت پر

پیچھے آنسو کے نہین لخت جگر اک راہرو
ہے روان گٹھری لیے رخت سفر کی پشت پر

کھل گیا جوڑا جو بالون کا تو بل بے نازکی
پہونچا اک صدمہ ظفر اس مو کمر کی پشت پر

ای ظفر جامۂ گل پر نکرے ناز کبھی
دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہار

مژہ ہی خنجر ابروی دلبر کے تلے خنجر
بنایا صانع قدرت نے خنجر کے تلے خنجر

نگہ بھیری اگر اپنی جو صیاد جفا پیشہ
تو پھر جا نگاہ صید مضطر کے تلے خنجر

وہ تیری سخت جانی دیکھکر جھنجلا گیا ایسا
کہ توڑا سنگدل نے رکھکے پتھر کے تلے خنجر

ہمارا خون نہیں ایسا کہ چھپ جاوے ہی قاتل
چھپائے تو اگر دامان محشر کے تلے خنجر

کمر بھی کھولکر مرد سپاہی اسطرح سووے
بغل میں ہو اگر تلوار تو سر کے تلے خنجر

قلق ہی ہجر کی شب کاٹ ہی ڈالوں گلا اپنا
اگر معلوم ہو رکھا ہو بستر کے تلے خنجر

نظر اُس مہروش کی دیکھیے کس کس کی گردن پر
ظفر ہر روز پھیرے چرخ اخضر کے تلے خنجر

ہر آشنا سے ایسا ہی اب آشنا کا طور
دو دن میں جیسے بگڑے ہے رنگ حنا کا طور

تیرے مریض عشق کی ہو کیا شفا کا طور
نے کچھ دوا کا ڈھنگ ہے نے کچھ دعا کا طور

ہوویں گے فتنے کتنے ہی پیدا جہان میں
گر ہے یہی تری نگہ فتنہ زا کا طور

مانند موج ہم اِدھر آئے اُدھر گئے
کس طور رہی ہو بحر فنا میں بقا کا طور

رکھتا ہے تیرے زیر قدم ہر قدم پہ چشم
سیکھا ہے خاکپا نے تری نقش پا کا طور

واعظ جو اس پری میں ہے وہ حور میں کہاں
شوخی کی طرز ناز کا شیدا ادا کا طور

مارے پتھر مری تربت پہ ظفر یہ اُسنے
کہ گیا صدمے سے تعویذ سر تربت جھڑ

دل مرا ڈالی ہے عشق نے کس رنگ مڑوڑ
پنجہ رستم کا بھی ہووے کیوں دم جنگ مڑوڑ

فرض کرتا ہے تو کر لیکے چھری اے صیاد
لیک مت گردنِ مرغان خوش آہنگ مڑوڑ

شکن زلف کے مانند تری اے نو خط
لکھ سکے کب قلم مانی ارژنگ مڑوڑ

روکش اُسکے گل رخسار سے یہ ہوتا ہے
دے صبا کیونکہ نہ گوش گل خوشرنگ مڑوڑ

ایک دریا ہے اُسکو لب سے بھوڑ سجدہ
دامن تر کو ترا عاشق بے ننگ مڑوڑ

ہاتھ پکڑوں جو تصور سے بھی تو وہ کہوے
تو مری ہاتھ کو اتنا بھی نہ بے ڈھنگ مڑوڑ

ہمنے جون طفل دبستان محبت مین ظفر
پھینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مڑوڑ

ردیف زا ر معجمہ

بشر کو کیون نہو درپیش یان نشیب و فراز
کہ دم کے ساتھ ہی ہر دم ہیان نشیب و فراز

فلک عروج و تنزل سے اک زمانے کو
دکھا رہا ہے روش ہر زبان نشیب و فراز

کیے ہی جا ہے راہ فنا کو طے ہر دم
سمجھتی کچھ نہین عمر رواں نشیب و فراز

حضیض اوج مین سیارہین ستارے بھی
دکھاتا کسکو نہین آسمان نشیب و فراز

کہون بگولے کو کیا خاک مین بیابان گرد
کہ میری طرح سے دیکھے کہان نشیب و فراز

خواب میں اُسکی جو لیں زلف کی بلائیں میں نے
پیچ کھاتی ہی پری زلف گرہ گیر ہنوز

منفعل کیوں نہو تقصیر پہ اپنے قاتل
شمع کے پانو نہیں پر ہی گلوگیر ہنوز

تکمہ یاقوت کا ہی اُسکے گریباں میں کہاں
قطرۂ خون ہی کسیکا یہ گلوگیر ہنوز

جلوہ گر ماہ نہیں واہ ری افعی فلک
منہ سے رکھتا ہی لگائی قدح شیر ہنوز

کون کہتا ہی معلق ہے یہ قصف گردوں
کہکشاں کا ہی لگا اسمیں تو شہتیر ہنوز

وہ ترا طالب دیدار ہی اے صید فگن
وار ہے کیوں نہ بھلا دیدۂ نخچیر ہنوز

کون وحشت زدہ ہی رقص کناں ندا میں
صوت چشم سراپا ہے جو زنجیر ہنوز

غیر تقدیر نہیں ہونے کا وصل دلدار
اے ظفر تو ہے عبث درپئے تدبیر ہنوز

ہوا عم سے دل ناکام لبریز
مے عشم سے رہا یہ جام لبریز

مین وہ مخمور نوش ہون پی جاؤن گر ہو
سبوی چرخ مینا فام لبریز

تری ہاتھون سی جام بادۂ عیش
رہا کب گردش ایام لبریز

حنائی کیون نہو دست صیاد
کہ خون صید سے ہو دام لبریز

ظفر اشکون سے اپنا کاسۂ چشم
ہے ہے صبح سے تا شام لبریز

گر خوشی اس دل مغموم سی چاہی آمیز
وصل مین ہجر تو مت کیجو الٰہی آمیز

خوبی خط کب ہین دلا گر دیہ اُس گال کے سبز
ڈورے صیادی ہین رنگ دیہ جال کے سبز

جم گیا گوشۂ ابرو پہ نہین کچھ وسمہ
پھول مینے کہ ہین اس تیغ تہنال کے سبز

کیون نہ پیدا آئے نشتین ہین ہمین توس و فرح
واہ تحریر کھینچی ہاتھ سے کیا لال کے سبز

تیرے عارض پہ خط سبز ہے یا آئینہ
ہوگیا عکس سے طوطی کے پر و بال کے سبز

تیری بیمار کا کیا چارہ کرے کوئی طبیب
رنگ ہوجاے ہر بس سنتے ہی احوال کے سبز

باندھی مدت مین جھڑی دنیکی مجنون نے ترے
پھر ہوا دشت جنون بعد کئی سال کے سبز

اس زمین مین کوئی پڑھ اور غزل بھی رنگین
ہو سخن کسکا ظفر آگے ترے حال کے سبز

سنگ سر سے کیا یون نگہ یار کو تیز
جسطرح سنگ فسان کرتا ہے تلوار کو تیز

پا برہنہ ترا وحشی جو سر دشت آئے
تو کرے باد صبا خار سے ہر خار کو تیز

کل اُسے دیکھ کے دیوانہ ہوا ہے قصداً
بلبلین کیون نہ کرین نشتر منقار کو تیز

نوک سبزہ کی نہین کچھ سر مہمیز سے کم
پھر کیا توسن وحشت کی جو رفتار کو تیز

نگہ یار غضبناک دوا دل کی نہو
کہ دوا دیجے نہ اسطرح کی بیمار کو تیز

قیمت نیم نگہ دیتے ہین عاشق دو جہان
کر دیا عشق نے یہ تھکیے بازار کو تیز

لے ظفر دیکھتے کیا ہو کہ وہ سفاک جہان
آج پھر دیکھتا ہے اپنے گرفتار کو تیز

بے تمیزی ہی یہان تک کہ زمانے مین ظفر
نہ وہ تعظیم سی شی ہی نہ وہ آداب سی چیز

ردیف سین مہملہ

دل مرا لیکے کیا آپنے واپس اجی بس — حوصلہ دیکھ لیا آپکا بس بس اجی بس
ہمکو رخصت ہو کہ بس آپکی صحبت تکے شیکر — رات دن رہنے لگے سب کس کا کس اجی بس
ہو چکا سیر طبیبون سی مریض غم ہجر — جاؤ کیا دیکھتے ہو گرمی نبض اجی بس
ضعف سے بیٹھ گیا جون روش نقش قدم — اٹھ گیا آپکے کوچہ سی وہ یکبس اجی بس
ناصحو کیجے یہ پند و نصیحت ہمکو — بس مین دل اور کی ہی ہمکو نہین بس اجی بس
کیون مقابل ہو ہی تم حضرت اغیار کے تئین — ہو چکا آپکا اتنے ہی مین کس اجی بس
ہم بھی کہتی ہین زبان منہ کو سنبھالو اپنی — گالیان دیجیے اک بوسہ پہ دس اجی بس
پوچھو مت حضرت ناصح مرا گر احوال — سنکے مغموم نہو خاطر اقدس اجی بس
تار رونیکا جو باندھا تو توڑ ڈالنے — ہمسے ہرچند وہ کہتے رہی ہنس ہنس اجی بس
خاک اسپر کی ہی اپنی تن عریان کا لباس — ہمدمو چاہیے کیا مخمل و اطلس اجی بس

پنجہ یار کے باندھو گے مضامین کب تک
ای ظفر سن چکے ہم بند مخمس اجی بس

نرگس کسکی چبھو گئی نشتر جگر کے پاس — روزن جو سیکڑون ہین برابر جگر کے پاس

چشم کے گرد ہین حلقۂ مژگان اسکے — آتے ہین لوگ عیادت کو پیمار کے پاس
دیکھو اے ابر بہاری تو نہ کر بیخبری — لعل و گوہر ہین مری دیدۂ خونبار کے پاس
بلبل گل پہ جو بیٹھا ہو تو کیجے دور سے بس — دیکھو ہے داغ جگر سیر دل افگار کے پاس
شکستہ کیون نہو آزار محبت تجھ سے — قہر عاشق کی ہے ظالم تری دلدار کے پاس
حلقۂ زلف اسیر رو کے ہو کیونکر نہ قریب — رکھتی قاتل کو ہے پہنچا تے تلوار کے پاس

شورش عشق مین دل کیون نہو بیتاب ظفر
جانے دیتا نہین کوئی مجھے اس یار کے پاس

آبلہ بیدا ہوا داغ دل مضطر کے پاس — جا ہے تھا واقعی شیشہ بھی مانند ساغر کے پاس

مطلع ثانی

زلف آشفتہ ہے تیرے خال رخ دلدار کے پاس — شاخ سنبل باغ مین طرفہ ہے نیلوفر کے پاس
جسے دل کے متصل رکھتا ہو نہین تصویر یار — اور ہی صورت کا جلوہ ہے خدا گھر کے پاس
دل عبث ہمنے دیا ہے ای بت کافر تجھے — لعل کی کیا قدر ہو جب تھی ہو پتھر کے پاس
مین تو سایہ سے بھی اسکے مانگتا ہون الحذر — ہو جو دیوار سو جا دے اسی پیکر کے پاس
ابر کی کیفیتین خالی ہین بھاتی نہین — بادۂ گلگون ہے شیشہ رکھدے ساقی بھر کے پاس
زلف کی کنتہ کا تیری ہے جہان مین فن جہان — جا نہین سکتا کبھی کالا بھی یار دھر کے پاس
آذین تجھکو ظفر ہو کیون نہ شاگرد نصیب — اس غزل کو جا کی پڑھ ہر ایک استاد کے پاس

اے ابر شتاب آ نہ گھٹا جی کو توسکے
کڑتا ہے صدا نالۂ دل مضطر طاؤس

جو داغ بدل ہو وہ ہی سلطان چمن ہے
رہتا سر طاؤس ہے ہوا سر طاؤس

داغوں سے ظفر کیونکہ نہ ہر پہلو ہو رنگیں
صیاد جفا پیشہ ہے محضر پر طاؤس

پوچھا کہ انکے کہتے ہو ہر بار کہ بس
ہنسے پر باندھ دیا یار نے کہا کہ بس

مطلع ثانی

ہم ہوئے شب کے یا لان پس و پار کہ بس
کھولا کر غرفہ لگے کہنے وہ جا جا کہ بس

خوف آہ ہی ترے وجد میں ملتا کو نہ کچھ
کیا نکالے ہے زبان بھی سیہ مار کہ بس

جان و دل جانے ان موئے سر و مہ قرباں
کیجئے اور بھی کچھ ہے تو نثار کہ بس

دیکھتا ہی نہیں تصویر کو جا یوسف کی
اسکے ہے حسن کا ابت پہ نہار کہ بس

تا تھا بالی میں جو کل ٹوٹ گیا بازو
استد میر ہے گلے کے وہ ہار کہ بس

ہو گیا سینہ تیرے تیر سے تمام
کہ تری مرضی ہی کیا اور بھی ہو یار کہ بس

جام و مینا و سبو کیا ہے جو چھلکا جائے
ساقیا ہاتھ ہی مینو کہیں کے بھر لا کہ بس

اے ظفر دل ہو نہ کس طرح سے مضطر بے طرح
آج اسطرح کا دیکھا ہے طرحدار کہ بس

جا رہے جا ہی پر اک ان وہ آئے انسوں
واقعی سچ ہے کہ یہ جا ہی ہے جانے کی جگہ

کب بزم انبساط بہم اسمین ہو سکے
ہے خیمۂ کبود جو چرخ کہن کے پاس

اے دل کیا ہے حضرتِ یہ چارہ گر گذر
تحریر خط سبز نہین اس دوتن کے پاس

پھولے نہ پیرہن مین سمائینگے شکلِ گل
ہونجے گراب کی اس بت گل بدن کے پاس

اپنا تو بعد مرگ بھی ہے عالم جنون
سوزن کا کام کیا مری جاک کفن کے پاس

تحریر مسی کی وہ دندان مین جو کشا
کیا طرفہ نیلوفر ہے کھلا یاسمن کے پاس

دیکھے اگر تری قد دلجو کو باغ مین
قمری دبھکے آنکے سرو چمن کے پاس

ہیبت سے ہو دو نیم دہن مین سینۂ جرس
آہی کبھو جو میرِ دل نعرہ زن کے پاس

اس بحر مین اک اور غزل پڑھیے اے ظفر
اسکتا ہے کون دل سے یہ موتی سخن کے پاس

زلف آگئی صبا سے وخال سمن کے پاس
مار سیاہ کھیلے ہی کیا اپنے مسکن کے پاس

دل مین بیان ہی حسرتِ نظارۂ چمن
صیاد رکھ قفس کو ہمارے چمن کے پاس

ابرو کے پاس تل نہین کاجل کا ہی بنا
یہ حلقۂ سپر ہے بت تیغ زن کے پاس

کل وہ گلے جو عاشق بیمار کے لگا
اسکی ملیش کی گرمی جو پہونچی بدن کے پاس

بولا کہ مجھکو تاب نہین اب جدائی کی
شب جیسے شمع جلتی ہی شمع لگن کے پاس

گر جاذبات دہر سے غم ہے تو اے ظفر
کر جا کے التجا شہ خیبر شکن کے پاس

ردیف شین معجمہ

بھولا نہ تجھے یہ کبھی اس یاد کو شاباش — غا باش ہمارے دل ناشاد کو شاباش

ہر روز ستم تازہ ہی ہر روز نیا ظلم — اے شوخ ستمگر تری ایجاد کو شاباش

گویائی اگر ہو وہی لب زخم جگر کو — آ نکلے اس خنجر بیداد کو شاباش

نازک ہی تو کس کام کا ناصاف ہی گر دل — فولاد بنا آئینہ فولاد کو شاباش

اللہ رے کہ ہوئی آنی کو تاثیر — کہتے ہین وہ ستمگر مری فریاد کو شاباش

یہ قتل کا ہی شوق کہ اڑ جاوی اگر سر — پیدا ہو صدا حلق سے جلاد کو شاباش

مرغ چمن قدس کو اس دام سے کیا کام — پر کھینچ ہی لایا مجھے صیاد کو شاباش

کیا طرز وفا عشق سے سیکھا ہی ولاوا — شاباش تجھے اور تری استاد کو شاباش

مر مر کے ہوئے داخل جنت بنی آدم — پر چھوڑ بنا کے بدر اور لاد کو شاباش

آسان نہین سنگ سے سر مار کے مرنا — کیا کام کیا عشق مین فرہاد کو شاباش

ہین لاکھون خیالات مین فکر سخن اپنا — تیری ظفر اس طبع خداداد کو شاباش

باش کمان ہی اور کدھر سوج سنگ فرش — ہی خشت جا تکیہ ہین اور سنگ فرش

بستر پہ کبون نرگے نہ شب کو کرون سحر — بخبن ولا ہی مجھے کیا کیا ترنگ فرش

سیکھی ہے آہ کس سے شرارت پہ سوج بزم — شب کر دیے جو تو نے جلا کر پتنگ فرش

ساقی پہ سوچ کر چادر مہتاب نے کیا — کیا جاندنی کا چرخ پہ ہی بیدرنگ فرش

نقد دل ایکبہ دیا بوسہ اب کیا اسنے
ہر دن تیر تقضا جا مد کہین ہو یا رب

خود لگا کہنے کہ ہر لعل پہ جان فرمش
جتنے ہین کوچہ دلدار مین بیجان فرمش

روز و شب قرص سہ و مہر لیے پھرتا ہے
اس ظلم کیین نہ فلک کو کہین ہمان فرمش

وہ ستم ہو کہ جفا ہو سحر و شام فراموش
ہو جس سے کہ اکبارہ ترا نام فراموش

مین مست ہون مجھسے ہو کہان جام فراموش
وہ یاد و دعا ہے ہو نا کام فراموش

کعبہ سے جا کہ دیر پریشانی دل آ
ہوتی نہین دور زنار سیہ نام فراموش

لے سر بہ بال پہ اسیرون کی صیاد
اتنا بھی نہ کر کہ تیرا ہو ہر فراموش

جبکل ہم کو آتے تھے بیان ملک سخن
افسوس کر وہ ہے سو اکام فراموش

اک مین بھی تو ہمدرد مین ہون ہمدم دیرینہ
تو مجھکو نہ کر ساقی گلفام فراموش

ہو یاد تری کعبہ رو کی نہ مجھے کیون
کافر ہون جو دل سے کرون نام فراموش

اس گس مخمور کا رکھتا ہون نشہ
ہر جسے خیال گل بدام فراموش

آرام و قرار و خرد و ہوش وہی ہے
کیونکر ہو نظر دل سے دل آرام فراموش

مین نہری کی طرح سرو گلستان بخیش
تو سنبل و ریحان اور نہ ریحان بخیش

فاختہ سرو چمن ہون مین بخیش
بلبل پروانہ ہون اس شمع شبستان بخیش

مین ہون اس گل کی خط و خال پہ جان بخیش

رکھتا ہوں سدا ہجر میں بھی وصل کا میں رنگ
گو عیش نہیں پر ہے زبان پر سخن عیش

سیکھے کوئی تو مدان خرابات نشیں سے
ہے زاہد بیچارہ کب آگاہ فن عیش

ساقی کے لب لعل پہ گر می سی نشہ کی
ہر قطرہ عرق کا ہی سہیل یمن عیش

کیا بادہ کیجیے کہ شکستہ ستم خمار
ہے خم شکن عشرت ساغر شکن عیش

ہو ور وہ اپنے نہ اگر سمع رخ یار
کس طرح سے روشن ہو ظفر انجمن عیش

دکھاوے اپنی جو وہ رشک آفتاب تراش
تو آئینہ کی ہو عزت سے غرق آب تراش

جو بہر چشم سے رکھے خیال ہمچشمی
تو تیغ موج سی ڈالے سپر حباب تراش

ہماری بات کو ہر دم جو کاٹتے ہو تو
کہاں سے تم نے نکالے ہیں جواب تراش

ترہی لیے فلک ای شہسوار توسن ناز
دکھای ہی مہ نو صورت رکاب تراش

زبان ور از نہایت ہی شمع ای گلیر
تو اسکے بزم میں اسکی زبان شتاب تراش

کر تو مشق ستم میرے صفحہ دل پر
قلم تراش سے ای شوخ پر عناب تراش

ظفر مدام یہ ساقی سے اپنے کہتا ہے
بلور کا تو دکھا ساغر شراب تراش

گھر میں اسکے جاکے پھر کسکو رہی ہی کچھ ہوش
نہ جز تن کی رہی ہی اور نہ ظاہر کا ہی ہوش

سیج پر پھولونکی وان ساتھ اوسکے سوتے ہم
مجھکو یاں وردھدای سی بستر کا ہی ہوش

نبض پر کھتے ہی انگشت پھپھولا پڑ جائے
اہ طبیبو وہ بلا ہے تپ ہجران کی طپش

نہین معلوم یہ کیا عشق نے بھڑکائی آگ
پھونکے دیتی ہے مجھے میرے دل جانکی طپش

لکھ بہ تبدیل ردیف اور غزل گرم ظفر
جسکو ہو سننے کے زیادہ دل بیتاب کی طپش

جگر و دل مین ہے وہ نشتر مژگان کی طپش
نہ سنا کی جسے پہونچے ہے نہ مژگان کی طپش

بن تری بستر گل پر مرے حق مین بگل
ہر رگ گل مین ہے اب خار مغیلان کی طپش

دیکھنا جوش جنون ہے مری سینہ پہ سوار
نیش زنبور سے بھی تار گریبان کی طپش

تن پہ ہر مو ہے مرے نشتر زہر آلودہ
دلمین جسدم ہے وہ نیش غم جانان کی طپش

تم ہو اور غیر مین اب اور ہے گلگشت چمن
ہم مین اور آبلہ اور خار بیابان کی طپش

گو بخیہ بالی کی مری دلمین چبھی ہے مطرح
نیش کز دم مین ہے کاہے کو اس عنوان کی طپش

اے ظفر نشتر الماس سے بھی ہے افزون
دل عشاق مین خار غم ہجران کی طپش

مغان اگرچہ ہے یہ موسم بہار تو خوش
بغیر بادہ نہون لیک میگسار تو خوش

خوشی سے ہنستی ہے گل گرچہ روتی ہے شبنم
بلا سے ایک ہے ناخوش تو مین نہین تو خوش

پھرا تہ ملک عدم سے کوئی ہزار افسوس
کہ اس پہ پوچھے بتلاؤ ہینگے یار تو خوش

ہوے وہ داغ جگر دیکھ کر مرے برہم
وگرنہ آتی ہے یان سیر لالہ زار تو خوش

قسم خدا کی وہ ہے تیری شوخ و شنگ تراش
کہ بت تراش نہ ایسا نہ کوئی سنگ تراش

جو اسطرح سے ہو مشق ستم تجھے منظور
قسم کیطرح مرے سر کو خانہ جنگ تراش

اگرچہ حور و پری حسن مین ہین اب مشہور
ولے کہان ہے تمھارا سا رنگ ڈھنگ تراش

کہان ہین قطرۂ خون چشم مین کہ عشق اسکا
لیا یا موتی کے دانے ہین ایک رنگ تراش

جو اسکے ناوک مژگان کا وصف لکھنا ہے
تو اے ظفر کوئی تو خامۂ خدنگ تراش

کیون یہ سنکر کھڑکھڑہون یا غمین بلبل کے گوش
صبحدم شبنم نے یکسر بھر دیے ہین گل کے گوش

منھ سے کیا اپنے نکالین بات ہم ڈرہی یہی
ہین لگے رہتے ادھر کو اندنون تو گل کے گوش

یا تو اے زاہد ہمیشہ چار قل سنتے تھے ہم
یا لگے رہتے ہین اب آواز پر قلقل کے گوش

گوش بر آواز ہین غماز یار و رات دن
ہو سکی تو بند کر دو اسکے تو مل جل کے گوش

ہووے زیور کا تحمل کیونکر اسکے کان مین
ٹوٹین جسنا زکبد کے بوجھ سے کاکل کے گوش

چشم مسگون سے نہ سکی ہو سکے ہم چشم دیکھ
ساقیا تو کھولدے محفل مین جام مل کے گوش

اے ظفر اک بات مین مقراض فکر تیز سے
کترے ہے وقت سخن تو طالب آمل کے گوش

نہ مجکو عشق مین ہے جان کا نہ تن کا ہوش
اگرچہ ہے تو ہے اپنے ہی گنوا بدن کا ہوش

کیا جو مار کے دعوی اسنے مجکو چوکھٹ مین
غضب ہے مرے قتال تیغ زن کا ہوش

خیال چھوڑیے دنیا کا کیجے دین کا فکر
تلاش اُدھر کی ہے کیا چاہیے اُدھر کی تلاش

جسے تلاش ہے مضمون کی جانتا ہے وہ
کہ ہے تلاش سے سب کی جد ظفر کی تلاش

کرتے ہین بہت صاحب تدبیر پس و پیش
پر دیکھیے کیا کرتی ہے تقدیر پس و پیش

دل پہلے پھنسا زلف مین جانجنے کے پیچھے
دونون ہوے وابستۂ زنجیر پس و پیش

جبتک کہ رہا دم مرے دل مین ہے راہی
آہ سحر و نالۂ شبگیر پس و پیش

کر دیجیو قاصد کہ نہ تھے ہوش ٹھکانے
کچھ خط مین اگر حرف ہون تحریر پس و پیش

دم جائیگا ساتھ اُسکے پر اے مرگ کوئی دم
شاید ہو ترا باعث تاخیر پس و پیش

پیکان ہے سر بشت سر سینہ ہے سوفار
کیا خوب ترا تیر ہے پس و پیش

ہر روز ترے ساتھ ہی اے سرو خرامان
سایہ کیطرح عاشق دلگیر پس و پیش

دل جگا ہے روشن وہ ظفر صورت خورشید
یکسان ہے سدا باعث تنویر پس و پیش

ہر طرح غیر کی دلجوئی ہے معقول پہ خوش
ہمسے ہر بات پہ بدخوئی ہے معقول پہ خوش

بات معقول کہو نہین تو کسی طرز سے وہ
تو تا لیق مرا کوئی ہے معقول پہ خوش

دل ہوا اُسکا سوا اور مکدر ہمسے
گرد کین گر نے کیا دھوئی ہے معقول پہ خوش

جو نہ کہنا تھا کہا مُنھ سے وہ تم نے ہمکو
واہ کیا آپکی کم گوئی ہے معقول پہ خوش

عجب طرح کا زمانہ یہ آگیا ہے ظفر
کسی کے ساتھ کسیکو نہین ذرا اخلاص

جو دیکھے داغ دل خانماں خراب کا قرص
تو جل کے سوختہ ہو جاوے آفتاب کا قرص

ہمارے دمردیدۂ پُرآب کو دیکھ
بھنور کا بحر مین کب ہے اس آب و تاب کا قرص

تب فراق مین اُس مہ جبین کے دو مجھکو
بجاے قرص طباشیر ماہتاب کا قرص

یہ ترک چشم بتان کے سپر ہی پہلو مین
نہین ہے حلقۂ گیسوے مشکناب کا قرص

نہ کیونکہ قوت دل ہو ظفر کہ وہ گلرو
بنا کے دے مجھے وہ صندل و گلاب کا قرص

بھری تھی ساغر مین رات ساقی نے ایسی خوشبو شراب خالص
نہ اُسکو پہونچے ہے مشک خالص نہ اس کو پہونچے گلاب خالص

اس آرزو مین کہ اُسکے پانوں کے چھلے کوئی مجھے بنا دے
اِدھر تو ہے سیم ماہ خالص اُدھر زر آفتاب خالص

حلاوت اُس کے لعل لب کی نہ پوچھو بوسے کی ہے یہ شیرین
کہ جو کوئی انگبین خالص کو گھولدے لیکے آب خالص

دل شکستہ درست میرا نہووے کیونکر کہ ہاتھ آئے
تمھارے بوسہ کے خال مشکین کے مومیائی شتاب خالص

راندن سولی ہو ن یاد مین اُس قامت کی — کسکو ای فاختہ ہی سرو چمن زار کی حرص
روغن آتش کو بجھا سکتا نہین ہے ہرگز — تقمۂ چرب سے جاتی نہین پرخوار کی حرص
پیش نیسان نکرے دالب اظہار طلب — ہو صدف کو نہ اگر گوہر شہوار کی حرص
ہین فقط داغ جگر عشق کی دولت کافی — تیرے عاشق کو نہین درہم و دینار کی حرص
قطع کر اور بڑھا شمع کا شعلہ دیکھو — سر کے کٹنے پہ نہین کٹتی ہے زردار کی حرص

بیٹھنے دیتی ہی کب بیخ قناعت مین ظفر
ایک دشمن ہی یہ دنیا کی طلبگار کی حرص

ردیف ضاد معجمہ

لب کا لینگے ترے لعل مین پر اعتراض — زلف ہی کرتی ہی کیا مشک ختن پر اعتراض
ہمنے کی ہی جانکنی اور اُسنے کی خارکنی — واجبی ہی اگر کرین ہم کوہکن پر اعتراض
لاکھ پیچ و تاب کھاؤ موج دریا پر کہان — کرسکے اُس آستین پر شکن پر اعتراض
ہووے پھر صبح قیامت پر قیامت آشکار — گر لگا لے کچھ مری خاک کفن پر اعتراض
شاخ سنبل سے نکالے شاخسار زلف گر — قد تراکرنے لگے سرو چمن پر اعتراض
باندھے گنبد اگر اک اپنی دو دِ آہ سے — لاکھ نکلین خیمہ چرخ کہن پر اعتراض

آج کس اہل سخن کو اسقدر مقدور ہے
کرسکے جو ای ظفر تیرے سخن پر اعتراض

بُت کشمیر کے آیا جو نہیں طرف سے خط
کھل گیا راہ میں شاید کہیں اب برف سے خط

باندھی ہے اُسنے کمر قتل پہ شاید مہدم
لکھ کے بھیجا ہے جو خونخوار نے شنجرف سے خط

عمر کی صرف اسی بحث میں تو نے نادان
لکھنا آتا ہے کوئی نحو سے اور صرف سے خط

ہمدمو آہ مرا دل ہے اسی غم سے نڈھال
نہ پڑا تن پہ جو تیغ بت کمظرف سے خط

چشم پُرخوں نے تری خانۂ مژگان سے ظفر
دیا نکال رستم خان کے ملاحرف سے خط

کسطرح جا کے کیجیے جانان سے اختلاط
جبتک مجھے نہ اُسکے ہو دربان سے اختلاط

مانند موج جیسے ہے جیبن پر جبین وہ ہے
اس آستین کو دیدۂ گریان سے اختلاط

کس دن نہ چمکے آہ مری برق سان کہ ہو
اس حسن کو ہے آتش سوزان سے اختلاط

ہیہات مثل گل نہ کسی رنگ ہو رفو
دست جنوں کو ہے جو گریبان سے اختلاط

اس دے زیر زلف کے کیونکر پھرے نگرد
پروانے کو ہے شمع شبستان سے اختلاط

تکتا ہو دل مرا رخ روشن کو یوں تری
چون ہو چکور کو مہ تابان سے اختلاط

صد چاک دل ہے اُلجھے نہ کاکل پہ اسکی کیوں
رکھتا ہے شانہ زلف پریشان سے اختلاط

تک تک کے شکل و صورت آئینہ طلعتان
مجھکو ظفر ہے دل حیران سے اختلاط

میں نے لکھا ہے بتو کل اُسے تدبیر سے خط
یا الٰہی وہاں پہونچے مری تقدیر سے خط

غلامی کا ظفر فخر جہان کی
لکھا ہمنے تو بے آرے بلے خط

آج مین نے جو لکھا تھا تجھے تدبیر سے خط
شکر نوخط کہ وہ پہونچا مری تقدیر سے خط

اے پری رو یہ ہے خط کس تردد یوانہ کا
تو نے دروازہ کی باندھا ہو جو زنجیر سے خط

خط کے پڑھتے ہی پڑین تا مرد ملمین سوراخ
اُس کماندار نے لکھا قلم تیر سے خط

کر دیا تیغ نظر ہی نے ترے کام تمام
گو کہ قاتل نہ پڑا جسم پہ شمشیر سے خط

نامہ بر خط کے جو آتی ہی بھر آیا مرا دل
کیا لکھا اسمین یہ خالی جو ہی تاثیر سے خط

خط پہ خط آتے تھے انوار تلک تو وان سے
نہین معلوم کہ آیا نہین کیون پیر سے خط

ای ظفر کیونکہ نہ سمجھے اسے عاشق ایمان
رخ وہ مصحف ہو تو کچھ کم نہین تفسیر سے خط

اسنے برہم ہو جو بھیجا ہی دل افسردہ خط
مثل گل ہم دیکھتے ہی ہو گئے پژمردہ خط

قاصد و نکی ہو شہادتگاہ اُس بت کی گلی
وان تلک لیجائیگا کسکا ہی دل گردہ خط

میرے سینہ پر وہ رکھدینا کفن مین بعد مرگ
ہو گیا اک آنمین بس کاغذ نم خوردہ خط

نامہ جانان کے پڑھتے ہی جو آنسو بہے
قاصد ہو جا دنمین گر پڑھتے پژمردہ خط

گو مرگ وصل کا اقرار تھا مرقوم پر
یون ہوا معلوم کچھ لکھا ہی ہوا زردہ خط

ہو گئی دل کی تسلی یک بیک میری ظفر
قاصد م از جانب دلدار چون آوردہ خط

کرنہ ہستی کا بھروسہ کہ فنا یون ہے اسے
جیسے مٹ جاے سرآب واں آن مین خط

جلوہ دکھلاتی ہین کیا کیا ہمین اللہ اللہ
ہین جو یہ رنگ مسی کی تری دندان مین خط

لکھ کے بیتابی دل ہاتھ سے دون پھینک مگر
لوٹے جون جاے رسول ابھی میدان مین خط

پھٹ گیا سنکے مرا نالہ فلک کا سینہ
کہکشان کا ہے یہ کب گنبد گردان مین خط

لکھتے لکھتے جو مجھے حال دل آیا رونا
پہنچ گیا کھل کے مرا اشک کے طوفان مین خط

ای ظفر دوسری بھی گر تجھے لکھنی ہو غزل
پھیر کر قافیہ باندھ اور ہی عنوان مین خط

تزلف کی تار سے ہو رشتہ کہان یار کے خط
صحن گلزار مین پھلتے ہین پر انار کے خط

پہن کر ہالکے مین جو وہ سویا شب کو
پڑ گئے گردن نازک پہ کئی ہار کے خط

خط تو پکڑا ہی گیا تھا مرا لیکن نکلے
پاس قاصد کے مرے اور بھی دو چار کے خط

خط عارض ترا وہ ہے کہ نمودی سرسبز
روبرو کوئی تری اس خط گلزار کے خط

نامہ بر دیکھیے تقدیر مین لکھا کیا ہے
یار پڑھتا ہو مرا سامنے اغیار کے خط

یاد آئی دم تحریر جو وہ زلف دراز
ہو گیا ایک برابر کئی طومار کے خط

کھینچے ہے تار شعاعی سی ہمیشہ سر خاک
مہر بھی روبرو اس تابش رخسار کے خط

مہر سر نامہ اگر ہو دین نہ انکھین قاصد
کیونکہ معلوم ہون حسرت کش دیدار کے خط

تیغ ابرو سے ہین جانباز ظفر سینہ سپر
بے اجل پڑتا نہین دھار سے تلوار کے خط

خاتمۃ الدیوان

ردیف نا سے مجہ

خاتمۃ الدیوان و نخستین غزل

ق سدا انجمن آرا رہے ایسی بات نہ ہو
کوئی دیکھا نہ تری بیخ جفا سے محفوظ

ہین سدا عیش و تنعم سے سرخاک قائم
شاخ دنیا مین جو دیکھی تری بیخ جفا سے محفوظ

ہے یہ پھل زنگ کا ہوا سے محفوظ
ہو گیا کبک دری آن مین پامال خرام

تری رفتار کا کیا کبک دری کون ادا سے محفوظ
مین نے اس کا مل شکین کو نہین پایا خطا سے محفوظ

کل اور رنگ ہے محفل مین تری جلوہ سے
کوئی پایا نہ تری فتنہ پا سے محفوظ

دست ترکان سے اٹھا تیر تری دعا سے
کاش اے ابروے پر چین تری یاد سے ہی
نہ ہوا تیغ ترے دست و ترا سے محفوظ

ظفر

لوگ کہتے ہین یہی دیکھ کے مجکو بخدا
اے ظفر رہیو تو اُس بت کی دغا سے محفوظ

مجھے تو وقت سخن شوخ تند خو سے لحاظ
اُسے نہ شرم کسوسے نہ ہے کسو سے لحاظ

بھر آیا دل مرا سو بار پر نہ رویا مین
رہا یہ مد نظر پاس آبرو سے لحاظ

چمن مین آنکھ جھکائے کھڑی ہے کیون نرگس
اگر نہین ہے کسی شوخ لالہ رو سے لحاظ

وہ بیحجاب ہوگیا ایک ساغرے سے
کہ ٹوٹے جسکا نہ سو شیشہ دسبو سے لحاظ

جہان مین پائیگا کیونکر وہ گوہر مقصود
جسے تلاش سے ہو شرم جستجو سے لحاظ

لحاظ ہو یہ فقط تیری دوستی کا نہین
تری جو بزم مین کرتے ہین ہم عدو سے لحاظ

قسم ہے خنجر قاتل تجھے مرے سر کی
جو وقت ذبح کرے تو مرے گلو سے لحاظ

چمن سے آئے نہ بے پردہ تا سر بازار
اور آئے گل جو نہ اظہار رنگ و بو سے لحاظ

صفائی دیکھو ظفر آئینہ کے دیدے کی
نہ خو بد سے ہو اسکو نہ زشت رو سے لحاظ

جیسا ہاتھون سے رہا تیرے یہ سبیل محفوظ
ایسا ہی روز جزا تو بھی ہو قاتل محفوظ

نالۂ و آہ سحر گہ رہون سدا مین غمکش
ہووے کیا نغمہ سمطرب سے مرا دل محفوظ

مل گئی نعمت کونین اسے اک پل مین
ہوگیا دیکھ کے تجکو ترا مائل محفوظ

آبرو خاک مین ملجائے گی آئینہ کی
ہوگیا خاک ترے ہو کے مقابل محفوظ

ردیف عین مہملہ

زنفشاط نے تری کیا پری پیکر کی قطع
وصل کی شب ہوئی آراستہ اس عاشق تفضل قطع
تا رہا شب تجھے دیکھا کیا عاشق مضطر
بیکلی ہے دمادم اب یکقلم مسلسل کی قطع
جی مین تباہ دم ہے ہاتھ تن پہ ہے کاٹ کھائے کی قطع

ہو کے گل نازان چمن مین کیون نہ پھولے اے صبا
ہے ادائی ذی تحقیقت سے میر گل کی قطع

غیر سے لکھوا کے تو نے قلعہ سب خط مین دیا
ہمنے اُمید وفا اس روز سے بالکل کی قطع

ساقیا بوجھ سرشک خون سے تجھ بن بنگیا
ہے یہ عینیہ دیدہ تر انیا جام مل کی قطع

خوش نہ آوے گفتگو کیونکر تری سب کو ظفر
شعر مین تیرے عیان ہے طالب عامل کی قطع

کم نہین ہے سوزش داغ دل دلگیر شمع
بلکہ ہمسر ہے ہمارا نالہ شبگیر شمع

کب تصور اسکا دلمین ہے اور آہ آتشین
ہین یہ فانوس خیالی مین ہم تصویر شمع

موج اشک پیہم پر وانہ کب ہے زیر پا
موج سودا ہے اسے باہم ہوا زنجیر شمع

اس رخ پر نور سے روشن ہو کیونکر تا ہتاب
ایک ہو کیونکر چراغ مہر و تنویر شمع

ہے اہل سر یہ کھڑی یہ کھل گئی شب کو ظفر
ایک جا جو ہین ہوئین آئی نظر گلگیر شمع

عشق مین کچھ ہے نسبت دیکھ تو بلبل شمع
بے سبب کب ہے گلون اپنی لگائے گل شمع

موج دود شعلہ اسکو سمجھیو اہل بزم
کھیلتی ہے رات کو اپنے سے کاکل شمع

شعلۂ آواز قمری سے اگر بل اٹھے سرد
ساقیا دیکھین اسے ہم بشکل جام شمع

آہ آتشبار کیا نکلے دل پر داغ سے
ہمنے روشن کی ہے یا دیدہ چراغ گل سے شمع

آپ ہی تو یہ غزل کہی ہے ورنہ اے ظفر
کب ہو روشن اسطرح کی طالب عامل سے شمع

تجھسے تا جسن مین دکش خوئے شعلہ گاہ
اور نہو ہمسر کبھی تجھسے قد و قامت مین شمع
شمع کو کیا تاب اُسکے روبرو ٹھہرے سکے
کیا ہوا ساق بلورین ہی تری صورت مین شمع

ای ظفر رکھتی ہے اپنا نام روشن بزم مین
گوشہ فانوس ہی اک گوشہ عزلت مین شمع

دریا بہاے گرمۂ استکبار شمع
تو بھی بجھے نسوز دل داغدار شمع
ہوتا ہون شب جو انجمن آرای رنج و غم
لیتا ہون اپنی آہ کے شعلے سے کار شمع
اُس شعلہ خو پہ کیونکہ نہ دون اپنی جان مین
پروانہ کسطرح سے نہو دیندار شمع
ہے دل جلون کو سوز محبت سے تازگی
آتش سے ہی شگفتہ گل نوبہار شمع
گرمی سے تیری حسن کے ہو وہ عرق عرق
ای شعلہ رو جو بزم مین تو ہو دوچار شمع
سرتا قدم زبان ہین دے کیا کرین بیان
گویائی زبانہ نہین اختیار شمع
ممکن نہین کہ ہو نہ سزا جرم عشق کی
پروانہ کے واسطے موجود دار شمع
سوز غم فراق سے ہی کیا عجب اگر
بنجاے میرا تار نفس شل تار شمع

پردہ ظفر نہ سور محبت کا ہوسکا
فانوس کیا ہوا جو ہوا پردہ دار شمع

شعلہ عشق نہین ہے دل مایوس مین شمع
جنبش شعلہ سے پروانہ کے جل جائی پر
جل رہی ہی عجب اس پردۂ فانوس مین شمع
ہاتھ ملتی ہو کھڑی حسرت و افسوس مین شمع

ظفر در ردیف چراغ

کس شعلہ جو کے کوچہ سے آئی صبا کہ یون
بھڑکا حیات عاشق مہجور کا چراغ

جو عیش زن ہین ہتے ہین دنیا مین بیفروغ
دیکھا ہو کسنے خانۂ زنبور کا چراغ

چشم و چراغ بادہ کشان ہی یہ جام ہے
روشن ہر جس سے دیدۂ مخمور کا چراغ

مونس ہو اور کون تپ غم مین رات بھر
دلسوز ہو نہ تیرے رنجور کا چراغ

سنگ گرسنہ ہمیشہ ہوائے نفس
چاٹے ہی کاسۂ سر مغرور کا چراغ

تربت پہ بیکسونکی مناسب ہے سا قیا
روشن ہو جام بادۂ انگور کا چراغ

روشن اگر ہو نور حقیقت سے تیری چشم
ہو ہر شرار سنگ نہان طور کا چراغ

ہے صرصر حوادث دوران کا غم بھی ساتھ
کیونکر ہنسے کہین دل مسرور کا چراغ

روشن ترے فروغ سے کیونکر نہو چراغ
تو ہی ظفر ہے خانۂ تیمور کا چراغ

ردیف ب

جگر برشتہ و جان خستہ دلفگار در یغ
ہزار حسرت و صد حیف و صد ہزار در یغ

مدام داغ نصیب دل و نصیب جگر
نفس نفس نفس سرد بار بار در یغ

سحاب و آب روان لالہ زار و جوش بہار
نہ جام بادہ نہ محبوب گلعذار در یغ

ہمیشہ وعدہ خلافی شعار یا افسوس
ہمیشہ جانب در چشم انتظار در یغ

غم محبت و درد فراق و تشنہ رقیب
ہجوم آفت و یک جان بیقرار در یغ

صد آرزوے وصال و حیات نیم نفس
نفس شماری واندوہ بے شمار در یغ

جلد اول دیوان ظفر

ردیف ب

دکھاؤن جگر پر داغ پر داغ
دیا کیا تو نے دل پر داغ پر داغ
کہین جون لالہ دل پر داغ پر داغ
وہ وہ گل کے گل پیکر پہ سو سو
تو ہم کھائین نگہ کے تیر پر داغ

دل سوزان سراسر داغ پر داغ
فراق یار مین پیہان و سطح دل
ہوا ہر گل پہ گل اور داغ پر داغ
قفس مین داغ لالہ کے بھی جی سے
مرے سینہ مین وہ دل پر داغ پر داغ

دھوان کون ساتھ آہ
پر ہین دل جل کر داغ پر داغ

شب ہجران کی کیا کہیے ظفر ہائے
رہے کھاتے ہم اکثر داغ پر داغ

کیا لائے اس ابرو کی بھلا تاب دم تیغ
ہو جائے اسے دیکھتے ہی آب دم تیغ

جو تشنۂ لب آب شہادت ہو ہمیشہ
سفاک اُسے کرتی ہے سیراب دم تیغ

تجھ پر کبھی گر بادہ کشی کرتا ہو نہیں آہ
لگتی ہے ہر اک موئے تنِ ناب دم تیغ

کیونکر نہ حباب اپنا سراب ہاتھ پہ رکھے
بنجائے ہو سر گرداب دم تیغ

کیونکر نہ خم تیغ ظفر حدت مل ہو
کرتے جو روان خون کا وہ سیلاب دم تیغ

پایا نجائے جسکے گرفتار کا دماغ
ہو پہنچے فلک پہ کیوں نہ اُس مار کا دماغ

کیونکر نہ سر پہ کعبۂ دل پر لگائے لات
عرش بریں پہ ہے بت عیار کا دماغ

ہوتا ہی بو کو گل تو پریشان اے نسیم
نازک ترا سقد ہے دل زار کا دماغ

پالیں پہ اُسکی شور مچاوے نہ ہمدمون
نازک بہت ہی عشق کے بیمار کا دماغ

منصور کو کسیکو نہ لایا خیال میں
حق ہے کہ عالی ایسا ہو سردار کا دماغ

مجنوں نے بیکہ دشت جنون میں کھا قدم
یکسر کچھ اور ہو گیا ہر خار کا دماغ

یہاں تک غرور حسن ہے اُسکو کہ اے ظفر
پاتا نہیں ہر ایک طرحدار کا دماغ

جب جنبشِ ابرو سے تری قتل ہو عالم
پھر شرم سے ہو جائیگیون آبِ دمِ تیغ

اے فاضلِ سرشک تو ہی بہادر ہے کہ سب مین
دکھلاتا ہے وہ تیز نگہ تاب دمِ تیغ

جلاد دکھا اپنی تو شمشیر تو مجھکو
کشتہ ہون مین بر کی جو ہو آبِ دمِ تیغ

درکار نہین نشنہ کو ہے آبِ گہر تا
لیکر نہ کہلِ موج بگرداب دمِ تیغ

دم کیونکہ ظفر اسکا نہ ہر دم مین بھرون اب
ہے گرد روان خون کا وہ سیلاب دمِ تیغ

ہو تا ترے روشن بھلا دل کیونکہ طلب چراغ
غیرت خورشید ہے یہ گہر شب چراغ

تجھ سا کوئی نہ جہین پائے نہ ہرگز کہین
ڈھونڈھیو لیکر اگر دیدہ کوکب چراغ

خانہ دلمین ہے روشنی داغ عشق
کیسے کہ اظہار ہم اُس سے نہ سو جگہ

دل تو ہے پر آرزو کیونکہ بجھے گی موس
ہوا بھی روزن ہے یہ خوب لبالب چراغ

داغ ترے عشق مین کھاتے ہین ہر روز ہم
جلتے ہین گھی کی یہ گھر مین جو ہر شب چراغ

کیون نہ مجھے سوز دل بجھکے اس زلف کو
کالے کے آگے ظفر جلتا ہے ہان کب چراغ

ردیف فا

مجھمین اور کمال اسمین باہم گفتگو تھی صاف صاف
بات کی لغزش تھی واللہ جو تھی معاف صاف

اے میان ہر دم نہ تلوار نکالا کرو
مژدہ شتاب جہان پھر سے ہے تلوار کرو

دیدہ تر کو پوچھا اسکین نے بھر آیا
سیج زن دریا کو خوش آتی ہے طغیان ہی

اڑتی

دیگر

گردش چشم بتان سے مست ہو ساقی مدام
شکل نرگس کیون نہ رکھون دست ساغر بکف

لخت دل ہے چنگل مژگان پہ کیا اے مرد مان
دست ثمرگان لیلیا ہے یہ گلال احمر بکف

گلشن دنیا مین کیا کیا رنگ دکھلاتا نہ ہم
مثل گل ہوتا ہمارا بھی اگر کچھ زر بکف

محفل گل مین تو ہمین لیجاوے اے مرغ صید گیر
دام الفت سے نہ لے ابتو مرو شہپر بکف

آبداری اشک کی سیر آگر دیکھے کوئی
جوہری بازار مین آوے نہ پھر گوہر بکف

اے ظفر تیرے سخن کی دیکھکر تیزی کا دم
ذکر کیا رستم جو رکھے رو برو جمدھر بکف

جو کبھی آپ کا دل یار دکھاتا اور طرف
ہم نکلجاوینگے بس سر کو جھکاتا اور طرف

مطلع ثانی

جان من جب سے ترا دھیان بھٹا اور طرف
دل مرا اچٹ گیا اور جی بھی ہٹا اور طرف

سٹ گھٹا دل کو مرے لب سے لگا ساغر مے
کہ چلی ہاتھ سے سر بس کریہ گھٹا اور طرف

شکل نرگس کھلی رنگین آنکھین جسدم
تم گئے آپ دم تیغ جٹا اور طرف

لو مین پروانہ کی لہو زی سوجن جو گن شمع
شب کو جلتی ہے کھڑی کھولے جٹا او طرف

شعلۂ آہ مرا لپٹے جو پلٹے نہ فلک
برق چمکائے نہ رو کش ہو پٹا اور طرف

کیون نہ رو ون مین تری جان کہ اے جان جہان
حیف مکتوب مرا جا کے پھٹا او طرف

اندرون وہ جو نہین گری صحبت ہم سے
دل لگا یا نجدا تو نے صنم اور طرف

دھانی جوڑے سے لگا تو جو گلے آ میرے
کھا کے سب مے گئے اغیار بھی سم اور طرف

بے قراری نہ کوئی پوچھو عزیزو میری
شب سے اٹکا ہوا ہی سینہ مین دم اور طرف

رات کو گھر مین مرے آنے سے لوگ
جا کے کرتے ہین بیان وصل کا غم اور طرف

رو کے کہتے ہین کہ کس آنکھ سے دیکھین ملتے
یہ غضب عیش بیان جور و ستم اور طرف

قافیہ پھیر کے اب غزل چہارم کو ظفر
صفحۂ دل پہ لکھو لیکے قلم اور طرف

دل اگر لاکھ رکھے اب تگ و دو اور طرف
پر بھی جون شمع لگے جا ہیے لو اور طرف

ناصحا منع کیے سے کوئی ہٹتا ہو نہین
دل ہو گو ایک طرف گریہ ہین سو اور طرف

شعلۂ رو کو مری بسوزی پہ آیا نہ خیال
دل گداز اپنا ہی انکی لگی لو اور طرف

رشک سے ناخن پا کی تری ای غیرت مہر
شب کو مغرب سے گیا ہی مہ نو اور طرف

بن کیے آہ یہ آب دم تیغ ای قاتل
کوئی بجھتی ہے مری پیاس سے چھو اور طرف

اسطرف کا جو تمھارے نہین ہی دھین خیال
دل بٹا رہتا ہی بس آپکا تو اور طرف

کیونکر اس کا سپر سے کردن بچے کا سوال
بجکو کہتا ہی دہن سے کہ برو اور طرف

ناز و انداز و ادا غمزہ و اشارت جھٹک
ایسے لشکر سے بچے کیونکہ بھلا کشتۂ دل

دشت وحشت کو ارادہ ہے کہ آباد کروں
گھر لگا شمع سے پائنکی زنجیر حریف

نامۂ یار کو قاصد سے اُڑا لینگے غیر
دیکھو لے بھاگے ہین کیا نسخہ اکسیر حریف

دوستی ہین تری دشمن ہوئی یہ خلق مری
ہدف تیر بلا ہین مری تصویر حریف

ہین زنا محبت نہ بھروسا ہے ہم
ہمکو پروا نہین کرتے ہین تکفیر حریف

شمع سان رکھتے ہین ہر چند زبان اپنی دراز
اے ظفر دیکھین تو کیا کرتے ہین تقریر حریف

ہے جو پیشانی عشاق پہ داغ چرف
فال مین بھی وہی نکلے ہے سر فال چرف

خط کے لکھنے کی تو فرصت نہین پر لکھدون
لکھدون دو ہی سہ حرف پر دو بال چرف

آنکھ کا میرے جو رومال سے پونچھا اُسنے
بنگیا میرے ہے اک صاد کا رومال پہ حرف

گر نہ ہوتا یہ غلط نسخہ سودا میرا
آنیکا اُس بت نوخط کو خط و ا پہ حرف

کیا خبر ہے کہ بنا گنبد گردون کب سے
نہین تاریخ کے اس کنہ کہن سال پہ حرف

ہاے کیا بے ادبی ہے کہ ترے نام سے ہے
کندہ عاشق کے نگین دل پامال پہ حرف

ابر رحمت کو بھی سایہ نے کیا جنگی سیاہ
اے ظفر ہین وہ مرے نامۂ اعمال پہ حرف

ذبح کرتا کہ ہو اکدم ہی کی قاتل تکلیف
کر رہے ہین اٹھا گیا یہ بسمل تکلیف

ہاے وہ چاند سی صورت مجھے یاد آتی ہے
تیرے دیکھے سے ہے مجھے ہر مہ کامل تکلیف

شمع ساں یہ تفتہ جاں ہو گر چہ سرتا پا زبان
تاب کیا سوز محبت کا زبان پر لائے حرف
خط اگر ہوتے رقم ہوتے بہت دفتر سیاہ
ہمنے شوق وصل مین وصلی پہ کچھ لکھوائے حرف
بل بے گرمی جل گئے کتنے قلم ہم ایک بھی
اپنی شرح سوز دل کا نہ لکھنے پائے حرف
تھا ہمین منظور دکھلانا شکست دل کا حال
لکھ کے جو خط شکستہ مین اُسے دکھلائے حرف
رکھتی ہر راز نہانی مین ہے وسعت گفتگو
تیری تنگی دہان مین تنگ ہے پر جائے حرف
روبرو تیرے لب نوخط کے ای یاقوت لب
کیا تعجب گر نگین لعل پہ بھی آئے حرف
آب تو گریہ سے گذرے پر نوشتہ کا مرے
لوح پیشانی سے کیا ممکن کوئی مٹجائے حرف
چشم اُسکی صاد ابرو نون ہے دیکھ ای ظفر
کاتب قدرت نے لکھا حرف کیا بالائے حرف

پیام کس کا یہ لایا کہ آشنا گرم آیا
روان جو ہو مری قاصد کی بر سخن سے عرق

چمن پہ اس سے پڑھا دیکھ کر اک بار
تمھارے رخ پہ نمایاں ہوئے سخن سے عرق

نہ سمجھو شبنم اسے دہن اپنا چھوڑ دیا
صبا نے پونچھ کے پیشانیِ چمن سے عرق

مریضِ عشق کو تیاری بھی ہو شربت سیب
اگر نمود ہو تیرے لب و ذقن سے عرق

عرق عرق ہے خجالت سے دیکھکر کسکو
ٹپک رہا ہے جو یوں شمع انجمن سے عرق

ظفر سناؤں جو یاروں کو میں بھی غزل اپنی
تو آئے جائے انھیں گرمیِ سخن سے عرق

یوں تو مدت سے ہے الطاف و عنایات میں فرق
لیکن ایسا نہ ہوا آج کے ملاقات میں فرق

ہو نہ کیا حسن کو اس مرتقا کے لیلی
فرق دونوں میں ہے یوں جیسے ہو دن رات میں فرق

دونوں ہیں حجرۂ تماشا جو تماشا دیکھو
کچھ نہیں خانقہ و کنج خرابات میں فرق

دلِ جان آسمیں اگر جائے بلا سے جائے
غمِ جانا نہ کیجے کچھ آئے مدارات میں فرق

ربط دو دل میں ہو پیوستہ جہاں شیر و شکر
ہے عجب بات کہ آؤ وہاں اک بات میں فرق

تیری شوخی کی ہیں انداز سمجھتی مشکل
چشم و ابرو ہے وہی پر ہے اشارات میں فرق

ای ظفر چاہیے درویش کو ضبط اوقات
ذکر اور شغل کہاں جبکہ ہو اوقات میں فرق

نہ رنگ پان و مسی کر دو چار شام شفق
جہان سے جائیگا اٹھ افتخار شام شفق

نشے میں چشم سیہ دیکھکر ترا ابرو
ہوا نہ جانبِ قبلہ گزار شام شفق

کہ کیون دھوپ مین چہرہ کا رنگ ہو تبدیل | کہ جا کے درخ تصویر کا بھی رنگ تڑق
کرے مقابلہ گر ترق چشم سے اسکی | تو جائے زہرہ ستم بھی وقت جنگ تڑق

ظفر وہ نالۂ آتش فشان ہے یہ اپنا
کہ جائے سنکے جسے سینۂ تفنگ تڑق

روز گھر غیر کے رہنا تجھے مہمان طریق | یہ بھی کوئی ہے بھلا اے بتِ نادان طریق
شانہ سان سلسلۂ زلف مین جب ہی سے | زاہد اس دل صد چاک کا پہچان طریق
وصل کب اس سے مرا ہوگا یہ بیمار مال | کیا کرون دیکھے مین عقلہ کہیان طریق
شیخ ہے سبحہ بکف پیری گلے مین زنار | اپنا اپنا ہی ہے اب ای گبر و مسلمان طریق
اہل دنیا ہین وہی جو کہ بدلتے ہین یہان | طمع زر کے لیے مذہب و ایمان طریق

اے ظفر اس سے محبت کی توقع مت رکھ
آدمیت کا جو رکھتا نہین انسان طریق

میری آہ آتشین رکھتی ہے اب تاثیر برق
بلکہ دی اس نے گھٹا سب عزت و توقیر برق
دیکھکر تیری شرارت حسن کی خورشید رو
زرد خجلت سے ہے رنگ چہرہ تغییر برق

ساقیا دے ہاتھ مین مستونکے ساغر سے سبو | دم بدم ابر بہاری کھینچے ہے شمشیر برق

استخوان کو مرے اسطرح تراشا اُسنے
جیسے باریک و تاری کوئی زرد کے ورق

غیر مانع جو ہوا پڑھنے کو میرا قصہ
تمنے گردان دیا ساتھ ہی چشمک کے ورق

مکڑے نکلے دل صد رخنہ کرکب کے ساتھ
کھنڈ گئے باد سے قندیل مشبک کے ورق

تیرہ بختی کا ظفر حال مین کیا لکھو اون
کیون سیہ اتنا کرون عشق مین بکبک کے ورق

نہ لگیسکے عرق افشانیمین اور سحاب مین فرق
نہ تاب رخ مین ترے اور آفتاب مین فرق

نہ فرق یکسر موشک و بوی کاکل مین
نہ کچھ پسینے مین عارض کے گلاب کے فرق

نہ کچھ شراب و نگہ مین ترے کمی بیشی
نہ تیری چشم مین اور ساغر شراب مین فرق

نہ قامت اور قیامت مین کچھ تفاوت ہے
نہ فتنہ و نگہ چشم مین اور ساغر شراب مین فرق

نہ فرق تیرے بنا گوش صبح مین ہرگز
نہ کچھ جبین مین تری اور ماہتاب مین فرق

نہ برق اور نگاہ غضب مین تیری دو فی
نہ کچھ ہی شعلہ مین اور حسن بے حجاب مین فرق

ظفر یہ وصف مین اسکے غزل لکھی تو نے
اب اپنے وصف مین لکھ تا نہو جواب مین فرق

نہ خون دلمین مرے اور تو شراب مین فرق
نہ میرے سینہ بریان مین اور کباب مین فرق

نہ میرے اشک مین اور تار رخنگ مین دوری
نہ میرے نالہ مین اور نالہ رباب مین فرق

نہ لعل پارہ دلمین مرے تفاوت کچھ
نہ آنسو نہین مرے اور در خوشاب مین فرق

نکلے رگ مجنون سے دم فصد لہو کیا
کانٹا سا بنا سکا تو وحشت مین تن خشک

شوخیِ جنت مین اگر آب بقا بھی ہو تو اُس سے
تجھ بن مرے نزدیک ہی خاک وطن خشک

محشر مین بھی آوین تو وہ دُولہا بنے آوین
زیبا ہو شہید اُن کو نہ تیرے کفن خشک

پیاسا ہے ترا تیر تبا کس کے لہو کا
دکھلاوے ہے سو فار سر یجا دہن خشک

سوزان ہو تری آہ ظفر آتشِ دل سے
یون جیسے جلے آگ مین کوئی رسن خشک

سوز دل سے کیا گلو و عاشق مضطر ہو خشک
دیکھکر ہوتا ہے قاتل دم خنجر ہے خشک

جسم مجنون گرمیِ سودا سے گویا کیسر ہے خشک
بلکہ مغز استخوان بھی ہو گیا جل کر ہے خشک

جوشِ باراں ہے تو کیا ساقی نہین ہے بادہ لطف
خشک ہے مینا و ھر اُلٹا پڑا ساغر ہے خشک

اسطرح اہل صفا دنیا مین رہتے ہین جسطرح
جسطرح رہتا ہے ہمیشہ آب مین گوہر ہے خشک

اشک خون مژگان پہ مری دیکھیو اے مردمان
کسطرح سیراب ہے گل شاخ گل تر ہے خشک

بل ہے گرمی تیری اے سوز محبت بعد مرگ
عین بالش مین بھی میری گور کا پتھر ہے خشک

کانسے گر دو نین اے تشنہ لبو پانی کہان
لگ رہی ہے مین تو کچھ تھوڑی سی خاکستر ہے خشک

جب سے دکھلائی ہے تو قرص مہ خورشید حسن
چشمہ آئینہ مین آب ہے یا پیکر ہے خشک

اے ظفر کسی مین راتین مجھکو روتے بیچ مین
کون سی شب جوش گریہ سے مرا بستر ہے خشک

یل ہین نجاکے فرنگی زاد بچہ طفل رشک
سرمہ تنگ اگر اپنے کلاہ مردمک

چشم کا صفحہ ہمارے کچھ نہین محشر سے کم
ہلوہ گر ہے جسپہ یہ مہر گواہ مردمک

داغ بر دل رشک سے کیونکر نہو دیکھے کہ
چشم پر خون مین مری رنگ سیاہ مردمک

ساتھ رکھتا ہے سپاہی تیغ کے یعنی سپر
ہے نگاہ چشم کو لازم پناہ مردمک

ہے گل حمر سے یہ بھنورا کوئی لپٹا ہوا
چشم پر خون مین تجھے ہے اشتباہ مردمک

لکھ بدل کر قافیہ ایسی غزل تو اے ظفر
جسپہ بسم اللہ ہو تہ نگاہ مردمک

مار کر ہمنے کیا اس دل بیتاب کو خاک
کیا ایک مہوس نے بھی سیماب کو خاک

اشک تھمنے کے نہین گر چہ ہزا نکھو نہین غبار
روک سکتی ہے کوئی بہتے ہوے آب کو خاک

خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہین فقیر
اور وہ جانتے ہین مسند کمخواب کو خاک

فتنہ و فساد سے ہین دنیا پہ کوئی روشن دل
خاک پر لگتی نہین چادر مہتاب کو خاک

سطح خاکی پہ بہت زور دکھائے لیکن
عاقبت کھائی گئی رستم و سہراب کو خاک

خاک ہوتا ہو نہین ہیچ کہ جھٹک دے دامین
گر لگے جاکے مرے دامن احباب کو خاک

تاب دندان سے ظفر اسکے گر گر بجلی
کرے اکدم مین جلا کر زخوس سیماب کو خاک

نہ نکڑ خاک پہ دلہا پاش پاش پھینک
جو پھینکے بھی تو سر راہ اپنی کاسکے پھینک

کہان رہا ہو زر گل خبر تو لے بلبل
اڑا لے لیگئی باد خزان چمن سے خاک

ہوئے نہ ہم ہین فقط راہ عشق مین برباد
ہزاروں ہو گئے یان قیس و کوہکن سے خاک

ڈرے جو سوز محبت سے دل مین پروانہ
تو کیا لگائے وہ لو شمع انجمن سے خاک

ہر ایک شخص جو زیر فلک مکدر ہے
جھڑ رہے کیا کہین اس خیمہ کہن سے خاک

بچا نہ خاک سے دامن کہان کریگا کیا
لگیگی زیر زمین جب ترے کفن سے خاک

ظفر ہے تو بھی وہ آتش زبان کہ ہو جل کر
دل حسود تری گرمی سخن سے خاک

کھلے جو اس بت مہر کی جھلک سے پلک
نہ ذرہ بھر کبھی میری لگی پلک سے پلک

کبھی بھی خار پہ ٹھہرا ہے قطرہ شبنم
نمود کیونکہ نہو اشک کی ڈھلک سے پلک

اٹھاکے دست دعا مانگتا دہائی یہ
لگی نہین تری بسمل کی شب پلک سے پلک

دلاوہ طفل فرنگی کہین نہ بولے فیر
ٹرائیو تو سدا اسکی اس پلک سے پلک

گھٹا کا سنکے گھٹا دل برے برق یہ بات
لگی ہے رعد کی جس پل مری پلک سے پلک

ترے فراق مین کوٹا مین اسقدر سینہ
لگے فلک ملک کی نہ اس معلک سے پلک

ظفر ملا سکے کیا کوئی ہمسے انسان آنکھ
ہر روز جنگ نہ جھپکائین ہم فلک سے پلک

ردیف کاف فارسی

ریختہ

دہان کف پا فنائی تک جو پہونچا دست غیر
یان لگی تلوون سے ایسی جا کہ بھی بس مین آگ

یار بن ہوتا ہے مے نوشی سے دل میرا کباب
سو ہجر ان سے ہے پانی بھر مرے ساغر مین آگ

شعلۂ جوالہ رت سمجھو کہ یہ اے ہمدمو
آگئی ہم لال جلون کو دیکھکر چکر مین آگ

یہ لگانا اور بجھانا تجھپہ ظالم ختم ہے
ہو سکے تو دم بجھا مین پانی بھی تو ہو دم پھر مین آگ

جی جلائین کیون نہ میرا یہ تپان سنگدل
دل ظفر انکا ہے پتھر اور ہے چھر مین آگ

میرے آنکے ملنے سے گر رشک یان کھاتے ہین لوگ
کیا مرا کر سکتے ہین اپنا ہی سر کھاتے ہین لوگ

جو کہا تم نے سو سچ ہین غیر سے ملتا نہین
جھوٹی قسمین کیا یہان پھر آنکر کھاتے ہین لوگ

مجھکو لکھا خط جو ہے اُس سبز خط نے ہمنشین
زہر کیا کیا دیکھیے اسبات پر کھاتے ہین لوگ

تو بھی در پر جانے سے اسکے وہ باز آتے نہین
جھڑکیان دربان کی اے دل اسقدر کھاتے ہین لوگ

غصہ بھی کھاتے ہین اور ہم خون دل پیتے ہین نت
ساتھ کھانا انکے جب وان بیٹھکر کھاتے ہین لوگ

دیکھو جو شیم شوخ پر چین سراپہ کے بل — خو شما ہین شاخ ہین کیا سرو پا ہین آ ہو بل
سنبل بجان اُگے کیونکر نہ اُسکی خاک سے — مر گیا ہو دیکھکر اُسے زلف عنبر آسا کے بل
روکش موج تبسم ہے جو موج بوی گل — ہنستے ہنستے پیٹ مین پڑتے ہین اُس گلشن کے بل
اشک یون مژگان پر آتے ہین دھلک کر چشم سے — جسطرح لڑکے چلیون نالو کے بل
دیکھا بل کھاتے جو وہ شمع کو محفل مین رات — یاد آئے شعلہ رو مجکو تری گیسو کے بل
واہ وا ای جذبۂ شوق محبت واہ وا — رابعہ قصے کے کو گئی پہلو کے بل
بل بے گرمی تعب بجلی بھی تھرانی لگی — دیکھ باتی ہو اگر اس شوخ کی تمکنت کے بل
جاتے ہین کیا کیا گھسیٹے رہروِ راہ وفا — سر کے بل پانچ کے بل سینہ کے بل بازو کے بل
سیدھے کب ہوتے ہین جنکی ہے طبیعت مین کجی — کسطرح کوئی نکالے موج آب جو کے بل

اے ظفر ثانے سے بل سکتے نہ زلف یار کے
بلکہ اور افزون ہوئے اُسکا فرخم دیکھ کے بل

خط یہ گرا قاصد اُس کا گھر سے نکل — تجکو جواب اُسکے کہا دور ہو گھر سے نکل
تیر گیا اُسکا یون زخم جگر سے نکل — جیسے نکلتا ہے کہا فارہ دزد گھر سے نکل
کون کہے ہے کہ آہ تو نہ جگر سے نکل — لیک نہ تنہا نکل بلکہ اثر سے نکل
ضبط کیا گریہ پر لوگ نے کہا کیا کرین — گر ہی پڑا اشک تر دیدہ تر سے نکل
عکس رخ مہ جبین شب جو فلک پر گیا — بھاگ گیا آفتاب صبح کو گھر سے نکل

دل بے نفرت کہ رہا چین نجبین وہ ہر وقت — لگیا ہمسے جبین ستم ایجاد کا بل
سخت دل طول امل ہی ہین خم و پیچ مین لون — نا رکھا جائے ہے جسطرح سے فولاد کا بل
گد گدی کیون نکروان مین کہ خوش آتا ہی مجھے — ہاے کھانا نگہ شوخ پریزاد کا بل
کیونکہ سیدھا ہو کہ ہی تیر مژہ مین تیری — ای ستم کیش عجب آفت و بیداد کا بل
ترسک ہو سنبل پیچان کو ہوا جس دم — درد دل کھائی تیری عاشق ناشاد کا بل
پھڑکے ہی مرغ گرفتار اوڑا دے ٹکڑے — رشتہ دام بہت رکھتا ہی صیاد کا بل

اے ظفر اپنی ریاضت کا نہ جتبک بل ہو
نہ تو بل پیر کا کام آوے نہ استاد کا بل

دل نہ پہلو سے مرا اٹھکے دل آزار سے مل — ای دو فا کیش نہ اس یار جفا کار سے مل
رنج دندان بہ بہ فرشیخ نسی کی کب ہے — طرفہ قسمت یہ گیا ہے در شہسوار سے مل
چشم محمور تری دیکھکے دل کیون نہ وجد — آج یہ غنچہ گیا نرگس بیمار سے مل
درمان دیدہ خونبار کی دولت اپنی — پاٹ دامن کا گیا تختہ گلزار سے مل
دامن چرخ جلادی نہ کہین دیکھا ہی — شعلہ آہ مرا برق شرر بار سے مل
رد کشی کر نکیو آیا تھا ولی نیسان بھی — ابر و پانی مری چشم گہربار سے مل
تیغ ابرو سے کریگا تجھے اکدم مین شکار — ای دل زار نہ تو اس بت خونخوار سے مل
چمن سینہ مین میرے نہ کسطرح بہار — داغ دل اپنا گیا لالہ گہسار سے مل

مرے دامن پہ اشک خون کے تو نے
کھلائے خوب ہین اے چشم نم گل

نسیم باد سے گلشن مین گل کا
بجھے ہے کب چراغ صبحدم گل

مژہ سے اشک گرتے یون ہین سو جا
عجب جھاڑی ہے نرگس یکقلم گل

چمن مین گل نمط چہرہ ترا دیکھ
تصدق ہوتے ہین ہر ہر قدم گل

جو روے اشک خون سے بیٹھکر ہین
ہوا یکدست یہ نرگس گلم گل

ظفر گلزار کیسا لکھی غزل ہے
عجب گلشن ہے تو سب مین ستم گل

اے جفا کیش تو اب گھر سے نکل پاؤن کے بل
مونگ چھاتی پہ مری شوق سے دل پاؤن کے بل

مجھکو سو جھے ہے کہ اک روز مین گر جاؤنگا
آتش عشق سے جون شمع پگھل پاؤن کے بل

سر پہ عاشق کے تکر شوخ قیامت برپا
اٹھ لڑکپن سے بس اب تو نہ مچل پاؤن کے بل

وقت کا تو ہے سلیمان یہ مرا دل ہے مور
دیکھیو بس اسکو مری جان نہ مل پاؤن کے بل

اسکی پامالی کریگی تری کبک خرام
روبرو اسکے نہ اس حال سے چل پاؤن کے بل

وہ فرنگی کا پسر دیکھ مری فوج اشک
بولا مت دور کیا یہ بچے دل پاؤن کے بل

شیشۂ وجام لے تو ہاتھ مین اپنے اتنا
ساقیا نشہ مو ہے نہ اچھل پاؤن کے بل

سر نہین آج اٹھاتا دل بیتاب مرا
پا یہ چلتا تھا تری کو چے مین کل پاؤن کے بل

لکھ ظفر اور غزل ایسی کہ جاتی ہو زمین
سب غزلخوان ترے آگے سے چل پاؤن کے بل

تختہ لالہ ہو دامان چمن مین پھولا
یا خناکے ہین یہ تیرے تن تسبدیز پہ گل

لب یار خوردے ہو تیرے کیون رخصہ بہار
ارغوان کا ہے کھلا سبزہ نوخیز پہ گل

جب تم سے پیتے ہی نوش ہے یہ حال نہین
پیلو نکلا ہی دھرا ساغر لبریز پہ گل

جان شیرین دی ظفر کوہ مین فرہاد نے حیف
کھا کے شیرین نے سر الفت پرویز پہ گل

کیا اسکے تصور مین ہے چشم پرآب گول
دیکھے ہے نہ ایسے نہ درخوشاب گول

دلبین ام شیرین کا ہے یہ خیال
ساقی دکھا نہ ہمکو سبوی شراب گول

ملا ہے اپنے لیے مین ہر لال ہر بہم کو
عمامہ تجکے شیخ فضیلت مآب گول

گرمی ہوز لفلین کی تمھاری ہوا ہوئی
برسا ہے جون تگرگ زمین پر سحاب گول

ہوزدی سوا سنے گرم ہو گوا کھلا یا ہے
دسنہ فلک سین صبح نہین آفتاب گول

اقرار وصل مین تمھارا دیکھو دلا
باتین کرے ہے کیا ہی وہ خانہ خراب گول

دیکھا ان کچون کو عاشق مجھ کہے ہے
کیا ہار حسن مین ہے ظفر کیا حباب گول

آج گلشن مین جو کسی عاشق کا لگے پھولا
غمزدہ ہین جگر سیان کو صبا چیرے پھول

حاجت گل نہین مرقدہ کچھ اسکے کا رہے
تن پہ ہین زخم ترے کشتہ ستم کے پھول

گل نہین سے نہین کم ہزار ہا بکا تن
کھنچے ہے چھرے ہین ترے کشتہ ستم کے پھول

نہ قاصد دل ہے نہ کوئی نامہ بر دل
ہوئے جا ہے کچھ آپ ہی دل کو خبر دل

کرتا نہ شکستہ اے تو سنگ ستم سے
بیقدر ہو ہوتی تجھے قدر گہر دل

سودائے محبت میں نہیں سود کی امید
بازی کا زیان ایسی ہے یا وہ ضرر دل

وہ دلمیں پھر کے سر غم عشق نے اٹھایا
جلوا کرے دو عالم جو گر سے یک شرر دل

کیا ٹھہر سکے آگے تری تیغ ستم کے
ہو تر نہ اگر داغ محبت سے سپر دل

دیتا ہو دل اپنا وہی اس آفت جان کو
ہو جان کا بھی خوف نہ جس کو نظر دل

دل جائے گر اس کوچے کو ہے جان بھی ہمراہ
وقت سفر دل ہے یہی ہمسفر دل

تا منزل مقصود پہونچنا نہیں ممکن
ہو گو نہ اگر شوق ترا راہبر دل

جبتک نہ کھلے یار تری زلف کا عقدہ
کیا دل ہے کہ وا ہو ہے مرا مشکل در دل

مست کش ہیں نہیں میرا دل بیمار
ہے دولت جان بخش ظفر چارہ گر دل

بات نکرسا قیا ہمسے تو چل مشہ گول
ہو ویکا ساغر سے کیا مول کمبخت گول

چرخ کیا کیا ہوا نشب مہ کامل خجل
دیکھ کی اس کا من انگشت گول

تا کوئی جانی ہوا نہیں وابستہ خوں
آبلہ بجا ہے وقت زرد کشت گول

اشک کا دیا مروہ ہو کہ خم مشک
ہو دش لاک پشت اگر ہا لشت گول

زلف کے حلقے میں ہو گردہ رخ آتشین
صبح ہوا تشکدہ نہ سب روشت گول

چھوڑا نہ محبت نے مجھے دیکھ کے زاہد | ہر چند کہا تو نے کہ آ سوے حرم چل
جاتا ہو ترے کشتۂ رفتار کا تابوت | ساتھ اُسکے بھلا تو بھی تو دو چار قدم چل
بسنے سے جو دم آئے ہو تنگ تو کہے ضعف | تھک جائیگا تو لیکے ذرا راہ میں دم چل

کچھ بات جو کہتا ہوں ظفر اُس سے تو واللہ
کہتا ہے عجب ناز سے مجھکو وہ صنم چل

فنا ہو ساتھ تو پھر زندگی سے کیا حاصل | فنا سے پہلے فنا ہو کہ ہو بقا حاصل
جھکا دی سجدے میں آنکھوں کو سوے کعبۂ دل | کہ ہو رہیگا ثواب اس نماز کا حاصل
جو دل کو صاف کرنا ہو تو خاکساری کر | کرے ہے خاک سے دیکھو آئینہ صفا حاصل
دل جواب مجھے زندگی نے یہاں لیکن | جواب نامۂ قاصد کو وان ہوا حاصل
سمجھ کے راحت جاں اُسکو دل دیا ہمنے | ہوا نہ پر ہمیں کچھ رنج کے سوا حاصل
زمین پر نے اگر آسمان سے علے بھی | مریض عشق کو تیرے نہو شفا حاصل
نہیں خوش آیا ہمیں بے نمک کھانا | نمک وہ زخم پہ چھڑکے تو ہو مزا حاصل
ہزار پارہ کیا اُسنے تیغ سے دل کو | ہزار شکر ہوا دل کا مدعا حاصل

سمجھتا آپکو ہے خاکیائے فخر الدین
کیا ظفر نے یہ کیا علم کیمیا حاصل

اتنا نہ اپنے جامے سے باہر نکل کے چل | دنیا ہے چل چلاؤ کا رستہ سنبھل کے چل

ہون وہ گلے کے ہار اگر ان سے پوچھیے
بکھری ہوئے پڑے ہین یہ کیون ہار مین کے پھول

کردی نسبتِ ڈھیری مرے سامنے تو کیا
لے لیتے گلفروش سے بازار مین کے پھول

احسان کرے جو لائے قفس تک مرے صبا
دو چار تازہ توڑ کے گلزار مین کے پھول

رنگین ہوئے ہین خون سے فرہاد کے ظفر
سب لالہ زار دامنِ کہسار مین کے پھول

لیکے کز لک داغ لون کہ بہکر دل نصطر پہ پھیل
نہین وہ نقطہ جسکو لیجے کاغذ زر سے پھیل

کدے حمامی سے پھینکے سنگ یا کوا تہ سے
یا نازک کوندہ تیرے کمین پتھر سے پھیل

جو ہو شے اصلی وہ ہرگز دور ہو سکتی نہین
کیونکر بے جوہر کو کوئی تیغ پر جوہر سے پھیل

ناخنِ دستِ جنون کی یون نمایان ہو خراش
تیر سینے کو دیا کو یا کہ ہو خنجر سے پھیل

کوئی صیقل گر نہین اس زمانہ مین کہ جسے
رنگ کین آئینہ گردون بداختر سے پھیل

جاہے ہے دشت غیلان مین اگر بنون تو خار
پوست اسکا ڈالتے ہین یون تن لاغر سے پھیل

جسطرح کوئی بگڑ کر انگلیون مین اے ظفر
لے سراسر چھال چوب خشک کے اوپر سے چھیل

ہو بدل ہونا ہنسی سے دیکھ جانان کی شکل
چشم و دشمن ہو ہو اشکہ ہو ندامان کی شکل

خنجر موج تبسم سے ہون زخمی کسکے مین
ہی جو ہر اک زخم دل میرا گل خندان کی شکل

گر نہ لیخا دیکھو پائے تیری صورت ہے نہین
پھر کبھی ہرگز نہ دیکھے وہ کنعان کی شکل

ردیف میم

وہ گل جو ہو پاس تو ہے کیا موسم
رنگ گل ہو نہ گر تو کیا موسم

کس طرح کا ب آتا ہے ای مسیحا
غمگسار دل کو ہے کیا موسم

ہوا ہے اور ہے برسات کا کیا
دو فوج گریہ ہے اور آہ سرد کو ہے کیا موسم

ہر ایک چیز کا ہے یہان جدا جدا موسم
ہوا ہے کیا ہے ظفر

ہوا نہ رنگ پہ چہرے کا رنگ دوسرے
تھا لے عشق مین اپنا ہی ایک سا موسم

چمن مین کیونکہ نہ رنجیر پا ہو موج نسیم
اجاڑ کا ابھی یار و نہین گیا موسم

بدل کے قافیہ لکھہ دوسری غزل بھی ظفر
بہار رنگ سخن کا تو ہے سدا موسم

نظر مین ہے وہ شباب نگار کا موسم
خوش آئے کیونکہ ہمین لالہ زار کا موسم

دلا دیا دغا اس بیوفا نے کی
مبادا آگ لگاوے چنار کا موسم

اسیر کنج قفس ہو نہین لے نوا سنجو
بلا سے میری گرا یا بہار کا موسم

نہ وہ گلون کا ہو تختہ نہین جو سکو خزان
سدا ہے ہو دل داغدار کا موسم

نہین بخت نگر سے ہو شاخ ثمر کان تہی
شگوفہ پھولا ہے ہر برگ و بار کا موسم

صبا تو کہی آیا ہے خار کا موسم
صبا تو کہی آیا ہے خار کا موسم

ظفر دکھائے ہے برسات کی ہوا ہمکو
ترے یہ گریہ بے اختیار کا موسم

لکھتے ہین بلبل کو پر کیا بلبل کے زخم
سی تو یہ صبا و رشتہ سو ہر گل کے زخم

رشک کھاتا ہے جب سو فوارجس کو دیکھکر
رہگیا ہے تیر کا تیرے وہ دل پر کھل کے زخم

نو شگفتہ غنچہ ہین کیا ہین پیاری مرے
لالہ پھر انگور تیرے ملتے ہی بسمل کے زخم

رکھدے گر مو باف اپنا سینہ تو بھاے کی جا
تو ابھی بھر آئین تیرے کشتہ کاکل کے زخم

کب تلک بیدیدہ یارب رکھیں چشم وفا
لگ رہے ہیں اجگلی آبرو دل کی تجھ ارسی میں ہم

دیکھ کر آئینہ کیا کہتا ہو یارو اب وہ شوخ
ماہ سے صد چند بہتر ہیں ہمارے یار میں ہم

اے ظفر لکھ تو غزل بحر و قوافی پھیر کر
خامۂ دریز سے ہیں اب گہر باری میں ہم

دیوانگی میں ہنسے لیا کب وطن میں دم
مجنوں کا اپنے لگے نہ ٹھکانے میں دم

دم میں نہیں فراق بت سیمتن میں دم
جز نالہ کب ہوا کہ کھیلا طرح سے بدن میں دم

مانند بوے گل نہ پریشان مزاج کر
لیجے وے باد صبح ہمیں ٹک چمن میں دم

میں اس پری کا کشتۂ کاکل ہوں دستو
واں لیل تیرے ہاتھ سے کیجو کفن میں دم

محفل میں اسکی قتل عنا کی طرح آہ
ہمکا گھے میں آنکھ ہر ہر غنچ میں دم

خط کیا لکھوں پیام کہوں کیا کہ اے ظفر
جوں بوے گل سمائے ہو کب پیرہن میں دم

ہنگامۂ جزا کا نہیں غم مجھے ظفر
بھرتا ہوں دل سے دوستیے پنجتن میں دم

جو منھ سے لے مرے کوئی جگر کے داغ کا نام
وہ پھونک مارے تو ہو جائے گم چراغ کا نام

بہار اس تن گل خوردہ کی اگر دیکھے
تو پھر زبان سے کبھی نہ لے سیر باغ کا نام

نہوتا گریہ ترا خط سبز خال سیاہ
نشان نہ طوطی کا ہوتا کہیں زاغ کا نام

ہمارے سینۂ سوزان میں ہووے آگ بھری
کہ اسکے جلنے روشن نہو اجاغ کا نام

ظفر

جو آشنا ہوا ہم سے
سو آشنا ہیں ہم
جو نزع طاری فرقت
سو مبتلا ہیں ہم
پریشان ہیں
سو پریشان ہیں ہم
خون بہا ایک نازنیں کا ہے
سو خونبہا ہیں ہم
اے ظفر اداہیں ہم
کیا کہیں بندۂ خدا ہیں ہم

نہ تو ہین نکہتِ گل اور نہ ہم وہ وہ چراغ
پریشان ہین ہم
داغ سینے کا جیسے کیونکہ برنگ خورشید
رکھتے مانند سحر چاک گریبان ہین ہم

اے ظفر اُسنے تو انسان کو بنایا ہے ضعیف
ضعف سے نالے کرین کیونکہ انسان ہین ہم

دل اگر مانگوگے تمکو دے صنم دیدینگے ہم
پر نہ دینا اور کو یہ بھی قسم دیدینگے ہم
کار روغن کا کرینگے اشک دل کی آگ پر
اور بھڑکے گی جو چھینٹا جنم دیدینگے ہم
جاتے ہو آپ سیاد و سباز جانبازونکو بھی
دم ہی سمجھے جاؤ گے گر اپنا دم دیدینگے ہم
زاہد بے مغز کو ہوگی نہ کیفیت نصیب
جام کو کیا کرے جو اسکو جام جم دیدینگے ہم
منھ نہ موڑینگے تری تیغ ستم سے یکھنا
سر تلک بھی عشق مین اے سرستم دیدینگے ہم
گر کہون دوگے نشان کیا تم دم رخصت مجھے
ہنسکے کہتے ہین کہ کچھ درد و الم دیدینگے ہم
یہ بھی تھا تقدیر مین لکھا کہ اے نوخط مجھے
یون دل و جان دین و ایمان یکقلم دیدینگے ہم
سب نکلجائین گی اے قاتل ہماری حسرتین
جب تڑپ کر دم ترے زیر قدم دیدینگے ہم

کندہ ہو دل کے نگینہ پر ہمارے نام دوست
اے ظفر کیونکر کسی کو یہ رقم دیدینگے ہم

یون ہین آنکھون سے رواں آنسو مگر رکھتے ہین ہم
موسم اک برسات کا سا سال بھر رکھتے ہین ہم
ہمدمو جسدم محبت مین قدم رکھتے ہین ہم
دیکھ لینا اسکو بھی اپنا سا کر رکھتے ہین ہم

جو لکھین خط انھین پیہم اودھر سے وہ ادھر سے ہم
نہونے دین محبت کم اودہر سے وہ ادھر سے ہم
کہان قسمت کہ بزم عیش مین دے جام بھر بھر کر
وہ گلرنگ کے ہر دم اودھر سے وہ ادھر سے ہم
کچھ اسکے آگے بولین حضرت دل ہم سے کیا قدرت
مگر دیکھین بچشم نم اودھر سے وہ ادھر سے ہم
اگر ہم چشم ہون باول ہمارے دیدۂ تر سے
کرین سیراب اک عالم اودھر سے وہ ادھر سے ہم
اڑائی خاک کیسی دشت کی مجنون نے اور ہم نے
جلے وحشت زدہ جس دم اودھر سے وہ ادھر سے ہم
تری محفل مین ہین پروانہ برہم دل جلے بھی ہون
کرین تا شرح سوز غم اودھر سے وہ ادھر سے ہم
ظفر گھبرا رہا ہی دل نہین دو چار بھی ہمدم
کہ تھا نے اسکو دیکھوم اودھر سے وہ ادھر سے ہم

ردیف نون

غزل اک اور بھی مضمون پڑھیں کیونکر نہ محفل میں
ظفر کہتے ہیں ہم بھی وضع استادانہ رکھتے ہیں

ہمارے نالے کیا سدا ہمسایہ ویران ہیں
کہیں طوفان برپا ہو کہ یہ آنکھیں بھی گریان ہیں

تقابل ہو نہ شاخ گل کے یا ہم میں مرت ہو
قفس پر داغ سے ہم غیرت سرو خراماں ہیں

سمجھ لیں گا نہیں ہے رو کو صحیفہ صورت دستی
کہ اپنی آبلہ پائی ہے اور خار مغیلان ہیں

یہی بود و نبود اب ہے تو اپنی اے یار
جو اپنے قدر داں ہیں تو ہم بھی نیستر ہیں

ہنسا ہے کون ایسا کھلکھلا کر اے صبا کہہ دے
چمن میں صبحدم غنچہ جو سب گریان ہیں

نہ قربان کیونکہ ہم ہوویں کہ اپنا دل انھی پر ہے
کہ وہ سینہ میں اب ہیم لگائے تیر خونخوار ہیں

بروئے تو نہ کیا تار سخن میں گو ہر معنی ہے
ظفر تحسین کہاں محفل میں اب سارے سخندان ہیں

سمجھا انکو کہیں کیونکر ہم کیجان دو عالم ہیں
نہ ہے دم قبضی یار و ہم کیجان دو قالب ہیں

نہ ہے عشق میں وہ اہم ہم کیجان جو طالب ہیں
دو ہی بخشے ہیں ان ہم ہم کیجان دو قالب ہیں

بظاہر گرچہ دو ہیں پر یگانہ جسم عالم ہیں
وے ہم اور وہ اپنا ہم کیجان دو قالب ہیں

تمھارے ساتھ سایہ رہتا ہوں سدا ہمدم
جدائی کیسطرح ہو کہ ہم کیجان دو قالب ہیں

کھلے چشم حقیقت میں تو اسدم یہ نظر آوے
کہ کس صورت حباب موج ہم کیجان دو قالب ہیں

ظفر ہو ایک ان آنکھوں میں وہی نور بینایی
بعینہ یہ تیرے سر کی قسم کیجان دو قالب ہیں

کیجو نہ قلم عاشق ناشاد کی گردن | پیچم کا خون ہوتا ہو جلاد کی گردن
مت فصد کرو میرا الہو در نہ بہے گا | خون ہو دیگا ناحق مرا فصاد کی گردن
گردن کے جو نقشہ کا گیا سوچ مین تیری | زانو سے بھر اٹھ سکی بہزاد کی گردن
اے تیغ نگہ حشر کو ہونگا مین گلو گیر | گر تو نہ مرے تن سے جدا زاد کی گردن
شیریں نے تو جان اپنی فقط پرد بر مین کھوئی | ادا سکے گئی عشق مین فرہاد کی گردن
باندھے نہ ہوا نیاز مین ہرگز بھر اپنی | دیکھے اگر اس غیرت نوشاد کی گردن

افسوس ظفر دیکھیے کو حال کے تیرے
اٹھی نہ کبھی اس ستم ایجاد کی گردن

انھین دیوانہ ہم سمجھین ہین جو مستی پہ ہنستے ہین
بھلا کیون رستگاران جہان مستی پہ ہنستے ہین
صفا رکھتے ہین جو آئینہ دل کو یہان اپنے
وہ اے زاہد نہ ہی اس آرسی جستی پہ ہنستے ہین
نہین پیتے ہین اک بوسہ پہ دل اور سکرتے ہین
تماشا ہو کہ وہ اس جنس دل مستی پہ ہنستے ہین
شراب عشق کی کب اہل دنیا سمجھین کیفیت
عجب اندھیر ہو سب عالم مستی پہ ہنستے ہین

خاک تمسے مل سکین اے ہمصفیران چمن
ہم گرفتار قفس تم دلفریب ایوان چمن

سینہ پر داغ ہین لالہ ہے کبوتر دل
نغمہ سنجی سے نہین خالی ہین مرغان چمن

دیکھکر دست حنائی اسکا مجھکو بیخود
روبرو جسکے خجل ہے دست مرجان چمن

شبنم و نرگس نہین یکجا نم مژگان مین آہ
آج ہے سرگرم زاری چشم گریان چمن

عرس ہے کسکے شہیدوں کا بتا اے باغبان
لالہ و گل سے جو ہے سرو چراغان چمن

زلف و خط کا اسکی کس صورت دل اپنا ہو اسیر
منفصل جسسے ہے سنبل اور ریحان چمن

اے ظفر مین ہون غلام طوطی ہندوستان
کب مقابل ہو وین میرے عندلیبان چمن

شب کیونکہ دیے ہار کے گل زیر گریبان
بھاتی ہے تری نقش ہین گل زیر گریبان

ہے جام نہ ساقی کہ مین ہون چونکہ نشے تیز
ہونٹون سے ڈھلی آتی ہے مل زیر گریبان

یہ نکہ یاقوت ہے چشمون سے ہماری
لخت جگر آیا نہین ڈھل زیر گریبان

لینے کو ترے بوسۂ ناوک کے لب زخم
سینے مین رہے ہین مرے گھل زیر گریبان

کھلتا ہے ابھی پردۂ کونین ظفر دیکھ
سب کھلتے ہین جون غنچہ گل زیر گریبان

کبھی تو آؤ ہمارے گھر مین سنو ہماری بھی چار باتین

عجب ہے شکوہ رقیب کا یان ہزار منھ مین ہزار باتین

یہ دانہ وہ ہو جسکی جستجو میں روز و شب یارو
بسان آسیائی دانہ دانائی سے پھرتے ہین

ولا کیا چاہئے کیا آشفتگی لائیگی اب سر پر
جو ہم سودے مین اُن زلفون کے سودائی سے پھرتے ہین

چمن مین کے ہو رد کش شاخ گل کھینچے ہے خیارہ
مگر بچکے کے وہ جبوقت انگڑائی سے پھرتے ہین

عبث تو در پی تدبیر ہو اے ناصح مشفق
کہین سو واز دے بھی کوئی رسوائی سے پھرتے ہین

صف عشاق کا ہو ناک مین دم آگے ہی سے
بتان ہند خود بینی سے خود رائی سے پھرتے ہین

الٰہی جلوہ فرما کون ہو یان روز شب اسپر
مہ و خورشید جو نکر تماشائی سے پھرتے ہین

قدم آنکھون سے چومے کیون نہ مجنون آکر اے
کہ خارستان مین اب ہم آبلہ پائی سے پھرتے ہین

عبث دامن کشان خار بیابان جنون تو ہے
کوئی ہم اہل وحشت خوشت پیمائی سے پھرتے ہین

گل خورشید ہر نقش قدم سے اُگتا ہی
جدھر یہ رشک چینیان جلوہ آرائی سے پھرتے ہین

ولا ہو تا ہی آشوب قیامت سجدہ بر پا
یہ خوش قامت جہان انداز رعنائی سے پھرتے ہین

ظفر تبدیل بحر و قافیہ کی یہ غزل سنیئے

سیان دانشوران ہند دانائی سے پھرتے ہین

اُسکے کوچہ مین ولا جاکے جو ہم پھرتے ہین
آکے تب گرد و حدود خوف سے کم پھرتے ہین

دان جو ہر دم وہ کیے تیغ علم پھرتے ہین
سیان ہستیلی ہی یہ سر کو لیے ہم پھرتے ہین

ہم جدائی مین سیان مثیے ہین جیکے گھنگھین
دان خوشی ہو کے وہ خیرون سے ہم پھرتے ہین

طلب گودون مے مذی بزم مین آنکو افسوس
جو سد اساتھ لیے لشکر خم پھرتے ہین

کام ہی تجھ سے تو دل کا لگانا بیخدا
سنگ سے شیشۂ دل کیکھ بھڑاتے ہم ہین

شمع رو کا پتے ہین کوڑی مثل سنگ
رشتۂ فکر سے اب جا ہین جاتے ہم ہین

خشکل حور شد اگر لاکھ نظر تو آ تھیسی
تجھسے بے مہر کوئی آنکھ چراتے ہم ہین

خاک پا کر تری ہم خاک شفا جاتے بس
دیکھ جون سرمہ اب آنکھو سے لگاتے ہم ہین

ترک شاہی کو کر اب طرز گدائی لے کر
کوڑی کی کوڑی کلی سب پہ لٹاتے ہم ہین

جیمین کچھ بو محبت نہین اسکی خاطر
مفت مین جلن جگر اپنا گنواتے ہم ہین

پھر کر منھ پہ تعصب دیدۂ دوانستہ مجھے
کیسے ہیشگے اسی باعث نہین آتے ہم ہین

حیثم کیا خاک رکھین اس سے ظفر ملنے کی
جب کبھی تفتہ تم انکو سناتے ہم ہین

پیر سے دلمان نہین اک ہی ہین تیس
پارچہ ابر اس گھر مین جو چلم کے ہین

صبح آویگا چمن مین کیا صبا وہ نرسک گل
اور بھی ہر گل کی ڈولی جا صبا شبنم کے ہین

تن پہ گل جو وہ نہین اپنا ہی ہے رشک چمن
اس تن ہر زخم پر پھاہے مرہم کے ہین

اے خریدار دہین کیا ہی جنس ہے لیکن کہ
سب جلا آب یہان رائندہ نیرنم کے ہین

مرد مان اشک لحت دل کی کچھ جا ہی نظر
لعل گوہر سے بھلا بین یہ کیا کم کے ہین

فرش نظالین پر کہان تجھے گل اٹھو بکے مہ بین
سب یہ گل بوٹے بنائے سر چشم کے ہین

تیغ سے قاتل تری اک جنبش دل پہ رک سکے
او سیان آرسے ہم ابرو پہ خم کے ہین

سرکشی کرتی ہی کیا پروانہ جانسوز سے
شمع نسوان کا فلک پر ہی داغ آتشین

دل نے بھی عاشق ہو میرے سینہ پر داغ مین
جون خلیل اللہ دیکھی سیر باغ آتشین

کیون نہ گلشن مین کرین مینوش نافرمانیان
ہاتھ مین لالا کے ہی ساقی ایاغ آتشین

لالہ خودرو کہان ہی دامن کہسار مین
کوہکن کے آتش غم سو ہے داغ آتشین

کون پاسکتا تھا میرے اشک گم گشتہ کو
آہ سے یا ظفر لیکن سراغ آتشین

منہ خورشید نو جیسے فلک سین آنکھین
سامنے انکے نہین آج تلک سین آنکھین

یاد مین اس تر حسن نمکین کی ہم نے
کثرت رشک سے ہین کان نمک سین آنکھین

حلقۂ ناف ترا دیکھ کے پریون نے شتاب
اپنی اے غیرت صد حور ملک سین آنکھین

شبکو ہی ماہ جبین انجم افلاک کے بند
ایکھتے ہی ترے دندان کی چمک سین آنکھین

اسکا یہ آنکھ چرانا نہین بیجا ہے ظفر
ہمسے رکھے ہین وہ بے شبہہ دشمک سین آنکھین

ہین لخت جگر پنجۂ مژگان کے بس مین
یا سرخ لڑانیکو یہ چھوڑی ہین قفس مین

صیاد مرا رکھدے قفس جا کے چمن مین
بیتاب ہون نظارۂ گلشن کی ہوس مین

ایسا بھی تو مین مورد تقصیر نہین ہون
کیون گالیان دیتی ہو مجھے بیٹھ کے دس مین

پروانہ صفت کیونکہ جلی شمع کے اب گرد
کب سطح جل جانے کی طاقت ہی مگس مین

قدم کس منھ سے راہ عشق مین یہان بلبون کھے
ظفر اس جا تو قیس و کوہکن سے دھاگ جاتے ہین

یاد کیا تجھے کیا شب اپنے گھر میرے تئین
ہچکیان آتی رہین تجھ کو اثر میرے تئین

کیون رولائے ہے تم اتنا مجھے میرے تئین
آبرو ہی آپکی مدنظر میرے تئین

واہ ساقیے ازل اس غرہ مین تونے بھر دیا
یہ دہ ناب اسکو رہون جگر میرے تئین

خط کو پشت لب مین کی دیکھکر کہتا ہے دل
ملکے کوثر پہ دیکھو خضر میرے تئین

کشتی دلکا نہ اطمینان کنارا اب تجھے
ہین پیشانی تری موج خطر میرے تئین

آپکا ہی طاقت پڑا زنہار ہم قفس
کردیا صیاد نے بے بال و پر میرے تئین

اس ہجوم خال کا بس بچا دیکھ خیال
رو اڑا یا روت کو تو دو نہین گر میرے تئین

ہو کمان اشک مسلسل عشق کی تکرار سے
یہ ہی خلوت مین ہین سلک گہر میرے تئین

کردیا خانہ خراب اس نے دل کا مرے
خاک تجھے چشم ہوا ہے چشم تر میرے تئین

اسکے کوچے کا تو رستہ دیکھ لیتے ہم مگر
یہ ہی ہے بیخودی تو اب کدھر میرے تئین

آرزو کا فی کی سلامت تب رہے گی اے ظفر
ایک لہ سرد سے اگر وہ لب شکر میرے تئین

رکھے ہر قطرہ لیل یہ فلک تصویر کرتین
کہ فانوس خیالی مین ہون یہ پیکر جگر چکے ہین

کہین کھایا ہی شاید اسنے تیری نا کا طعنہ
بھبوکی طرح ہی ہی عاشق دلگیر جگر چکے ہین

ہے حسرت جا کہ ابتو آنکی اے صنم
آج کہتے ہین کہ دو جا رہو جا ہین

لعنت دل و راتک کب تجھتی ہین آنکھون سے مرے
لعل کی ٹکڑی ہین یہ دو دہ نشو ہین

ہمنے کیا تقصیر کی ہے کیا گنہ سرزد ہوا
گالیان کیون آپ دیتے اب ہین ہر با ہین

ہمنو آنکو چاہتے ہین جان و دل سے ہمنشین
ہمکو وہ چاہین نچاہین آنکو وہ مختار ہین

دیکھے آوین نہ آوین ہمکو کیا معلوم ہے
ایک آنے کا ظفر وہ کر گئے اقرار ہین

ہجر کے ہاتھ سے اخیر کس پڑی ہے مجھ
درد اکیلا در آ اٹھا آ دنیا سینے مین

خون دل پینے سے جو کچھ ہے حلاوت ہمکو
پیرا در کسیکو نہین مے پینے مین

دل اگر مشکل ہے اپنے نہ مصفا رکھون
جلوہ گر یار کی صورت ہے مری آئینے مین

اشک و لخت جگر آنکھون سے نہین ہین میرے
ہین مہرے لعل کہ عشق کے گنجینے مین

تکل آئینہ ظفر سے تو نہ رکھ دل مین خیال
کچھ مزا بھی ہے بھلا جان مری لینے مین

موج دریا سی نہو کیون یہ ہمسر آستین
روز و شب بہتی ہے میری چشم تر پر آستین

مژہ ہمسر ہو کے تیرے قد دلجو سی کیا
کیا چڑھاتا ہے تو اے رشک صنوبر آستین

موج طوفان خیز آسکو دیکھکر کہتی ہے خلق
آسنے پہنی ہے جا کی اپنے چلکر آستین

کیا ہنی یہ دیدۂ تر اپنے چشم حباب
موج دریا بن گئی اب ہے شکر آستین

اے ترے قربان مجھکو ذبح کرتا ہے اگر
لے چھری بڑھکر ابھی تکبیر سیدھے ہاتھ مین

دست چپ ہی مین نہین جو ری غضب نے کی کچھ
ہی چورائی پہ تری تصویر سیدھے ہاتھ مین

پانون بایان چوم لی مانی ترا نقش اگر
کھینچے گر لیکر قلم تصویر سیدھے ہاتھ مین

نشانی ابتو چھلا اپنے سیدھے ہاتھ کا
کھلائے گل انجھا بھی تا لے ہر سیدھے ہاتھ مین

کچھ ہو طالع مرسیدھی جو خط اُسنے لکھا
لکھے بسم اللہ بے تاخیر سیدھے ہاتھ مین

دسے خلال اُسکو ظفر بازی کا کیون کرتا ہی پوچ
دست چپ مین ہی وزیر اور وزیر سیدھے ہاتھ مین

ایک تو مہندی کی ہی تحریر دونون پانون مین
دوسرے ہی کفش بھی تصویر دونون پانون مین

اُسکے پابوسی کرین کیونکر نہ عشاقان ہند
ہی پم تیرے بت بی بیر دونون پانون مین

مشک بون تا مفرہ پر ہی روان اے لخت دل
جون چڑھی نٹ باندھکر شمشیر دونون پانون مین

قتل گہ مین دل مرا قاتل کی پابوسی کو آہ
لوٹتا ہی صورت نخچیر دونون پانون مین

سونے دیتی کی نہین انجھا کو پھر اُسکی صدا
مت مین خلخال زرای پیر دونون پانون مین

دشت گردی خاک کیجے بعد مجنون اے ظفر
مالے ہی خار بیابان تیر دونون پانون مین

ہوئی پھر آمد و رفت صبا کیا کوی جانا نہین
گئی جو چھوٹی بو عشق کی دشت بیابان مین

کہان ہے عکس مو زلف سیدھا خط جانا نہین
نشانی کیلیے سر خط رکھا کافر نے قرآن مین

کوئی تار اس زلف مشکین کا جو ہاتھ آوے تو لا
اے صبا مشتاق کب ہم مشک تاتار کے ہین
نمکیا مرہمین بھرو تم زخم دلپر یا نمک
پر مزہ کچھ ہو کہ ہم خواہان مزیدار کے ہین
کو بکو خانہ بخانہ پھرتے ہو خوشید وار
پھر وہ جنس دل متعار گرم بازار کے ہین

اے ظفر تیری وفا نے اسکو سکھلائی وفا
اس جفا جو مین جو شیوہ یہ جفا کار کے ہین

سرایت کر گیا تا کو کہن کا خون پتھر مین
تو پھر اس سنگ کی سرخی نہوتی لعل احمر مین
تم اپنی زلف کے مارے کا گر ڈھونڈھو نشان اسکے
کہ اسکی قبر ہوگی سنگ موسے کے مجر مین
نہ ٹھہری کشتے دل اپنی دریائے محبت مین
اگرچہ دو جہان کو باندھ دیجے اسکو لنگر مین
ترا کشتہ نہ کیونکر زندۂ جاوید ہو جاوے
ترے ہی آب حیوان کا سا ہے تیر آب خنجر مین
مرے مضمون سوز دل کے ہوے جلکے خاکستر
اگر نامہ کو اپنے باندھ دون بال کبوتر مین
طبیعت صاف ہے جنکی نہین آلودہ دنیا مین
کہ تر ہوتے نہ دیکھا ماہی نے آب گوہر مین

ظفر سلطان عشق آیا ہے چڑھکر کشور دل پر
قلم برداشتہ ہے نالہ غم و حسرت کے لشکر مین

تری مخمور آنکھون مین یہ نیلے غضب کے ہین
ترے گیسوے مشکین دو تون یہ کالے غضب کے ہین
بہا دینگے ابھی لوہو کے دریا کوی جانان مین
رواں خنجر کہان سے میری پر نیلے غضب کے ہین

پاس آداب سے کیونکر نہ ہی تمع کھڑی
کہ تری بزم مین ہم خستہ جان بیٹھے ہین

استقامت کی نہین جا ہی یہ منزل کہ یہان
سارے برداشتہ دل سرو جوان بیٹھے ہین

اٹھے حسرت زدہ ان نرم سے کیا جون تصویر
کہ جہان انکو بٹھایا ہی وہان بیٹھے ہین

اے ظفر بارش گریہ تر اکیا طوفان ہے
آج اس کوچے مین کتنے ہی مکان بیٹھے ہین

تدبیر کو ہو طرح کی تدبیر سے بدلون
تقدیر کو کس طرح سے تقدیر سے بدلون

ہاتھ آئے جو تصویر تری عالم تصویر
مین حضرت یوسف کی تصویر سے بدلون

زہر اب مجھے ین حلاوت ہی کچھ آئی
مین اسکو نہ ہرگز شکر و شیر سے بدلون

بیماری ہجراں سے اب اتنی نہین طاقت
بستر پہ جو کروٹ کسی تدبیر سے بدلون

آنکھون مین چڑھی کہر جواہر ہی مرے خاک
مین خاک در یار نہ اکسیر سے بدلون

انجم ہی مرے داغ سوا ہین جو کہو تو
اسبات پہ شرط اس فلک پیر سے بدلون

تنگ آیا ہون مین گھر مین نہین تجھ بن کہ بجا ہے
اس گھر کو اگر خانۂ زنجیر سے بدلون

گر آب بقا بھی سر ہاتھ آئے تو آخضر
مین اسکو نہ آدم شمشیر سے بدلون

واعظ ہی نہین دل کو ظفر آہ جو بس ہو
اس غنچہ کو مین غنچۂ تصویر سے بدلون

رات دن تیرے تصور ہی خیال اور نہین
کہ سوا اسکے محبت کا کمال اور نہین

نے مرا موسٹس ہی کوئی اور نہ کوئی غمگسار
غم مرا غمخوار ہی مین غم کے غمخوار دشمن ہون

جو مجھے لیتا ہے پھر وہ پھیر دیتا ہی مجھے
مین عجب اک جنس نا کارہ خریدار نہین ہون

خانۂ صیاد مین ہون طائر نصویر وار
پر نہ آزادون مین ہون اور گر قفس بندون ہون

اے ظفر مین کیا بتاؤن تجھسے جو کچھ ہون سو ہون
لیکن اپنے فخر دین کے کفش بردار دشمن ہا ہون

میان لیلی و شون کے عشق مین یون تو افسانے ہین
مجھے ہیچ ہین مجنون کو وہ مثالی ایسے ہین

جو انکے عشق نون پلکون کی ہین سو راح سینے مین
کہو تو خانۂ زنبور مین کب خانے ایسے ہین

عطا دندان بہ تمکین کون کیا وصفین اسکا
نگین لعل ایسے موتیون کے دانے ایسے ہین

سنو این پنجۂ مژگان یار سے اسکی رقیبون کو
خدا کی شان یہ ہی آبنوسی شانے ایسے ہین

برا ہو سخت جانی کا کہ آڑے سر پہ پڑتے ہین
دم شمشیر قاتل پر بڑی دندانے ایسے ہین

مسیحا دار جو گردن سے اسکی اور اب مینگون
نہ ایسے ہونگے دیکھے نہ پیا ہے ایسے ہین

ظفر کی داستان غم کو وہ سن سنکے کہتا ہے
رہو جب بس سنی ہمنے بہت افسانے ایسے ہین

مرشد پاک روان فخر الدین
قبلہ و کعبہ جان فخر الدین

اک جہان فخر جہان کہتا ہے
پرتو فخر دو جہان فخر الدین

مین گدا ہون ترے دروازے کا
جا ہون اس در سے کہان فخر الدین

نیکے نام اسکا بہت ہین بھرا کرتا ہون — کیون مجھی کو دل بتیاب کہو تو کہدون
رخ کو تیرے نکہون برق نہ شعلہ نہ قمر — بلکہ خورشید جہانتاب کہو تو کہدون
نکہون سینہ کو سینہ نکہون ناف کو ناف — اسے دریا اسکے گرداب کہو تو کہدون
عکس افگن ہین آئینہ مین کانون کے مگر — مچھلیان دو ہین آب کے تو کہدون
رنگ پان لب نو خط کو تیرے لال کیا — ہین اب اس پتہ کو غلاف کہے تو کہدون
یون تو افسانہ مرا وہ نہین سنتا ایدل — اُس سے یہ قصہ نم خواب کہے تو کہدون

اے ظفر سچ ہین سب کہتے ہین مہتاب کو بھی
ماہ نو ساغر سیماب کہے تو کہدون

موسم گل کی چمن مین کب خبر اڑتی نہین — یہ قفس سے بلبل بے بال پر اڑتی نہین
یون تو اپنی جوش وحشت کی خبر اڑتی نہین — دیکھیان ہو کر قبا تا سر بسر اڑتی نہین
کونسی شب ہے کہ تجھ بن اس مری فریاد سے — نیند ہمسایون کی اے رشک قمر اڑتی نہین
ہاتھ ہے اس شوخ کی اڑ جائے ہے رنگ حنا — یہ ہماری سرخی خون جگر اڑتی نہین
ذکر حیرت شب اڑے ہے دیکھ اس پر ازکی — بابل تصویر پر رنگے ہے پر اڑتی نہین
اُس کے مابندہ پر قطرے عرق کے دیکھنا — ہے عجب رشید سچ شبنم اگر اڑتی نہین
کاروان عمر جاتا ہے کدھر پا مین کہان — گرد بھی اُسکی سر راہ سفر اڑتی نہین
زلف کو جنبان ہوا دیکھ اپنے رخ پہ تو — شپرک مہتاب مین یکبی اگر اڑتی نہین

کہین مین جوش وحشت ہون کہین مین محو حیرت ہون
کہین مین آب رحمت ہون کہین مین داغ عصیان ہون
کہین مین برق خرمن ہون کہین مین ابر گلشن ہون
کہین مین اشک دامن ہون کہین مین چشم گریان ہون
کہین مین عقل آرا ہون کہین مجنون رسوا ہون
کہین مین پیر دانا ہون کہین مین طفل نادان ہون
کہین مین دست قاتل ہون کہین مین حلق بسمل ہون
کہین زہر ہلاہل ہون کہین مین آب حیوان ہون
کہین مین سرو موزون ہون کہین مین بید مجنون ہون
کہین گل ہون ظفر مین اور کہین خار بیابان ہون

ہوے اے بیخبر تجکو خبر خاک نہین — کہ سفر سر پہ ہی سامان سفر خاک نہین
تیرے بیمار کی کیا خاک کریگی دوا — ہوتا اکسیر کا بھی اُسکو اثر خاک نہین
برسون گذرے کہ ہوئی خاک ہماری برباد — ابتو اس کوچے مین اے باد سحر خاک نہین
جل کے ہم خاک ہوے عشق مین اُسکے لیکن — اُسکو ابتک اثر سوز جگر خاک نہین
ذرہ ذرہ مین ہی یہان خاک کے پیدا خورشید — لیکن آیا تجھے غفلت سے نظر خاک نہین
دی ہی تقدیر سوا اُنکو ہنرمندون سے — جنکو جز بے ہنری آتا ہنر خاک نہین

ابر تر کو پل مین رولا مین طوفان پر اک طوفان لا مین

وقت دنور گریہ اپنے دیدۂ پرنم ایسے ہین

گل ہے کمین اور خار کمیں ہی نور کمین اور زار کمین ہی

ایک ہی عالم کیا ہے ہزارون اُسکے عالم ایسے مین

غیر کے گھر مین تو ہے خندان ہم ہین اپنے گھر مین گریان

عید کدہ وہان ایسے ہین اور یہان ماتم ایسے ہین

جیسے گل رخسار پہ اُنکے طرفہ عرق کی بوند مین ہین

دیکھے گل لالہ پر کہنے قطرۂ شبنم ایسے ہین

وہان ہے عیش وعشرت باہم یہان ہی آہ و نالہ ہر دم

اُنکے ہمدم ویسے ہین اور اپنے ہمدم ایسے ہین

بیعت کرتے ہینگے ظفر سے دنیا کے عشاق تمام

واقعی ہوتے عشق مین کامل عاشق ہان کم ایسے ہین

تک کب پیوستہ ہین مژگان ترکی شاخ پر نوتیا کی پھول باندھی نیلوفر کی شاخ مین

کیا عجب ہووے چشم شوخ پر ابرو کج ہوتی ہی اکثر کجی آہو کی سر کی شاخ مین

دیکھا انگشت مین اُس گل کی انگشت ششم نیشکر کی شاخ پھوٹی نیشکر کی شاخ مین

اُسکے ابرو کشیدہ پر نین کاجل کا خط ہی گل سوسن کمان فتنہ گر کی شاخ مین

اپنی گرسوختہ جانی پہ ظفر وجد کرون
جون سپند آگ پہ یکبار اچھلکر کرون

نہین زیب اگلوی فاختہ یہ طوق گردن مین
محبت سرو کی ڈالے ہوی ہی ہاتھ گلشن مین

تجھے اے ابر قرگان فرین خوب اشک برسانے
برستی اسطرح بادل نہ دیکھے ہینے ساون مین

بھرا آتا ہی دل آہن کا میری زخم سینہ پر
بجاے تار ہی اسکو نکاتا اب چشم سوزن مین

نہ سمجھو پارہ دل نالہ پردہ مین میرے
مگر چنگاریان سی اڑ رہی ہین دودہ گلخن مین

اڑائین دھجیان کس طرح سی دست وحشت نے
کہ ڈھونڈو تو نپاوتا تار تابت جیب و دامن مین

سمجی لو وہ دندان جیکہ وہ ہنسکر دکھاتی ہین
تو پڑتی ہی گل سوسن پہ کیا کیا اوس گلشن مین

خدا نے کیا بنایا اے ظفر دل سخت اس بت کا
نہ وہ سختی ہے پتھر مین نہ وہ سختی ہی آہن مین

سب حرکتین سمجھتے ہم آن آن مین ہین
تم اپنے دھیان مین ہو ہم اپنے دھیان مین ہین

قران کی آیتین ہین وہ خط مصحف رخ
پر جانتے نہین ہم یہ کسکی شان مین ہین

یہ مار زلف ذی ہی یا بنی یہ من کو ام گلا
اویزی ہی لعل کی کب اس گلے کے کان مین ہین

بنت العنب ہی ساقی وہ فاختہ کہ جسکے
سب ند آشنا ہین جتنے مہانمین ہین

اس شعلہ رد کا آیا ند کو رجب زبان پر
سو سو پڑی پھپھولے دہین زبان مین ہین

کھا جائینگے دو دل کو ہی اسکا یہ نمونہ
ساری الائچی کو سمجھتے جو پان مین ہین

بھر گئی پھر صفحۂ گردوں پہ آرائش سی اور
جلوہ فرما کون ہوگا جو خطوط بہر سے
زلف مشکین کو جو اس کی زنے باندھا کبھی
جا بجا ہو کیوں نہ شہرت حسن کو سکے ظفر
جی میں کیا تیرے سمایا اسے کیا کہتے ہیں
ساتھ سوتی ہو لپٹ کر مرے تم غیر کے ہاں
آپ ہم مرتے ہیں وہ اور رخش ہیں افسوس
پوچھا ہر چند بھرے کان تمہارے کسنے
دن کو تو یوں وہ نہ آیا کہ ہیں مانع اغیار
گل صد برگ بنایا دل صد پارہ عشق
بید میں پھل نہیں سایہ ہے مری آہ کا نخل
لاکھوں انداز ہیں کس کس کو ہم انسی پوچھیں
گریۂ خون سے سلگنا ہی تھا دل اور ظفر
سرد مہری نے جلایا اسے کیا کہتے ہیں

وہ تیر اور ہے جس تیر کا فگار ہوئیں
وہ دام اور ہے جس دام کا شکار ہوئیں

غیر پر چشم عنایت مجھکو دیکھو قہر سے
آنکھ سے دیکھا کرون تم کہو تو کیا کرون

غم مرا غمخوار ہے کرتا ہی وہ غمخوارگی
مین نہ دم اسکا بھرون کیونکر کہو تو کیا کرون

مین ہون حیران و سرگرداں کے آئینہ ہون
آپ صورت آپکی کیونکر کہو تو کیا کرون

واہ واکہتے ہین میرے لب کھلے ہی رہگئے
اور وصف اسکا کہون کیونکر کہو تو کیا کرون

جم گیا دل خاک کوئے یار پر جون نقش پا
اٹھ نہین سکتا اٹھون کیونکر کہو تو کیا کرون

اپنا احوال محبت سامنے اُسکے ظفر
آپ مین لکھکر پڑھون کیونکر کہو تو کیا کرون

پاک شی کچھ اور ہے مین قطرۂ ناپاک ہون
بولتا کیا جانے کیا ہے مین تو مشت خاک ہون

خواہش دنیا ہے در پی استقامت کیونکہ ہو
اڑتا پھرتا مین ہون ایسا جون خس و خاشاک ہون

دور ہے منزل بہت اور پانو مین طاقت نہین
گرچہ مین رکھتا طبیعت عشق مین چالاک ہون

بے حجابی سے اٹھا کافر نہ تو منہ سے نقاب
جھیکر کیا جانے کیا بولون کہ مین بیباک ہون

ناصحا کرتا ہی کیا چاک گریبان کو رفو
فکر کرا سکا کہ رکھتا سینہ مین صد چاک ہون

اے ظفر دونون جہان مین کیون نہو مجھکو ظفر
جان و دل سے مین غلام صاحب لولاک ہون

مین ملون کیونکر کہ وہ پیمان گسل ملتا نہین
میرا دل ملتا ہے اُس سے اسکا دل ملتا نہین

اُسکی صورت سے لے کون حسن یوسف کی تمیز
رنج سے رنج کیسو سے گیسو تل سے تل ملتا نہین

سنکے وہ آواز کو دہلیز پر بھی پاؤن
آج کیا جانے وہ کس شکل سے گھر مین آئے ہین

رات کو کرتا ہی وہ نالے کو اڑ جاتی ہی نیند
لوگ سب جانے تری مائل سے گھر مین آئے ہین

جب کبھی لوٹے ہین خاک کوے جانان پر تو ہم
کیا معطر ہو کے عطر گل سے گھر مین آئے ہین

جب گئے ہین لوگ سمجھانے تیری دیوانے کو
الٹے پاؤن ہو وہ قائل سے گھر مین آئے ہین

سب کے گھر مین تو دل گھر مین کچھ کیا ستگدل
ٹوٹے ہم سر کو گھر کی سل سے گھر مین آئے ہین

کہدو شور حشر سے آماد گان گور کو
مت ٹھہرو تھک کے ابھی منزل سے گھر مین آئے ہین

کس کی چشم مست کو تم دیکھ کر اب اے ظفر
آپ جو لان مے سے لایعقل سے گھر مین آئے ہین

ہزار دن طرحین بدلتی ہین ہر تدبیر سیدھی مین
نہین چلتا کوئی پلٹا اگر تقدیر سیدھی مین

بھی ہو زلف پر خم مصحف رخسار پر آسکے
کجی کی دیکھو جدل کسنی کی تحریر سیدھی مین

جو صورت راستی کی چاہتا ہو تو نہ خم رو ہو
کہ ٹیڑھی شکل تو ہو بہ نما تصویر سیدھی مین

سمجھ لے کیا ہوتا ہے ناصح جب دل سمجھے
کہ تقریر کج بحثی کی اتنی تقریر سیدھی مین

بتا یہ کشتگان ابرو خمدار کا پایا
کجی ہر مقبرہ کی رہگی تعمیر سیدھی مین

کرون مین بات ٹیڑھی یا کہ سیدھی لیک حاصل کیا
وہی تاثیر الٹی ہی ہر تاثیر سیدھی مین

اگر دشمن مین وضع راستی بھی ہو حذر کر تو
کہ برش کیا نہین ہوتی ظفر شمشیر سیدھی مین

ہشت بہ مینڈا نتوان کروں کیا ایدل
از غم دیرہ ان کدی اثر اسکو نہین

نالہ و آہ کنم مینڈی نیا مین کب تک
شب ہجرت آسان دکھی سحر اسکو نہین

تام نکیم ہزا ہر نہ ذیح اوسدی برباد
پاس یکذرہ مینڈی نام وا پر اسکو نہین

کیست تا آگہی کوئی کو سنو ہار احوال
آنکہ حالت ملوم اپنا ظفر اسکو نہین

عشق کے ساغر کو ہشیار مینوشی کرین
جام چشم مست سے تقسیم بیہوشی کرین

چاند دیکھین عید کا جب دیکھین روی یار کو
عید ہم اسدن کرین جسدن ہم آغوشی کرین

اپنا دم رکتا ہی گر کیجے خموشی اختیار
یار رکتا ہی اگر ہم ترک خاموشی کرین

چاہتے ہین خم دلکے کھول کر آغوش ہم
پھر دم شمشیر قاتل سی ہم آغوشی کرین

کیونکر انبار اس قدر رہتے ہین اب منزل مین
یہ مسافر چاہیے فکر سبکدوشی کرین

عشق وہ آتش کہ پر کالہ ہی چھپتا ہی نہین
اتنا ہی ظاہر ہوا جتنی خموشی کرین

وہ کسی پرقع مین ہونگے دیکھ لینگے ہم ظفر
ہو چکا پردہ کہان سے نہ روپوشی کرین

کیا کرون گر یہ کہ آنکھون مین مری خواب نہین
کیونکہ مین آہ کرون لیکو مری تاب نہین

خاکسار دیکھے لیکو سوت خاکستر ہے
غم نہین آنکو اگر اطلس کمخواب نہین

ہوئی جمعیت ظاہر سی پریشانی اور
جس سے جمعیت خاطر ہو وہ اسباب نہین

خاک کا اُنکا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہے

اے وہ شکلین پیاری پیاری کس کس چاؤ سے پلیان تھین

جاتا ہے سو آتا نہین ہے آتا ہے سو جاتا ہے

جب یہ وہ سن لیتے تھے تو پڑتین کیا کھلبلیان تھین

لحی اُٹھانی موت کے چکھئے خاک سب اُنکو چاٹ گئی

جنکی باتین میٹھی میٹھی مصری کی سی ڈلیان تھین

روز بہار ان ٹوٹتی تھی وہ جا جا کر جن باغون مین

شوق بگاب جو دیکھا وہان پھولون مین نا کلیان تھین

دیگر

دیکھے گر اپنی بھوین کو مہ جمال آئینہ مین

کھیلین طاق اور جنت ملکر دو ہلال آئینہ مین

تیرہ بختون کا ستارہ پھر نہ نکلا ڈوبکر

رخ پہ جو دیکھا بنا کر تونے خال آئینہ مین

گرد کھائین آئینہ تیرے مریض عشق کو

صاف ہو معلوم سکتے کا سا حال آئینہ مین

ہو نمود سو جبہ کے عارض پہ اُسکے خط سبز

جیسے عکس طوطی شیرین مقال آئینہ مین

اپنے بوسے آپ لیتا ہو وہ کس کس پیار سے

دیکھتا ہو منہ صاف اپنے جو گال آئینہ مین

گر کنول تا لابین تونے نہ دیکھے ہون تو دیکھ

وقت مستی اپنی آنکھین لال لال آئینہ مین

دل مین اُس موسے کمر کا اسطرح آیا خیال

ہو ظفر آجاے جس صورت سے بال آئینہ مین

ب تمھارے ہون نرالی وضع جان کہتے ہین تو کہو
ذات اقدس کو تمھاری ہی کہتے ہین مشکل کشا

طالب آب بقا تم سے نہون تو کس سے ہون
عقدے سب مشکل کے وا تم سے نہون تو کس سے ہون

عرض ہے شاہ ولایت سے ظفر اتنی کہ ہم
ملتجی یا مرتضےٰ تم سے نہون تو کس سے ہون

کہو تو لاف کے آشفتہ سر یہ جان کہتے ہین
دکھاؤن سینہ اپنا چیر کر اُس ناوک افگن کو

ہزارون رنج و غم مین خانہ دل مین نہ ٹکھلا
بھیجے چوری سے شب گھر اُسکے جانہ یہ کسی پر ہو

کوئی جانبازیون کو عاشق جانبار کہتے ہین
جو ہم وہ چپکے چپکے باتین کچھ آپس مین کرتے ہین

سفر دنیا سے ہو درپیش مجھکو پر خدا جانے
کہے ہے صید افگن صید گہ مین کھینچکر خنجر

فقط مین ہی نہین جون آئینہ محو جمال اُسکا
بظاہر سب ہین انسان لیک باطن کی خدا جانے

سمجھنا عشق کو آفت اور اس آفت مین جا پھنسنا
کسی دن کھینچکر تیغ امتحان کر اپنے بازو کا

بلا نوش ہین کہتے ہین بلاگردان کہتے ہین
کہ سوفار اُسمین کہتے دیکھا در پیکان کہتے ہین

کہ سامانہ نہ اُسمین کہتے اور مہمان کہتے ہین
کہ دہان کہتے ہین چپکیدار اور دربان کہتے ہین

کہین یہ کام مشکل کہتے اور آسان کہتے ہین
تو کہتے بولے ہین منھ لگاتے کان کہتے ہین

کہ بے سامان ہین کہتے اور با سامان کہتے ہین
کہ کہتے رنگے جامہ دار اور ریحان کہتے ہین

کہ شستہ سا اور بھی کہتے ہین اور حیران کہتے ہین
کہ ہین انسان نہین کہتے اور حیوان کہتے ہین

غرض دانا بھی دیوانہ کہتے ہین و زاہد ان کہتے ہین
کہ دے جان کہتے اور بچاتے جان کہتے ہین

تڈ اجانے بنے کیا جان پر اس دل کے ہاتھوں سے
کہ گھس بیٹھا ہو دشمن سخت کافر بنکے پہلو مین

بغیر اُس گل کے لیتا ہون جو کروٹ بستر گل پر
تو چبھتی ہے رگ گل میرے نشتر بنکے پہلو مین

لکھے گی لاغری کیا حال میرے صفحۂ تن پر
ہوئین چین پیشانیان موجود مسطر بنکے پہلو مین

یہی تاثیر سوز عشق ہے تو دیکھتا آخر
جلا دیگا یہ دل پہلو کو اخگر بنکے پہلو مین

تباہ جب ماہ تابان رخ ترا لوگان کا سوتی
ہوا تا بندہ مہ کے ایک اختر بنکے پہلو مین

نہ پہونچا اُس پری تک ہائے مرغ نامہ بر بنکر
یہ دل لوٹا لوٹن کبوتر بنکے پہلو مین

کہان تک تمکنت ہان کچھ تو بول اے سنگدل آخر
نہ بیٹھا اتنا بھی تو خاموش پتھر بنکے پہلو مین

ظفر راحت ہو گر آنکو مری پہلو نشینی سے
رہون پہلو کا تکیہ مین نہ کیونکر بنکے پہلو مین

بھری ہے دل مین جو حسرت کہون تو کس سے کہون
سنے ہے کون یہ صعیبت کہون تو کس سے کہون

جو تو مصاف تو کچھ مین بھی صاف تجھسے کہون
ترے ہی دل مین ہے کدورت کہون تو کس سے کہون

نہ کوکبن ہے نہ مجنون کہ تجھے مرے ہمدرد
ہین اپنا درد محبت کہون تو کس سے کہون

دل اُسکو آپ دیا آپ ہی پشیمان ہون
کہان ہے اپنی ندامت کہون تو کس سے کہون

کہون مین جس سے اُسے ہووے سنتے ہی دہشت
پھر اپنا قصۂ وحشت کہون تو کس سے کہون

رہا ہے تو ہی تو غمخوار اے دل غمگین
ترے سوا غم فرقت کہون تو کس سے کہون

جو دوست ہو تو کہون تجھسے دوستی کی بات
تجھے تو مجھسے عداوت کہون تو کس سے کہون

جگر کو چھان کر گھہرے ہوے قاتل کے ترکش مین
بھری خون سے زیادہ آب ان تیرونکے پیکان مین

چراغ خانہ مین بتی رکھی بٹ کر محبت کی
مٹے گا یہ نشان کب ہو جو داغ سوختہ جان مین

اسیری مین تیرے دیوانے کی ہی جوش پر وحشت
کئی دن سے جو خل ہوتا ہی برپا روز زندان مین

کہان ہین وہ نگہ تھوڑے سے اسکے روے روشن کی
مگر خط شعاعی ہین یہ خورشید درخشان مین

ہنسی ہے اُس لب لعلین کے یون دندان نظر آے
ورنا سفتہ گویا بھر دیے ہین روح مرجان مین

جنون صد آفرین صد مرحبا شاباش ہی تجھکو
نہ چھوڑا نام کو اک رہی تو نے گریبان مین

نگاہ یار نے اک دم مین ٹکڑے کیے لکھ دل کے
ندیکھا ہمنے کاٹ ایسا کسی شمشیر براں مین

نکر برباد میری خاکساری خاک ہونے مین
بچھے رہنے دے اے باد صبا تو کوے جانان مین

تمھارے دل جلے جاتے ہین زیر خاک بھی دیکھو
دھوان ہی سوز دل ہی گھٹ رہا گور غریبان مین

ظفر تیرے سخن کے روبرو کا سخن چمکے
سخن کی تاب و طاقت ہی نہین سحبان مین

خوب مین جو نظر آیا وہی بیداری مین
فرق مطلق نرہا غفلت و ہشیاری مین

جنس ناکارہ ہستی کی خریداری مین
سود ہم جانتے ہین اپنا زیان کاری مین

کون منت کش شمشیر اجل ہو قاتل
طاق تیرا خم ابرو بھی ہی خونخواری مین

زلف مشکین کی تری بودہ بلا ہی کافر
سنگ حسرت سے ہے خون ناقہ تاتاریمین

جو تری نرگس بیمار کا بیمار ہوا
تادم مرگ رہا وہ اسی بیماری مین

ز عکس ابرو ے خمدار ڈال پانی مین
اتر پڑیگا فلک سے ہلال پانی مین

دو نور اشک مین مژگان کو دیکھ حیران ہون
کہ مشک کیونکر ہوے یہ نہال پانی مین

ہر اک حباب ہوا تا ستارہ پر نور
پڑے جو عکس رخ مہ جمال پانی مین

ہے ابھی تہ دریا صدف برنگ تعجب
ہوا پان کھاکے وہ پھینکے اوگال پانی مین

کیا ہے جنگ کا راماں کہ تیغ جوہر دار
کہ موج تیغ ہے گرداب ڈھال پانی مین

تہین ہی فرصت یکدم پہ سر کشی نہ دیا
کہ حباب کو سر سے نکال پانی مین

سر شک تر مین تھی نسبت دل ظفر تر نے
ہمارے آنسو نے کنول لال لال پانی مین

ہمدمون تم مری حالت سے کچھ پوچھو نہین ہی
دیکھو اوپر ہی رنگت سے کہ پوچھو نہین

تھی جو تم بن شب کو آفت مجھ سے کچھ پوچھو نہین

شب کہی یاد رقیامت مجھ سے کچھ پوچھو نہین

دل سے دل کو راہ ہے دل ہی سے اپنے پوچھیے

دل کو ہے تم سے الفت مجھ سے کچھ پوچھو نہین

آنکھ اٹھا کر بھی جو دیکھون ہون تو دکھلاتے ہین آنکھ

آنکھ کچھ آنکھ مناسبت مجھ سے کچھ پوچھو نہین

ایک دم مین ضرب نالہ سے پتھر کو توڑ دون — پتھر تو کیا کہ سد سکندر کو توڑ دون
پہلو مین اپنے شہپر خنجر کو توڑ دون — گر یا کہ مرغ روح کے شہپر کو توڑ دون
خون جگر سے لعل کا بھی مول دون بہا — گر آنسوؤن سے قیمت گوہر کو توڑ دون
چوڑا ترا بلا ہے کہ ہے کہ دل تو کیسا — مارون جو مشت کلہ زر کو توڑ دون
دیوانہ ہون کہ تیرا کے صاف آئینہ — شمشیر و طوق و حلقۂ جوہر کو توڑ دون
ہمسر ہو تیری ابرو پر خم سے گر گمان — شاخ کمان دوست کمانگر کو توڑ دون
جی چاہتا ہے اپنا لگا دون گلے سے مین — پیمان تباے شوخ ستمگر کو توڑ دون
کیا دشمنی ہے اہل کرم سے کہ بے دریغ — پیمان تک چھکا دون شاخ ثمر ور کو توڑ دون
توڑا دل اس صنم نے نہ آیا جو خیال — ہو گھر خدا کا کیونکہ مین اس گھر کو توڑ دون
تا چار ہون تیری صف مژگان سے دو چار — وہ صف شکن ہون مین صف لشکر کو توڑ دون

طفر گر کیا تیرا آسے
نہ تا بہ سپہر مدور کو توڑ دون ؛

نجات کی کوئی اب آنکھ تجھ سے نم چراتی ہین — ستم ہون گر یہ ستمگر کہین کب دم چراتی ہین
چرا سکے کوئی کالا پور دل کی ہم کہ نگہ — کہ تیرے خال رخ اور کیسو پر خم چراتی ہین
نسیم صبح کے جھونکے ہین بادی چودہ بیل — کہ گلشن مین ہر گل اور سنبل خم چراتے ہین
ہین شمشیر سے بنکی جھلکتی آنکھ میدان مین — نظر وہ دیکھ تیرا ابرو پر خم چراتے ہین

دیکھ

آتی تو تاثیر رکھے عشق بلبل باغ مین
یان قفس مین پر جھڑین تو وان جھڑین گلزار مین
زلف کا پھندا پڑے گلشن سے کیا بالا کرے
دیکھ کھاتی ہے شکن شاخ نسبل باغ مین
نیم باز آنکھ اسی کی ہے سیاہی مست کی
ہے خمار بادہ نرگس کا گلستان مین
گرد و پیش اس کے کھلے ہین گل ہزار رنگ کے
ہے گلستان مین بہار اک گل رعنا ظفر

دیکھ

ہر قدم پر فتنۂ محشر کو ٹھکرائے ظفر
ہے وہ فتنہ اس ستمگر کی خرام ناز مین

دیکھ

فرق کچھ مہتاب اور مہتاب آشوب مین
طاق وہ جادوگری مین فرد یہ اعجاز مین

دیکھ

نا توانون کر تو پاتون مین نہ مل رستے مین
ہمنے بھی جاہی لیا بھیس بدل رستے مین
اطلس ابتر جو یہ جائے نہ مچل رستے مین
نفس شیطان بھی ہین پر دزد و غل رستے مین
پاتون سکا کہین جاوے نہ پھسل رستے مین
آتے آتے گئی کیا ٹھہر اجل رستے مین
جیسے ہو جاوے مسافر کو ئی شل رستے مین
تھی جو غیرون سے تری رد و بدل رستے مین
کہ پہ دبال کبوتر گئے جل رستے مین
خوب روشن کیے مجنون نے کنول رستے مین
جی مین ہی پھینک دون اک لکھ کے غزل رستے مین
دم ترا جائیگا ہیبت سے نکل رستے مین

دیکھ

دیکھ

دیکھ

لہروں کو دیکھ دیکھ کے پانی کی بادہ کش
تجھے نشے کی لہر مین جیحون کی پسلیان

عاقل کو گوشہ مین بھی کرے تنگ گر فلک
خم کی بغل مین تو ہے فلاطون کی پسلیان

ہین گنج و زر و مال سرو دوش تا بحشر
کیا کہتی ہونگی بوجھ سے قارون کی پسلیان

تھا جس زمین پہ قبض و تصرف وہی نہین
توڑے ہے بعد مرگ فریدون کی پسلیان

آخر ہے یہ کہ جون خطِ مسطر جدا جدا
پہلو نشین گئے تیرے مخزون کی پسلیان

رحم اس تن حقیر پہ شیشہ کی محتسب
ظاہر ہے موج بادہ گلگون کی پسلیان

دل کی طپش ہلائے ہے مژگان کی طرح سے
تیرے مژہ مین چشم پر افسون کی پسلیان

ترکیب مین ہے جسکے سخن مین خلل ظفر
توڑین ہین اُسنے مضنی و مضمون کی پسلیان

مجھکو وہ زلفین بلاسے اپنے بسمین کھینچلین
پر میرے دل کی کمین کا فتنہ بسمین کھینچلین

ہے اگر پروانگی صیاد تو دل کھول کر
اور بھی دو چار نالے ہم قفس مین کھینچلین

موے جسم زار سے سرکش ہون شعلہ عشق کے
کھینچنا ہو جتنا سر اس خار خس مین کھینچلین

کھینچکر آہ رسا کو دل سے گر مارین کمند
فلک کو ہم زمین پر اک نفس مین کھینچلین

کھینچلین بل مین تصور سے جو ہم تصویر یار
متہ ہے کیا گرد و صور رسو برس مین کھینچلین

کس کے دل مین یہ کشش جو کھینچے اُس کا فرکا دل
رنج جنکو کھینچتے ہون اس برس مین کھینچلین

ایک دو کی شرم کیا ہم وہ ہین مست شوق دل
اے ظفر اُنکو پکڑ کر ہاتھ دس مین کھینچلین

شب گرچہ ہو اسے بھی درد از اُن کا کھڑکے ہے

کیا کیا اپنے دربان کو وہ اُٹھ کے سحر کھڑکاتے ہین

دل مین نگاہ کرم سے اپنی آگ لگا کر آتش خو

جبشے دامن مژگان سے پھر ادرسوا بھڑکاتے ہین

یون تو سوادہ گھر سے باہر جاتے نہین اک مدت سے

لیکن گھوڑے کا غذ کے گھر بیٹھے وہ دوڑاتے ہین

تار زلف مین ہین کیا کا فر پیچ و تاب محبت کے

دل ہے الجھتا اور زیادہ جون جون ہم سلجھاتے ہین

مارتے ہین پر دام و قفس کو ایک ذرا جو ہم تو ابھی

ہاتھون سے صیاد کے گویا طوطے سے اڑ جاتے ہین

مار بستر میرے حق مین یار و مار بستر ہے

کیونکہ کاٹون رات کے مچھر یہ تو کاٹے کھاتے ہین

ناز و غمزہ آفت گر ہین تیغ ادا کے صیقل گر

کیا کیا قتل عاشق پر وہ اُسکو ظفر چمکاتے ہین

جب کبھی دریا مین ہوتے سایہ افگن ماہ سے

فلس ماہی کو بناتے ماہ روشن آپ ہین

سینے مین سوزان ہو چاک سینہ کیا ہی چارہ ساز

خار غم سینے مین اپنے مثل سوزان آپ ہین

فکر تو سرکشی غافل برنگِ آب فوارہ
کہ لاغیگی یہ تری سربلندی تجکو پستی مین

نہونا تندرستی کا کری ہی مضمحل جان کو
کہی نقصان حاکم ملک کی فہم دوستی مین

خدا نے وسعتِ دامان ہمت کی عطا جسکو
نہین ہونیکا ہرگز تنگدل وہ تنگدستی مین

کرے صوفی بھی کیا کیا اے ظفر بھر رقص مستانہ
دکھائے گردش چشم اپنی گر وہ عین مستی مین

دل بیتاب کو ہم کیونکہ سنبھالے جاوین
کوچۂ صبر سے ڈر ہی نہ نکالے جاوین

آنکے گھر جائین اگر ہم تو نکالے جاوین
اور وہ غیر کو یون گھر سے بلا لیجاوین

ہین یہ زوید نگاہین تری کاروہ چور
آنکھون آنکھون ہی مین جو دل کو چرا لیجاوین

پھر وہ بدمست گیا باغ مین ڈر ہی مجکو
کہ گلونکو نہ کہین توڑ پیالے جاوین

یون تو جا سکتا نہین ضعف سے مین تا در یار
میرے آنسو ہی مگر مجکو بہالے جاوین

اے کماندار لگا تیر محبت ایسا
تیری قربان تری چاہنے والے جاوین

ہمسے وہ روٹھ گئے ہین کوئی انسے پوچھو
کہ جو مرضی ہو تو ہم آکے منالے جاوین

آج مین اپنی محبت کو اگر دکھلاؤن
تو ابھی عرش بریں تک مری خا جاوین

صدقہ پہونچے پہ نہ پہونچے کوئی انسے کہدو
گل بازی کو نہ ہاتھون سے اچھالے جاوین

ہان اگر جی مین ہمارے یہی آتا ہی کہ ہم
دست گلچین وہ سی گلدستہ بنا لیجاوین

کرکے گلگشت گلستان محبت کا ظفر
تحفہ اس گل کیلیے اور تو کیا لیجاوین

دل غنامت وہ آجاہی جو بیچ مین گنجے
تو اپنا ہی سمجھکر کھیلتے وہ مارگیسو ہین

غضب ہے زہر آنکھو نمین تیکے تاثیر سے جنکی
جو الجھی سر مکا دنبالہ ہی مرگان بھی بچھو ہین

ظفر ہا رودت کو آتا تھا کیا اور سامری کو کیا
سکھائے نرگس جادو نے اُسکے سبکو جادو ہین

لوگ کہتے ہین کہ وہ تجھسے قریں رہتی ہین
واہ ری بیخبری ہم بھی یہین رہتی ہین

کیا خطا میری کہ جو تیرے خط چین جبین
کھینچتے تیغ ستم خنجر کین رہتے ہین

رہتے اک جا نہین آوارہ تیرے جون خورشید
صبح رہتی ہین کہین شام کہین رہتے ہین

جلوہ دکھلاے کبھی اپنا اُٹھا کر پردا
تیری مشتاق ہم اے پردہ نشین رہتی ہین

دلمین بستے ہین ہمارے صنم کافر کیش
خانۂ کعبہ مین یہ دشمن دین رہتے ہین

ساتھ لیجاتے ہین جو خاک مین بیتابی دل
خاک آرام سے وہ زیر زمین رہتے ہین

وسعت آباد جہان مین ہی جنھین خوش نام
گھر مین بھی تنگ و ہ مانند نگین رہتے ہین

بحر پر موج کو کیا خاک گنین دریا دل
بخشش بھی کہین چین بجبین رہتے ہین

چٹکیان لیتی ہین لعلین تری کافر نکہین
ہاتھ پنجے کبھو مرگان کے نہین رہتی ہین

تم کبھی راہ پہ بھی آؤ کہ جون نفس قدم
چشم بر راہ کئی خاک نشین رہتے ہین

شور و فریاد سے دلہاے شکش کے ظفر
روز ہنگامے سر چرخ برین رہتے ہین

یہ دل تفتہ جو ٹالے کھینچے گھر سے نکلتے ہین — شرر کی جا شعلہ در کے پتھر سے نکلتے ہین
جگر مین اسقدر کھوتے ہین کاوش ہائے خارِ غم — کہ تن پر ونگٹھی بھی میرے نشتر سے نکلتے ہین
خجل کیونکر نہو وے غنچہ لب بستہ مین شبنم — اسی مین وہ چمکتے دانت گوہر سے نکلتے ہین
بکا کرتے ہین ہم جس زمین پر اشک خونین سے — تو واہان کے کنکرے یاقوت احمر سے نکلتے ہین
عجب کیا ہو اگر تشدید خرگان میرے بن جائین — کہ اشک آتشین اس دیدۂ تر سے نکلتے ہین
مرے پانوں کے چھالے مین ہوے ہین کب مرکش — علم بردار یہ وحشت کے لشکر سے نکلتے ہین
نکلتے چشم سے ہین اشک خونین پا للہ نگارے — بجاے دانۂ اسپند مجمر سے نکلتے ہین

ظفر شعر و سخن سے راز دل کیونکر نہ ظاہر ہو
کہ یہ مضمون سارے دل کے اندر سے نکلتے ہین

ترے پانے کا ڈھب اے یار ہم گم ہو کے سیکھے ہین
یہ ہان سچ ہے کہ جو سیکھے ہین کچھ وہ کھو کے سیکھے ہین
لگانا غوطہ دریاے محبت مین نہین آسان
مگر یہ ہاتھ اپنی جان سے ہم دھو کے سیکھے ہین
سنا تھا آج تک منھ سے نہ نکلے حرف بد ہمنے
خدا جانے سکھائے سے وہ کس بدگو کے سیکھے ہین
سکھایا تو سہی سوز و گداز دل محبت نے — پر شمع لیکن ہم بہت رو رو کے سیکھے ہین

کام تقدیر پر ہین ہی مگر تدبیر شرط
کچھ سبب بھی چاہیے اس عالم اسباب مین

پیش تعظیم سجود جبکین تیری طرف
کرن پھر سجدہ کرے گر خم ہو محراب مین

سوز غم سے کیا کہون حال دل پر اضطراب
ای ظفر آتش لگی ہے معدن سیماب مین

مانگ ہی یا کوئی سیدھی راہ ہی ظلمات مین
یا عیان ہی کہکشان کا خاندھیری رات مین

ہو گئی ہم جلکے خاکستر بھی پر ای شعلہ خو
اب تلک وہ ہی شرارت ہی تری ہر بات مین

ای صنم سارے پریرویون سو تو نام خدا
ہی زیادہ ناز مین شوخی مین چھب مین گات مین

دیکھیے کب اؤنچہ چڑھتا ہی وہ آہو نگاہ
لگ رہی ہین ایک مدت سے ہم اسکی گھات مین

اپنی صورت دیکھکر آئینہ کو دیکھے ہے کیا
تو شبیہ یوسف کنعان کو تصویرات مین

یون مرے گریہ سے اسکے رخ پہ نکلا خط سبز
سبزہ ہو جاوے ہی پیدا جسطرح برسات مین

آفت جان ہے دلاوہ غمزہ دنازو ادا
دیدہ و دانستہ کیون پھنستا ہے تو آفات مین

مہرہ شطرنج کی صورت بساط دہر پر
مر گئے کتنے ہی اس دنیا کی بردوات مین

کیا حقیقت واصلان حق کی پوچھے ہے ظفر
ہو گئے ہین محو بالکل وہ تو اسکی ذات مین

ہو کیون ہجر کا غم چار باری ہر مہینے مین
عجب ہی ہو محرم چار باری ہر مہینے مین

اگر وہ آٹھون ان بھی قدم رنجہ کرین گھر
تو مل جاینگے ہم چار باری ہر مہینے مین

جلائی آہ مجھی کو جو سنگدل ہو نہ موم
یہ کیا غضب ہے اثر واں نہیں تو یاں بھی نہیں

جو آج تیغ بکف تو ہی سر بکف ہیں ہم
دو رنگ عربدہ گر واں نہیں تو یاں بھی نہیں

صلاح کار نہ بک بک کے سر پھرائیں عبث
پھر اسکا جو اثر واں نہیں تو یاں بھی نہیں

وہی صلاح ہماری ہو جو ہو انکی صلاح
اگر مزاج میں شر واں نہیں تو یاں بھی نہیں

جو عاقبت کا ہی تو واہی ہے دنیا کا
جو اسمیں تجکو ضرر واں نہیں تو یاں بھی نہیں

نہ دیکھا دیر میں تو کیا حرم میں دیکھے گا
وہ تیری پیش نظر واں نہیں تو یاں بھی نہیں

اُدھر وہ بوسہ عنایت کریں اِدھر لیں دل
جو کوئی عذر ظفر واں نہیں تو یاں بھی نہیں

نہیں گل تن پہ عشق دل رہا میں پھول کھلتے ہیں
تماشا ہے یہ رنج و بلا میں پھول کھلتے ہیں

گرے ہیں خاک پر لخت جگر کب سے مژگان سے
مری آنکھوں کے یہ جوش بکا میں پھول کھلتے ہیں

خجالت کش ہیں جسنے تحفہ گل کو گل خوبی
عجب خلط ہے تیری قبا میں پھول کھلتے ہیں

لکھا حال دل صد پارہ جب میں نے تو کاغذ کو
اُٹھا کر بار نے دستِ جفا میں پھول کھلتے ہیں

شفق کو دیکھکر ٹکڑے نشیمن ہمکو یہ سوجھا
یہ کسنے دامنِ چرخ دو تا میں پھول کھلتے ہیں

ظفر تیغ جفا نے اُسکی میرے تن پہ زخموں سے
کہو نہیں کیا جو میدان وفا میں پھول کھلتے ہیں

دو قمر گان کو جو خوبان سیمین تن ہلاتے ہیں
تو کیا کیا آتش دل پر مرے دامن ہلاتے ہیں

اب ہجوم غم سے میری جان گھبراتی نہین
میں ٹھہر جاؤن کروں پر کیا کہ ہوا ہی نہین

کون ہے جسکو نہین ڈر آہ سنوان کا مرے
کانپتا شعلہ نہین یا برق تھراتی نہین

کیا ہوا بد اصل گر ظاہر مین ہین نیکو صفات
جوہر ذاتی پر اُنکا غیر بد ذاتی نہین

ساقیا فرقت مین تیری تار بارش سے گھٹا
میکشونکی سر پہ کیا کیا تیر برساتی نہین

صاف خوب زشت کہتا ہی منھ پر آئینہ
بل بے دیدے کی صفائی آنکھ شرماتی نہین

آسمان تا ہو وہ چلکر کہ جسکو دیکھ کر
کون ہی ایسا کہ اُسکی عقل چکراتی نہین

چشم مشتاق تیری حسرت دیدار مین
جنبش مژگان آسا کندن کوتہی چھاتی نہین

اے ظفر ہے دیکھ کھٹکا باغبان کا کس قدر
باغ مین بلبل کی آج آواز بھی آتی نہین

دو پھر یون بات دل کی جب ہین لے چکتے پکڑتے ہین
کہ خال لب کے اک بوسہ پہ سو نکتے پکڑتے ہین

نجائین یان سے یہ چاہین ہین پیران دو تا قامت
زمین دانتون سے اپنے جب وہ ہین چکتے پکڑتے ہین

ستمگر رستہ اپنے گھر کا عاشق تیرے کوچے مے
محبت سے جب اُنکے دل نہین سکتے پکڑتے ہین

نہین جب دیکھنے سے رکتے وہ اور ملنے کہتے ہین تو ہم من پکڑنیسے نہین رکتے پکڑتے ہین

ہے یہ ہماری عین تمنا اگرچہ بر تنگِ نقشِ قدم
زیرِ قدم ہون تیری سر راہ اپنی دم رفتار آنکھین

دیکھا ہمنے سیہ پوش اکثر سرمہ سے یا کاجل سے
کشتہ تیغ نگہ کی اپنے ہین وہ ماتم دار آنکھین

گو کہ تجکو رشک مسیحا کہتے ہین لیکن فائدہ کیا
میسرا اُدھر بیمار ہے دل اور تری ادھر بیمار آنکھین

سب مین وہی ہے جلوہ نما خورشید سے لیکر ذرہ تک
پر جو ہون اُسکی گرم نظارہ ہین وہ ظفر درکار آنکھین

پردہ اس سوزِ جگر کا کبھی ہونیکا نہین
داغ پر بھی مرے چھپا کبھی ہونیکا نہین

دفن ہو دیگا ترا کوئی جہان سوختہ جان
سبزہ اُن خاک سے پیدا کبھی ہونیکا نہین

ہین اطبا تو یہ کیا آئے مسیحا بھی اگر
تیرا بیمار غم اچھا کبھی ہونے کا نہین

لکھدیا جو تری تقدیر مین ہوگیا وہی
جو نوشتی مین نہوگا کبھی ہونے کا نہین

آسمان کینہ عالم سے نہوگا لبریز
خالی اُس مے سے یہ مینا کبھی ہونیکا نہین

دیکھے دل اپنا پیشمان ہوں گے جان بکی
بیچ گئی کام پھر ایسا کبھی ہونیکا نہین

کرکے نظارہ گلزار جہان اے غافل
پھر میسر یہ تماشا کبھی ہونے کا نہین

وعدہ وصل سے ہو اُسکے مجھے کیا تسکین
جانتا ہون کہ وہ سچا کبھی ہونیکا نہین

تجھ بن اے آرام جان کب جان گھبرانی نہین
پیتے ہم سر نہین بلکہ سوتی چھاتی نہین

ہمسری کرتا ہے گل عارض سے اسکی اے صبا
دو طمانچے مار کر تو اسکو سمجھاتی نہین

شمع بل دے حوصلہ تیرا کہ جل جاتی ہو تو
پر زبان پر شکوۂ سوز جگر لاتی نہین

ہی جو مرغان چمن کو تیرا کھٹکا باغ مین
باغ مین بلبل کی آج آواز بھی آتی نہین

جنبش دامان قرکان تیری کسدم شعلہ خو
دلمین تیرے تفتہ جان کے آگ بھڑکاتی نہین

پہونچی ہی چاک گریبان تا بدامن ہر گھڑی
مین کہون کیونکر کہ وحشت پانون پھیلاتی نہین

یان تو ہم باتین بناتے ہین ہزارون اے ظفر
جاکے وہان کوئی بھی ہمسے بات بن آتی نہین

پیچھے دل پہ جو دن مہ داغ ہین دو تین
تو قصے ہین بہت اور سراغ ہین دو تین

تو سینہ پہ اپنے جو داغ ہین دو تین
یہی تو عشق کے چشم و چراغ ہین دو تین

رہتی ہوش بجا جسکے ایک جرعہ سے
ہم اس شراب کے پیتے ایاغ ہین دو تین

نہین ہی اسکی دو رخسار خط سبز کے پاس
قریب بیٹھی یہ تو تی کی زاغ ہین دو تین

وہ پاے اکھوئین یا سینہ و دل جان مین
جو ڈھونڈو اسکے مقام سراغ ہین دو تین

جو تو سنے تو زیادہ نہین مرا مطلب
وہ باتین اے بت نازک دماغ ہین دو تین

ظفر زمانے مین آرام کا ہے یہ احوال
ہزار تنگ ہین گر با فراغ ہین دو تین

لگتی ہے اگر آتش پانی سے بجھاتے ہین
پر اشک مرے دلمین اور آگ لگاتے ہین

ہین بخت جو خوابیدہ وہ بھی تو کبھی جاگین
ہر رات مرا نالہ سوتون کو جگاتے ہین

جو بات کہ غصے سے کہتے ہین وہ اورون کو
ہم خوب سمجھتے ہین یہ ہمکو سناتے ہین

دل اُس بت کافر سے پھر نکا نہین اپنا
ناصح یونہین بک بک کے سر اپنا پھراتے ہین

ہم ہین وہی جو رو تو کو ہنساتے ہین
اب حال ہے یہ اپنا ہنستون کو رولاتے ہین

کب داغ ہین سینے مین سوز غم ہجران سے
یہ حضرت عشق انکھین پر پردہ دکھاتے ہین

احوال ظفر اُنسے کسطرح کہین اپنا
ہو جاتے ہین بیخود ہم جسکو وہ ستاتے ہین

روز ہجر اک غم نیا میرے دل غمناک مین
روز ہجر اک درد تازہ سینۂ صد چاک مین

تیر اصید بستہ فتراک کھل کر گر پڑا
رہ گیا لو ہو کا دھبہ دامن فتراک مین

آنکو انجم مت سمجھنا میرے تیر آہ سے
ہو گئے روزن ہین یکسر سینۂ افلاک مین

اشک خون مژگان سے ہین اسطرح ہے لپٹے ہوے
لگ رہی جسطرح ہو آتش خس و خاشاک مین

پردۂ مینا سے تو جلدی نکل اے دخت رز
دیکھ تو بیٹھے ہین کب سے مست تیری تاک مین

اُسکے رخسار مصفا کی جو دیکھی آب و تاب
ملگئی بس آئینہ کی آبرو سب خاک مین

عشق کے دریا مین تیرے کون عاشق کے سوا
اے ظفر اتنی کہان طاقت کسی تیراک مین

سو بار کی بغور نگہ آفتاب مین — تیرا سا جلوہ دیکھا نگہ آفتاب مین
خال اُسکے رُخ پہ ہے کہ سیاہی سی راتکی — کھا کل گرہ گئی ہے یہ رہ آفتاب مین
دکھلاؤن دل کا داغ تو نکلے ذرا فرق — کچھ اسمین اور غیرت مہ آفتاب مین
آئے اگر عرق ترے رخ پر تو کیا عجب — شبنم سے جاے آب جو یہ آفتاب مین
اک تیرا آہ خانۂ زنبور کی طرح — روزن بڑے ہزار جگہ آفتاب مین
وہ جاے زیر سایۂ دیوار دے کسے — بیٹھا رہے کوئی سر راہ آفتاب مین
حیران ہون مین خطوط شعاعی کو دیکھکر — کسنے لگائے تیر مژہ آفتاب مین
تو جام مے مین مردمک چشم مست دیکھ — ہے شکل ماہ داغ سیہ آفتاب مین

شاہان عصر مین ہے ظفر تو وہ سربلند
پڑتا ہے عکس تاج کلہ آفتاب مین

ہوئے واقف نہ جو دنیا کے غم سے وہ ہی اچھے ہین
جو ہستی مین نہین آئے عدم سے وہ ہی اچھے ہین
جھڑے یون تو ہزارون گوہر خوش آب نیسان سے
مگر جو اشک ٹپکے چشم نم سے وہ ہی اچھے ہین
برابر ہین پریشانی مین ہم اور بال زلفون کے
وہ اکثر تیرے مُنھ لگتے ہین ہمسے وہ ہی اچھے ہین

جا کر دکھاؤن دلپہ ہر جو داغ بے حساب | گر ہو حساب دام و درم لکھ کے بھیجوں
یہ کیون لکھون کہ مین ہون سیہ روز سیر بخت | مضمون خط و خال ہم لکھ کے بھیجوں
یارب نہو تجھے کبھی اے شوخ بے وفا | سو عہد نامہ گر بقسم لکھ کے بھیجوں

پرزے یہ مین جگر کے ظفر اسکو حال دل
مژگان تری اگر ہو قلم لکھ کے بھیجوں

یار ہو پیش نظر یہ کبھی ہونے کا نہین | ہو تو دیکھون نہ ادھر یہ کبھی ہونیکا نہین
آہ دکھلائے اثر یہ کبھی ہونے کا نہین | سرد مین آئے شرر یہ کبھی ہونیکا نہین
سنگ و آہن مری فریاد سے ہون گرچہ گداز | دل ترا موم ہو یہ یہ کبھی ہونیکا نہین
کھینچکر تیغ ستم ہو وہ مقابل جس دم | ہون نہ مین سینہ سپر یہ کبھی ہونیکا نہین
ضبط گریہ کا نہ لے نام تو ہمچشمون مین | بجھے اے دیدۂ تر یہ کبھی ہونے کا نہین
دل حیرت زدہ ہر غنچہ تصویر اپنا | تجھسا وا بلد سحر یہ کبھی ہونے کا نہین
غرق ہو جائیگا گر یہ مری ایک جہان | پہ مجھ سوز جگر یہ کبھی ہونیکا نہین
گھر مین گو اسنے ہمین اپنے بلایا لیکن | چاہیے دل مین ہو گھر یہ کبھی ہونیکا نہین

صبر مشکل ہے نکر صبر کا دعوے ہر گز
عشق مین تجھسے ظفر یہ کبھی ہونیکا نہین

رہین ہین مجھ زن یہ اشک خون بار انکھون مین | ہے ہر موج جسکی موج طوفان خیز انکھون مین

ہمدم ہو عبیر کفن اس در کی مجھے خاک — خوشبو نہ لگا تو مری چل ہشت کفن مین
اُس شعبدہ کا سوز غم عشق پس از مرگ — بھڑکا ئی ہے اک آتش زردشت کفن مین
دیکھا تہ کہ حسرت زدہ کو بعد فنا بھی — دانتون کے تلے دابے سر انگشت کفن مین

مقدور حریفون کو ظفر ہو تو زر و سیم
لین باندھ پس از مرگ بھی یکشت کفن مین

ردیف واو

تیغ ابرو کی تمہین جسکو دکھانی آب ہو — کیون نہ ہر دم زہرہ اُسکا یا رجانی آب ہو
وصل سنتے ہی صنم کا کا روان ہجر کے — یہ چلی آنکھون سے اپنی سب نشانی آب ہو
قدر جاتی ہر ہمارے اشک مژگان کی ذرا — جسکو اس دُر تحیف کی آہ پانی آب ہو
حال درد عشق اپنا گر کہین دو رجا ہین — لیلے و مجنون کی پھر اُسجا کہانی آب ہو
چشم پر خون کو ہماری دیکھکر ساقی مدام — کیون نہ پھر جام شراب ارغوانی آب ہو
نقش وہ کندہ کرینگا ان ہتونکا دل کے بیچ — جسکو پھر ایسے نگینے کی ٹہانی آب ہو

کھینچکر تیغہ جو نکلے چشم سے یہان موج اشک
اے ظفر جلت سے تیغ اصفہانی آب ہو

ہمارے دیکھ کے دریا دل کا یار چڑھاؤ — گھٹا ہو کیا ہی سمندر کا ایکبار چڑھاؤ

یا تو نمین منھدی لگا بیٹھے ہو تم دان ہمہ مات — خون دل ہوتا ہی یہان جلد جنا کو کھو لو
مار رکھیگی سراسر ہی یہ کافر دل کو — جان من خیمہ نہ تم زلف دوتا کو کھو کو
مجکو رسوا کر در و رو کے نہ تم ای آنکھون — راز ہمچشمو نمین مست مانو خدا کو کھو لو
غنچہ سان دلمین گرہ ہمسے نہ رکھو اب تم — اکلے لگجاؤ بس آغوش وفا کو کھو لو
شدت گرمی سر دم اپنا بہت رکتا ہی — یا الٰہی کہین جلدی سے ہوا کو کھو لو

بخدا یار و ظفر سے وہ بہت رکتا ہی
کوئی باتو نمین ہوشربا کو کھو لو

کام دندان جسے چشم گرفتار سے ہو — کیون نہ پرہیز اُسے نرگس بیمار سے ہو
محو نظارۂ آئینہ فقط وہی نہین — دام حیرت مین گئے ہم ہی گرفتار سے ہو
آبرو خاک مین تیری ابھی مل جائیگی — رو کش دیدۂ اس چشم گہربار سے ہو
زخم دل پر ہو مرے عکس خط سبز اگا — فائدہ کیون نہ تجھے مرہم زنگار سے ہو
زلف کو چھوڑ لیا مانگ کا رستہ دل نے — سوئے ظلمات چلا کشور تاتار سے ہو
کر سکے دل کی نہ اُس آئینہ رو سے کچھ بات — روبرو اُسکے کھڑے ریگ ناچار سے ہو
منھ پہ مہتاب کے گر شب کو ہوائی چھوٹے — کو مقابل وہ مرے آہ شرربار سے ہو
سنگ کا بھی غم فرہاد سی ہے زہرہ آب — کیون نہ سیلاب اُن چشمہ کہسار سے ہو
ای ظفر ایسی ہی اک اور غزل ہمکو سنا — تاکہ محظوظ طبیعت تری گفتار سے ہو

خال اب نہ تہ زلف سیہ فام دکھاؤ
تارا مجھے مت ایک سرِ شام دکھاؤ

اُس نرگسِ بیمار کا بیمار ہون مین آہ
لالا کے نہ مجھکو گلِ بادام دکھاؤ

معلوم ہوی آپکے جوہر ہمین صاحب
ہر دم نہ نیا اب کھنچے کے صمصام دکھاؤ

اُسکی ہی بلا لین کہین لیکے چھپین ہم
ایکاش تم اپنا ہمین ہمنام دکھاؤ

ہو نجانہ کبھی قافلہ تک آہ عزیزو
مجھسا بھی جہانمین کوئی بدنام دکھاؤ

ہیوجہ ہنوا اب ہمہ خط رخیہ تمھارے
مت طائرِ دل کو یہ مرے دام دکھاؤ

کہتے ہین سخندان ظفر اک اور غزل تم
تغییرِ قوافی سے کرار قام دکھاؤ

یارو نہ مجھے مرہونہ شمشاد دکھاؤ
جیسی قامت موزونکی ہو اب یاد دکھاؤ

جاویگا نہ اس کاوشِ مژگان کا تصور
گر لاکھ مجھے نشترِ فصاد دکھاؤ

دل نیم نگہ سے ہوا اس بار کے بسمل
کشتہ کوئی ایسا ہو جو جلاد دکھاؤ

مرغانِ چمن دام مین ہرگز نہ پھنسین
گر مجکو ذرا صورتِ صیاد دکھاؤ

سولے مین قربان ہون جو دیکھی کوئی تصویر
تم لاکے اگر مانی و بہزاد دکھاؤ

دلوانہ صفت جسکی تمنا مین ہون پھرتا
یارو مجھے وہ شوخ پریزاد دکھاؤ

شیرین بسنوکہ مکنی مین بھی تو دیکھون
تم چلکے مجھے مرقدِ فرہاد دکھاؤ

تبخانے مین کیا برہمنو جاکے کرونگا
ٹک تم مجھے وہ حسنِ خداداد دکھاؤ

ظفر جس شکل سے چاہ ذقن سے اسکے دل نکلا
نکلتے یون نہین دیکھا کوئین سے ماہ نخشب کو

خطا بخشو کہین دل کی بس اب زلف دوتا کھولو
یہ قیدی مر نجائے اسکی تم مشکین ذرا کھولو
حجاب اتنا بھی کیا لازم ہے عقدہ بحر عالم کا
حباب آسا ذرا تم آنکھ اے اہل فنا کھولو
سحر خون شفق مین پنجۂ خورد دبے خجلت سے
جو تم دست حنا بستہ کو اپنے مہ لقا کھولو
بتو اک عقدۂ دانستہ ہے جان حزین میری
تم اسکو ناخن شمشیر سے بہر خدا کھولو
نہین وہ تو دکھاتا ہے ہمین یا قوت لب اپنے
تمھین اے دیدۂ تر درج دُرِّ بے بہا کھولو
برنگ غنچہ ہو لب بستہ تم جو یون کئی دن سے
ارادہ حضرت دل آپکا ہمسے ہی کیا کھولو
اٹھایا اور تو سب کچھ تمناے توصل مین
رہی ہے ایک جان اسکو بھی بہر دعا کھولو

عرق جو رخ پر ہے یہ تمھارے بڑا تعجب ہے ورنہ پیارے
کبھی نہ ٹھہرے گی خور پہ شبنم ادھر کی دنیا اگر اُدھر ہو

کب اتنک شوق دہن میں تیرے تھیں کہ پھرتے نہیں ہی پھرتے
رہیگا یہ ہی رہے گی دائم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

یہ زخم چھاتی پہ ہے ہمارے کسیکے خنجر کی یادگاری
لگانے دینگے نہ اسپہ مرہم ادھر کی دنیا اگر اُدھر ہو

یہ ہیں جو لعلت جگر مژہ پر مجھے تعجب ہے دیدۂ تر
شرارہ خاشاک ہوں نہ باہم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

تم اُسکے پھر حسن عارضی کا نظر بھروسا نہ کیجیے گا
رہے جو ہرگز نہ یہ تو عالم ادھر کی دنیا اگر اُدھر ہو

دیگر

مرو رکھ ہاتھ سر چھوٹ مت قرآں سے بولو	خدا سے ڈرو تم اے بُتو ایماں سے بولو
کہاں تک میری جانب سے رہیگی لب سے تم کو	گرہ دل کی کمیں کھولو ذرا ایماں سے بولو
سبک باتیں نہ مجھسے اسقدر ہر دم کیا کیجے	لیاقت میری کچھ سمجھو اپنی شان سے بولو
وہ دن بھر کوسنے بوسے پیو ہو کو جھڑکتے تھے	وہی دیوانہ ہم ہیں کر کسی انسان سے بولو

ابھی ذوالفقار اکدم مین قتل عام کرتی ہو — یہان لاؤ کی اپنی کھینچو مت تیغ دوسر دیکھو
تمھاری آستین پر خسار جون شعلہ فروزان ہین — جو تم گرم ہو میرا وہ ہمرنگ شرر دیکھو
کسیکا دل جلانا شعلہ رویان کیا بھلا ہیگا — کٹے ہی شمع کا مرآہ بس تقصیر پر دیکھو
نہین موجہ لاکھا رنگ یا بھلا اسکی ہو نیہ — ہوا وہ سعد تازہ کسو کی خون پر دیکھو

نشانی اس زمین مین اور لکھو اک غزل تازہ
تکلف مت کرو اچھا نہین ہے ای ظفر دیکھو

مکان چشم کو میرے ذرا تم آن کر دیکھو — کیا ہے صاف کیا جاروب مژگان نے یہ گھر دیکھو
وہان تا کے حلقے مین ہے بیمار ض جلوہ گر دیکھو — عزیزو دیکھو کو نکلا ہی ہالے مین قمر دیکھو
خدا کیواسطے دکھلاؤ مت یہ چینبش مژگان — دو عالم کو نہ اک پل مین کرو زیر و زبر دیکھو
عجب صنعت سے اسکے حسن کا ہی جلوہ ای یارو — اُسے آئینہ سان ہر دم آئین و گر دیکھو
نچھوڑا پنجہ مژگان سی چشم اپنے دل کو — اگر ی شاہین کبوتر پر ہی کیا پرباند جکر دیکھو
نہین موقوف شیخ و برہمن کچھ دیر و سجدے پر — ہر اک سو جلوہ گر حق ہی جدہر چاہو ادھر دیکھو
جمعو مین تم سے چشم لطف کی رکھتی تمنا ہی — تمھاری نذر کو نرگس لیے ہی سیم و زر دیکھو
بہار ابر سے باغ مین دو چند ہوتی ہے — ذرا تم چھوڑ کر چیرے پہ لفین سر بسر دیکھو

غزل اک اور لکھو اس زمین مین ایسی ہی رنگین
قلم کو ہاتھ سے رکھدو نہ تم ای ظفر دیکھو

ظفر کی غزل

جبکہ پہلو مین ہمارے بت خود کام نہو — کیا ہے گے شام دکھیو کہ ہمین کام نہو
لے گیا دل کا جو آرام ہمارے یار ب — اس دلارام کو مطلق کبھی آرام نہو
جسکو سمجھے لب یاقوت خود و وہ عاشقہ مسیحا — اوسمان دیکھو پھیلی وہ کہین شام نہو
اُٹھ کر تشریف گلستان مین وہ صیاد لایا — ہم قفس مین ہون کہین باغ مین دام نہو
ہم تو ہین خاک مین اسے سنگ دل کیا خاک ملیگا — تا مرگان کی ہو پیکان کی کام نہو
دیکھ کھو یہ تو کاکل پیچان تو کہین خلق مین بدنام نہو — دام اطاعت دل و دین کی ہو کوئی خوگر دام نہو
بن ترے اے بت خود کام ظفر کام نہو — اتنے عاشق کا تمام آہ کہین کام نہو

انج

آج ہر ایک جو یار دنظر آتا ہے ۔ ڈھال ۔ اپنی ابرو کی وہ کھنچے ہوئے صمصام نہو
ہر مژہ شوخ کی بالیدہ وہ کافر آنکھین ۔ جسکے ہم چشم ذرا نرگس بادام نہو
صبح ہوتی ہی نہین اور نہین کٹتی رات ۔ مرغیہ کھولے وہ کہین زلف سیہ فام نہو

اے ظفر چرخ پہ خورشید جو یون کانپے ہے
جلوہ گر آج کہین یار لب بام نہو

دل سوزان کو مرے اے محبت خونخوار نہ چھو ۔ اخگر عشق ہی یہ تو اسے زنہار نہ چھو
اے طبیبو لیے پڑھا پھینگے ہاتھو نہین مرے ۔ نبض بیمار تپ عشق کو ہرگز نہ چھو
ڈر تلف آہ اسیران قفس سے صیاد ۔ ہر گھڑی بال و پر مرغ گرفتار نہ چھو
وادی قیس مین پھر آگ نہ لگجاے کہین ۔ دامن گرم رو عشق کو اے خار نہ چھو
دل نہین سینہ مین میرے وہ دبی آتش ہے ۔ ہاتھ ہرگز نہ لگا اسکو خبردار نہ چھو
کہین لگجاے نہ اس سقف کہن مین یہ آتش ۔ قصر افلاک کو اے آہ شرر بار نہ چھو
صحبت شانہ یہ ہوتا نہ دل اپنا صد چاک ۔ زلف کا اسکی اگر لیتے ہر اک تار نہ چھو
کر نہ اے باد صبا خاک شہیدان برباد ۔ دامن گرد رہ کوچۂ دلدار نہ چھو

وہ برہمن بچہ ہر دم مجھے کہتا ہے ظفر
تو مسلمان ہی سر رشتۂ زنار نہ چھو

لشکر درد و الم بھیج نہ اے جان تو ۔ کشور دل کو نکر اب مرے ویران تو

ابرو و پلکی زلفین کیا ایرکے آگئین ہین — جاسوس لگ رہی ہین دیوار و در تلے دو
یارو قدم سمجھکر رکھنا تک اُسکے گھر مین — ظالم کی تیغ سے ہین وابستہ سر تلے دو
بس قتل کو ہی میرے ابرو کا اک اشارہ — تلوار ہاتھ سے تم رکھو اب سپر تلے دو
یارو نہ اب گھٹاؤ دل کو گھٹا دکھا کر — یہ وقت میکشی ہی ساغر نہ دھر تلے دو
شیشے قریب ساغر کسنے دھرے ہین ساقی — یہ آبلے نہین ہین داغ جگر تلے دو
کانو نہین یہ نہین ہین اُس شک کے موتی — تارے سے ہین چمکتے اپنی نظر تلے دو

نیند آگئی ظفر کو زانوے یار پر اب
لے یارو کوئی تکیہ رکھ اسکے سر تلے دو

جب لب پہ تر کر رنگ مسی جلوہ نما ہو — تب چشمۂ حیوان پہ نمودار گھٹا ہو
نرگس کی روش ہاتھ مین لے کیون نہ عصا ہو — آنکھین جو تری دیکھ کے بیمار ہوا ہو
عکس رخ دلدار و مین ہووے نمایان — جون آئینہ کچھ دل مین اگر اپنے صفا ہو
جب کھولتے ہو کاکل پیچان کو تم اپنے — تب سر پہ مرے ایک نئی لاتے بلا ہو
کیون دیدۂ و دانستہ نہ ہم خاک مین ملجائین — اے شوخ جو سرمہ تری آنکھو نہین لگا ہو
بوسہ جو طلب مین ذکیا اُسنے تو وہین — جھنجھلا کے لگا کہنے کہ چل سیکھے ہوا ہو
وحشت گریبان کو کر کیونکہ نہ چاک — زنجیر چمن مین جو لیے موج صبا ہو
محراب حرم کیونکہ نہ سمجھے وہ برہمن — سر جسکا خم ابرو جانان مین جھکا ہو

جب یہ چمک تمھارے ابرو کے خال مین ہو
یہ کیسے کیونکہ تار اشکبہ ہلال مین ہو

ای حضرت دل اب تو فکر رہائی کیجیے
ہیو جہ پھنستے تم تو زلفونکے جال مین ہو

فرقت کی رات جسنے کاٹی تڑپ تڑپکر
یارب وصال اسکا روز وصال مین ہو

آگے لبونکے تیرے بھرتا ہے قند پانی
الکہنی اب سے لذت آب زلال مین ہو

مجلس مین میکشونکی کیا کام ہے تمھارا
ہان تم تو شیخ صاحب مست اپنی چال مین ہو

کبک دری کو تو نے پامال کر دیا ہے
کیونکر نہ چلبلاہٹ تیری چال مین ہو

گو چرخ پر پھرا دے مہ آپ کو ولیکن
ہمسر نہ تو بھی تم سے حسن و جمال مین ہو

نکلے ہے مہر تابان جون صبحدم شفق مین
لگتے مجھے تم ایسے اُس سُرخ شال مین ہو

اُٹھو کہین ظفر اب بیٹھے عبث ہو در پر
وہ خواب ناز مین ہو تم کس خیال مین ہو

خط مین یہ لکھ دیا ہے کہ تم حرف ضرور اخیر کرو
ہی یہ بلفوف اسمین سب کام دگرد اخیر کرو

بس ہے بردکا اشارہ دمبدم کھینچو نہ تیغ
تو رخانے مین یہان تیغ و سپر اخیر کرو

ایک بوسہ پر ہے سودا ہے ای جانمن
اس متاع دلکو میرے اپنے گھر اخیر کرو

مرغ خوش الحان نہین بس چھوڑ دو صید افگنو
مت مرے گنج قفس مین مشت پر اخیر کرو

کلبۂ احزان مین دل کھاتا ہی غم تو ہم یہا
ہمسن جواب خط مرا تم نامہ بر اخیر کرو

اُسکی دیکھی ہین خمار آلودہ آنکھین ساقیا
ساغر گل مین مے رنگین بھر اخیر کرو

دل کو مارا پارہ دل دون نگاہ و ناز کو
چاہیے ہی طعمہ بعد از صید دنیا باز کو

بن کہے پا جاوے ہے وہ میرے دل کے راز کو
وہم نے اُسکے بٹھایا ہی بڑے اعزاز کو

دیکھے سر الفت مین اُسکے تازہ سر پیدا کیا
دیکھیار دشمن دو تم شمع کے اعجاز کو

وہ قیامت ہی مرا نالہ کہ دم مین ہمدمون
بند کردون صور اسرافیل کی آواز کو

ہو لب زخم جگر گویہ جو جنبش دم بدم
دی ہے اے قاتل دعا مین تیری تیغ ناز کو

زردی رخسار نے تیرے مریض عشق کو
کر دیا فق چھٹتے ہی مہتاب اشتباز کو

ہاتھ سے صیاد کے در جاون جون رنگ حنا
بال و پر کی کچھ نہین حاجت مری پرواز کو

سامری کرتا ہے دعوی ساحری کا اے ظفر
یک نظر دیکھا نہین اس چشم افسون ساز کو

خواب مین جلوہ جو شب اُسنے دکھایا مجکو
صبح تک عش مین رہا ہوش نہ آیا مجکو

چین تھا خواب عدم مین مجھے اے شور نشور
تو نے کیون دشمن آرام جگایا مجکو

جل اٹھا نبض کی گرمی سے مرے دست طبیب
تپ ہجران نے ترے ایسا جلایا مجکو

دل دکھانے کے لیے مجکو بنایا میرے
دکھ اُٹھانیکے لیے تیرے بنایا مجکو

دل نخچیر سے تیر اُسکا یہ کہتا ہے کہ لے
جذبہ شوق ترا کھینچ کے لایا مجکو

مین نے جانا تھا کہ آنکھون نہین کھیگا وہ مجھے
اُسنے آنکھون ہی سے جون اشک گرایا مجکو

لیگیا خضر تصور مجھے اس راہ سے وان
راہ مین نقش قدم ایک نبایا مجکو

وہ زلف ورد سے نورانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

وہ ابرو اور پیشانی اُہو ہو ہوا ہو ہو ہو

وہ دندان کیا کہ سلکِ دُرِ اہا ہا ہا اہا ہا ہا

وہ لب کیا لعل رمانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

تمھارے روی روشن سے نقاب ایکدم اگر اٹھے

کہے پھر ماہ کنعانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

دیا دل اُسکو جسکو قدر مطلق نہین ہے دل کی

ہوئی کیا ہمسے نادانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

ہمارے اشک دریا کی یہ تمکو سیر لازم ہے

کرے ہے موج طغیانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

صنم کا نقشہ کھینچا چاہے وہ کلکِ تصور سے

کہ مانی نے بھی چین مانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

کسیکی بادفندق ہین لہو کا قطرہ مژگان پر

بنا لعل بدخشانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

وہ بوا دوستی ہین ہون کہ ہردم سے پانون پر

گرا وہ دشمن جانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

یقین ہو رات کا پردہ الٹ کر صبح روشن مین
ہوا سے رخنہ گر زلف سیہ الٹی سے سیدھی ہو

صبا کھولے ہزار اے عندلیب رخت غنچہ کو
جو تہ الٹی ہوا سین وہ نہ تہ الٹی سے سیدھی ہو

ہراسان ہے دل عاشق کجی سے فوج مژگان کے
کچھ ایسا ہو یہ برگشتہ سیہ الٹی سے سیدھی ہو

اگر ہے سرنوشت الٹی جھکا سر کو عبادت مین
کہ نہ سجدہ نہ مرے اے روسیہ الٹی سے سیدھی ہو

کبھی سیدھا نہوتے ہمنے دیکھا نیش کژدم کو
تری کسطرح سے نوک مژہ الٹی سے سیدھی ہو

کجی اور راستی جو ہے سو ہو خلقت مین انسان کے
نہ کہ سیدھی سے الٹی ہو نہ کہ الٹی سے سیدھی ہو

نظر تقدیر سیدھی ہی سکی ہو حق کی عنایت سے
کرے وہ بات الٹی جس جگہ الٹی سے سیدھی ہو

کان دھر کر وہ سنے تقریر ہو اتنی تو ہو
بات ہو ایسی تو ہو تاثیر ہو اتنی تو ہو

تو نے قاتل اک نگہ مین دل کے ٹکڑے کیے
واہ رہی برش اگر شمشیر ہو اتنی تو ہو

کہتے ہین وہ آئینہ مین جلوہ اپنا دیکھکر
ماہ پیکر مہر طلعت ہم نہون تو کون ہو

ہم ہین عاشق ہمکو آب تیغ ہے آب بقا
تشنۂ جام شہادت ہم نہون تو کون ہو

جب نہو ے آشنا کوئی حقیقت آشنا
اے مجازی بے حقیقت ہم نہون تو کون ہو

آکے بالین تک ہماری جبکہ پھر جاوے وہ یار
واقعی برگشتہ قسمت ہم نہون تو کون ہو

دیکھکر آہو کو یاد آیا کوئی آہو نگاہ
دشت مین سرگرم وحشت ہم نہون تو کون ہو

شیفتہ ہین ہمنشین ہم اس دہان تنگ پر
تنگ ای حضرت سلامت ہم نہون تو کون ہو

ساتھ غیرون کے لگا تو ہین وہ غوطے حوض مین
غرق دریای خجالت ہم نہون تو کون ہو

بے گنہگارون کی خاطر اسکی بخشش ای ظفر
مستحق عفو رحمت ہم نہون تو کون ہو

ارادہ اور کچھ ہو یار جانی اور کہتے ہو
خطو نہین اور لکھتے ہو زبانی اور کہتے ہو

جو آنے حال دل کہیے تو کہتے ہین خفا ہو کر
کہ کہہ تو اور بھی گر کچھ کہانی اور کہتے ہو

بھروسہ کیا تمہارا تم نہین اک بات پر قائم
دم قہر اور وقت مہربانی اور کہتے ہو

نہین کہتے ہو تم کیا کیا مجھے ہس جانفشانی پر
جو کرتا ہون زیادہ جانفشانی اور کہتے ہو

نہین ہے داغ دل سے ہمدمو کوئی نشان بہتر
نہین معلوم تم کسکو نشانی اور کہتے ہو

کہی جاتی نہین ای حضرت دل بات بھی سچی
پھر اسپر اپنا حال ناتوانی اور کہتے ہو

ظفر جب شعر کہکر اور شاعر بند ہوتے ہین
دکھا کر تم طبیعت کی روانی اور کہتے ہو

ہو تدبیر کر کر لاکھ انسان یہ نہودہ ہو — بجز تقدیر لیکن کسبہ امکان یہ نہودہ ہو

نہیں گر نالہ ہمدم آہ ہی دمساز ہو اپنے — کوئی تو ہو نہیں کیجے احزان یہ نہودہ ہو

شگفتہ دل ہو غنچہ اور میرا دل رہے غمگین — ہزار افسوس بس گلشن مین شادان یہ نہودہ ہو

نجو نکلو گھر سے دشب ماہ وش اور چاند بھی نکلے — خدا شاہد ہو ہر عالم مین تابان یہ نہودہ ہو

کرو نظارہ گل تو نہ دیکھے داغ دل میرے — تجھے منظور ای رشک گلستان یہ نہودہ ہو

جگر دل دونون اب تو آرزومند جراحت ہین — یہ ہو کیونکر نہ نشتر تیر مژگان یہ نہودہ ہو

سدا گر دش مین ہم ہون اور نہ اک دم دور ساغر ہو — کیا انصاف ہے ای چرخ گردان یہ نہودہ ہو

بھری نالے سدا بلبل رہے خاموش پروانہ — عجب ہے عشق کی باتھون سے نالان یہ نہودہ ہو

نزاجب میکشی کا ہو کہ ساقی ہو دی یار اپنا — نہین کیا لطف سیر ابر و باران یہ نہودہ ہو

تری آگے تو تر بے گو نہ لوٹے پانو پر تیرے — کہ نکلے کچھ تو اس بسمل کا ارمان یہ نہودہ ہو

جو ہو آشفتہ زلف انکی سر اسمیہ نکیون دل ہو — کہ امکان ہی نہین ہر گز پریشان یہ نہودہ ہو

ترا زہر آب پیکان ہے زلال خضر سے خوشتر — گوارا مجکو کیونکہ تیری قربان یہ نہودہ ہو

کرے غرق اک جہان کو اور بجھے میرا نہ سوز دل — تعجب ہے کہ تجھسے چشم گریان یہ نہودہ ہو

لگائے تو جو تکمہ بسمل کا دل خون ہو کیونکر — کہ ہے حرت کی جا زیب گریبان یہ نہودہ ہو

ادا ہو یا نگہ ہو دل کے مین دینے کو حاضر ہون — کوئی ہو پر ہو وہ اس دل کا خواہان یہ نہودہ ہو

الٰہی شام غربت ہو عبد لے شاہیانے کے — بلا سے بر سر گور غریبان یہ نہودہ ہو

خلد اول دیوان بنجم

دل کی کشت آج ہری ہوئے تو یون ہو
یہ بھی مین پھیلے دل سے بیان آپ ہی آپ
یار بر نشش دلمین اثر ہو دل کی تو یون ہو
گر جرح کے ہو کو تمنا نہین تو یون ہو
اس تر کا دل مین اسے گر ہو تو یون ہو
کیا کہے ظاہر کیے لب یار ہین ناوک
شاید کوئی برگ گل تر ہو تو یون ہو

دیکھو

ندا لو ناز کے کشتہ پہ آنسو شہیدون کو بھلا بھلاتے کیون ہو
گرہ الفت کی رشتہ مین پڑ جاے جو سلجھاتے نہین اُلجھاتے کیون ہو
وہ مجھپر آگ یون ہی بن رہا ہے رقیبو اور اُسے بھڑکاتے کیون ہو
ابھی ہے دور لب سے حرف مطلب مجھے کہنے تو دو جھنجھلاتے کیون ہو
مبت بھڑکائے گا صیاد تم کو اسیران قفس گھبراتے کیون ہو
پرائے سر کو ہین قرآن کہتے ہمارے سر کو تم ٹھکراتے کیون ہو

نہین پہچانتے چاہت کی گر آنکھ
ظفر کو دیکھ کر شرماتے کیون ہو

ہمسا جانباز ہے وہ کون بشر دیکھین تو
نورہ گر اس رخ پر نور سے اُٹھ جاے نقاب
جنکو دعوی ہے بڑا اپنی جگرداری کا
بندہ یار نے تو برق پہ مارا چھاپا
وہ نظر باز ہین اک عمر نظر مین رکھین
دل کھینچے اُسکا ادھر ہے وہ کشیدہ خاطر
ساعتون خون بڑھے چشم مین عاشق کی اب
گل مین کیا خار مین کیا سب مین ہے یکساں کیا

ہوگیا اور ہی حسن دوبالا تیرا سالے حسینون مین

کانون مین اے کان ملاحت تو نے جو پہنے بالے دو

تیغ جفا سے وار کرے تو ہاتھ نہ روکو قاتل کا

اسکو سینے لگانے دو اور مجھکو جفا مین سہنے دو

قاتل ناحق تیغ سے اپنی پنجہ ناز کو رنجہ نہ کر

کردے میرے دل کے ٹکڑے تیری ایک نگہ نے دو

دل نے جو مانگا رات ظفر اک بوسہ خال عارض کا

ہوکر برہم مارے کوڑے وہ ہین زلف سیہ نے دو

نصیب ایسا تو سوز جگر کسیکو نہو
کہ جلکے خاک ہو دل اور خبر کسیکو نہو

جلے رقیب دل اسکا نہ موم ہو اے آہ
یہ کیا کسیکو تو ہو دے اثر کسیکو نہو

جو ایک عیب ہو دیکھین ہزار خوبی یار
ستم ہی لاکھ ہنر پر نظر کسیکو نہو

تمام سود ہی سودا دکان ہستی کا
جو تجھسے نفع ہو سب کو ضرر کسیکو نہو

ہزار رنج والم ہون تو سب گوارا ہین
کسیکا درد جدائی مگر کسیکو نہو

بجاے سیمۂ دوزخ کے گر ہو طوبیٰ خلد
وہ نخل جس سے کہ حاصل ثمر کسیکو نہو

جو داغ دل پہ ہو نوز غم ہو جگر پہ بھی
کہ ہو تو سب کو نہین اے ظفر کسیکو نہو

یہ خاک کا پتلا ہو مسجود ملائک کا
کس مسند عزت پر پہنچا بشر اوہو ہو

غفلت کا ظفر پردہ اٹھ جائے جو آنکھوں سے
آجائے تماشا پھر کیا نظر آہو ہو

وہ مری جان مرے پاس آئے تو کیا اچھا ہو
اور نہیں جان نکل جائے تو کیا اچھا ہو

نہیں معلوم کہ میں کون ہوں اچھا کہ برا
کوئی اس بھید کو بتلائے تو کیا اچھا ہو

خواب میں جو کہ دکھا جاتا ہے صورت اپنی
شکل ظاہر بھی وہ دکھلائے تو کیا اچھا ہو

ساغر جم میں جو آئی تھی نظر کیفیت
وہ نظر دل ہی میں آجائے تو کیا اچھا ہو

اے مسیحا نفس اٹھ بیٹھے ترا کشتۂ ناز
ابھی قسم منہ سے جو فرمائے تو کیا اچھا ہو

کوچہ تنگ ہے دنیا نہیں آرام کی جا
یہاں کوئی پانوں نہ پھیلائے تو کیا اچھا ہو

جو برا آپ کو سمجھے تو وہ ہووے اچھا
کہ برا اور کو ٹھہرائے تو کیا اچھا ہو

ہے بڑا وصل مریض غم ہجراں کا علاج
یہ دوا ہاتھ نہ جب آئے تو کیا اچھا ہو

آئے سب ایک نظر گر یہ دوئی کا پردا
اے ظفر بیچ سے اٹھ جائے تو کیا اچھا ہو

ابرو ہیں تماشہ تری اے رشک قمر دو
اک جا کہ نو سانے آتے ہیں نظر دو

اک بوسۂ دندان مصفا مجھے گر دو
گویا کہ دہن موتیوں سے تم مرا بھر دو

بالے ہیں تری حسن کے دریا میں بھنور دو
اور اس پہ غضب یہ ہو کہ ہیں انگیں مگر دو

جسطرح رہتا ہی تجھ بن میرا دل کو اضطراب
مضطرب اسطرح کوئی مرغ بسمل ہو تو ہو

کب دل دیوانہ آتا ہی کسیکی قید مین
پر تری زلفون مین بابند سلاسل ہو تو ہو

ہم وفا سے منھ نہ موڑین یہ ہی شرط دوستی
وہ وفا دشمن ہمارا گرچہ قاتل ہو تو ہو

کیونکہ ہون اُس شمع رو بن بزم آرای نشاط
رونق محفل مرا گر وہ نہ زیب محفل ہو تو ہو

عشق کے نزدیک ہی آسان وہ دشوار غم
آدمی ہمت نہ ہارے دور منزل ہو تو ہو

وہ تو ہے دکھلا رہا ہی پردہ صاف پا بجا
کچھ تری غفلت کا غافل پردہ حایل ہو تو ہو

جبتک ہی دم مین دم تیرا بھروسا ہی یگانہ دم
دم کا لینا ضعف ہی عاشق کا مشکل ہو تو ہو

ہوے ویون معلوم کیا یارو نکو قدر عافیت
جب کہین دل انکا بری طرح مایل ہو تو ہو

آب گریہ سے نہ بجھے کیا آتش غم اے ظفر
بلکہ اُس سی اور افزون سوز شر دل ہو تو ہو

جو کوی عشق مین ہمنے ذرا ابھارا پانون
تو عقل و ہوش نے کیا جلد جلد کھایا پانون

جو آگے عشق کے میدان مین بڑھایا پانون
تو شرط یہ ہی کہ پیچھے نہ پھر اٹھایا پانون

گذار ہو دیکا ہم دل جلون کا خاک پہ کیون
غرض ہی کیا اسے اتنی جو وہ ہلایا پانون

بہت پھرے حرم و دیر مین کہین اسکو
نہ پایا شیخ و برہمن نے تھکایا پانون

دبائے اسلیے عاشق کو پنجۂ مژگان
کہ تا وہ آنکھون سے اپنی تر دبایا پانون

پری کو حسن سے اُس حور وش کے کیا نسبت
کہ وہ پری ہے نہ اپنے کبھی دھلایا پانون

قطار اشوق سو غیر دنہیں مری جان کھولو — پر کسی پہ نہ یہ حالِ غم پنہان کھولو
میرا گھونگھٹ ہے گلا وحشت دل جان ہے تنگ — ناخن تیغ سے کھولو جو گریبان کھولو
سر پہ ہر آئینہ پانے تمھاری مشدیل — خوب باندھی ہے یہ اے خار بیابان کھولو
تو سن ناز کو گر اور ہے کوڑا منظور — اپنے رخسار پہ تم طرۂ پیچان کھولو
دل بیتاب ہے آنکھوں کا تمھاری بیمار — فصد کھولو تو نہ جز نشتر مژگان کھولو
زلف کو مصحف رخسار سو تم سر کاؤ — فال سودا زدگان کھول کے قرآن کھولو
غافلو دیکھو تم اپنے ہی مین اسکی صورت — آنکھ گر صورت آئینہ حیران کھولو
وہ ہی پاؤگے جو قسمت مین ہی دنیا طلبو — تمکو کھونا ہی اگر مفت مین ایمان کھولو

اے ظفر باندھتے ہو گر کمر ہمت کو
شرط یہ ہے کہ نہ تم پھر کسی عنوان کھولو

جن آنکھون نے دیکھا ہے حسن رخ جانان کو — وہ دیکھین تو کیا دیکھین تسکل مہ کنعان کو
ذرہ جو دکھاتا ہون داغ دل سوزان کو — چڑھتی ہے تپ لرزہ خورشید درخشان کو
کیون رنگ مسی دہو زیب اسکے دندان کو — رونق شب تیرہ سے ہی انجم تابان کو
ہے دیدہ تر آہو نخچیر کا حلقہ سا — وحشی نے ترکر زندان سمجھا ہی بیابان کو
سوفتنہ خوابیدہ بیدار ہون اک پل مین — گر خواب مین بھی دیکھے اس نرگس فتان کو
لگجاے جھڑی برسون پھر اپنے جھڑین آنسو — جھاڑون جو دم گریہ مین دامن مژگان کو

رتبہ خطوط مہر کو کیا آسمان پر
اے ترکش کمان تری ترکش کے روبرو

زاہد بجز دعاے قدح کچھ چلے نہ ذکر
محفل مین دیکھیو نہ قدح کش کے روبرو

دل ہی وہ داغ داغ کہ سوخانہ باغ ہو
بیرنگ اس مکان منقش کے روبرو

گر نغمہ نشاط ہو شیون سے کم نہین
آفت رسیدگان مشوش کے روبرو

ملا کو جب مذاق سخن بھی نہ ظفر
کیا پڑھیے شعر اس بزخفش کے روبرو

دکھاؤنگا اگر اپنے فروغ داغ ہجران کو
رہے جامنھ دکھانیکی نہ خورشید درخشان کو

چھپالیتی ہے کیون وہ زلف کافر رے جانکو
تعجب ہے رکھے ہندو بغل مین اپنے قرآن کو

ہوئی وحشت مین سوزدل سے یہ کثرت پسینونکی
کہ پھیلکاری کا پیراہن بنا ہے جسم عریان کو

سر شکم صحرا مین ہمارے تار دامن سے
جنون بندھوا ہے دستار ہر خار مغیلان کو

خیال اس زلف کا ہے کیون نہ میرے داغ دل چمکین
کہ ہوتی ہے شب تاریک مین رونق چراغان کو

عجب دیوانے ہین وہ جو خط جادہ سمجھتے ہین
کیا وحشت نے میرے چاک دامان بیابان کو

نہ دیکھی ہو جسنے غنچہ گشتہ مین شبنم
دہن مین وہ تری وقت تبسم دیکھے دندان کو

جگر سوٹکڑے ہووے ایکدم مین صبح محشر کا
تری عاشق دکھائین اپنے گر چاک گریبان کو

نظر بھر انکو دیکھا جسنے وہ جیتا پھر آئینگے
فسون کوئی بلا ہے یاد تیری چشم مرگان کو

ہوا خواہی ہے پستی کی کہ جو ان دل جلے ٹھنڈے
پر پروانہ کیا بجھتا بھلے شمع شبستان کو

اچھے ہو جائینگے ابھی بیمار غم اسکے اگر
پوچھے اتنا وہ مسیحا زمان اچھے تو ہو

کہتے ہو کیا چارہ گر سے پھر گیا مرہم سے دل
تم بھی اے زخمہای خونچکان اچھے تو ہو

کہتے ہو دارالشفا اسکی گلی کو تم ظفر
پھر بھلا یہ ہم بھی دیکھینگے اے میان اچھے تو ہو

ایما ہو گر کلام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
تسکین دل تمام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

قاصد ہان سے کوئی نشانی تو لائیو
گر نامہ و پیام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

اس تند خو کو گرچہ ہو منظور کشت و خون
بالفرض قتل عام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

گر حصہ ایک جرعہ کا ساقی نہ ہمسے تو
گر چہ سبو و جام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

وہ کون ہو سوا تری دیوانیکے جسے
پروائے ننگ و نام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

تو چاہے یہ اگر کہ نہو ملک دل خراب
کسطرح انتظام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

دو چار گالیانا ہی ہمیں خط میں لکھکے بھیج
گر چہ دعا سلام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

جا سکتا کوئی اُس بت خود کام تک نہیں
جاوے تو کیونکہ کام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

وہ تار زلف طائر دل کے لیے ظفر
پھندا تو ہو جو دام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

گر ہو پاس عہد بشر کو جسکا ہووے اُسی کا ہو
پھیرے نہ سوے غیر نظر کو جسکا ہووے اُسی کا ہو

کچھ مُنھ سے نکلجائے نہ اے بادہ پرستو | مانند خم مے نہ بہت جوش مین آؤ
کہتا ہون ظفر اُن سے جو ہشیار ہین بے ربط
تم لب پہ نہ آؤ نہ کبھی ہوش مین آؤ

اپنے ہاتھونکو جو تم رنگ حنا مین رنگو | ناخنِ تیغ کو خونِ شہدا مین رنگو
خیمۂ رخ کو آ ہونکے دھوئین مین ہے | حضرتِ دل نہ غمِ ماہ لقا مین رنگو
ہین شہیدانِ محبت کا نصیب ایسی کہان | تم جو پوشاک سیہ اپنی عزا مین رنگو
جیتے جی خاک مین ملجاؤ فقیری یہ ہی | کپڑی مٹی سے نہ ملکر فقرا مین رنگو
پیر سی تم نہین ہونیکے جوان کر کے خضاب | غافلو لیق نہ اس رنگ نما مین رنگو
ہو نزاکت سی وہین درد تمھارے سر مین | تم گلابی جو کلہ سرد ہوا مین رنگو

جیب و دامن کو ظفر اپنے سرشکِ خون سے
دیکھو اس رنگ نہ تم جوش بکا مین رنگو

رسم الفت نہ عدو دل و دین سے پوچھو | دوستو اسکو جو پوچھو تو ہمین سے پوچھو
رات آنکھو نمین کٹی مجکو ستارون کیطرح | کس سے مجھ خواب تھا اُس ماہ جبین سے پوچھو
ہے غم یار کو معلوم حقیقت دل کی | اس مکان کا ہی جو احوال مکین سے پوچھو
روش نقش قدم خاک مین ملنے کا مزا | اپنے کوچے کی کسی خاک نشین سے پوچھو
دل کو از بہر محبت کے مطالب سارے | بے تامل یہ بتا دیگا کمین سے پوچھو

ا یاس وغم ہو شرط رفاقت کہ بعد مرگ — خادم ہمارے تم سر مدفن بنے رہو
جاؤ بکان دیدہ و دل چھوڑ کر نہ تم — دونون تمھارے واسطے مسکن بنے رہو
گردش سے آسمان کی سنگین دلو ڈرو — ایسا نہو کہ سنگ فلاخن بنے رہو
چلتا ہو زور مرگ سو لب اپنے زعم مین — تم غافلو نہ رستم و بیزن بنے رہو
دیتے ہین بگاڑ تر ند شیخت کو شیخ جی — دیکھو ملو نہ انمین مشین بنے رہو
اے سحر یہ زمانہ مخالف ہے دوستو — دانائی اب یہی ہے کہ کودن بنے رہو
اے آسو دیکھو نہ مری سوزش جگر — تم واسطے اس آگ کے روغن بنے رہو

زنار پہنو قشقہ لگاؤ تم اے ظفر
گر دل دیا بتون کو برہمن بنے رہو

محبت چاہے باہم مین بھی ہو تمھین بھی ہو — خوشی ہو یہ مین یا ہو غم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو
غنیمت تم سے سمجھو کر اس غمخانہ مین یارو — نصیب اکدم دل خرم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو
دلاؤ حضرت دل تم نہ یاد خط سبز اسکا — کہین ایسا نہو یہ سیم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو
ہمیشہ چاہتا ہے دل کہ ملکر پیجیے مے نوشی — مدام جام بجم جم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو
ہم اپنا عشق جتا چکے ہین تم اپنا حسن جھکا دو — کر حیران دیکھکر عالم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو
ہے حرص و ہوا دایم خیز و ساتھ جبا پیچ — نہ کینہ کر فکر پیش و کم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو
ظفر سے کہتا ہی مجنون کمین رو دل محزون — جو غم سو فرصت اب کدم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

کہینگے حال دل اُس دلربا سے کچھ ہی ہو
وہ سنکے خوش ہو کہ ناخوش بلا سے کچھ ہی ہو

ہمارا حال بھتاری جفا سے کچھ ہی ہو
نہ ہاتھ اُٹھا ئینگے پر ہم بلا سے کچھ ہی ہو

قدم رکھین سر میدان عشق جب سربازہ
نہ پھیرین منھ کبھی تیغ جفا سے کچھ ہی ہو

دکھاؤن ضعف سو گر مین خمیدہ قد اپنا
تو فرق آئیگی زلف دوتا سے کچھ ہی ہو

دل آشنا ہو کہ نا آشنا گلی مین تیرے
پر آج دینگے اُسے دم دلاسے کچھ ہی ہو

اُڑاتا خاک پھرون یا پھرون گریان چاک
کوئی تو کام دل ان دست و پا سے کچھ ہی ہو

کسو کی جان آفت کسو کا دل غارت
انھین تو کام ہی ناز و ادا سے کچھ ہی ہو

جو پینے دیگا نہ مے محتسب تو یہ میخوار
رہینگے اُسکے لہو کے پیاسے کچھ ہی ہو

بلا سے کفر ہو یا دین یہان ہین دونون ایک
ظفر ہو دل کو محبت خدا سے کچھ ہی ہو

ہمیر اُس زلف مشک حلقی ہووے تو ہو
رد کش اب لب سے عقیق یمنی ہووے تو ہو

وار ہو تو ہین جو اُس تیغ نگہ کے دل پر
کسی معرکہ مین تیغ زنی ہووے تو ہو

صدقے اُس رشک چمن اس قد موزون کے تئی
سیدھا ایسا کوئی سرو چمنی ہووے تو ہو

جو تری نوک مژہ رکھتی ہے تیزی ظالم
تیز ایسی کسی برچھی کی انی ہووے تو ہو

جان کہنی عشق مین ہو میری طرح کیا طاقت
تیشہ فرہاد کا گر کوہکنی ہووے تو ہو

راز دل فاش کرے کون بجز طفل اشک
ایسا غماز وہی ناشدنی ہووے تو ہو

نہین شناکی طبیش سے اُسکی مین یہ کیون ہے آرزدہ
اگر عجبکو گلا دل سے کوئی یون ہو تو یون بھی ہو

کشش مین ہو اثر دل کی تو خاطر ہو ظفر دل کی
کہ حاصل مدعا دل سے کوئی یون ہو تو یون بھی ہو

یہ چھوڑو خواب غفلت غافلو ہشیار ہو جاؤ
کہ ہی النوم اخ الموت تم بیدار ہو جاؤ

عزیزو کارخانہ دیکھو اسکی کارسازی کا
نہین دو رکار فکر کاریان بیکار ہو جاؤ

بہار آئی اسیران قفس آپسمین کہتے ہین
پھڑک کر توڑ تا ہی گر قفس تیار ہو جاؤ

مجھے کیا چشم ہو آنسو پونچھنے کو مین تمکو
رکھو آنکھو نہین اور تم یون گلے کی ہار ہو جاؤ

نہین قابل ہم اس یاری کی یاری ہی عیاری
کہ جسکے پاس جاؤ تم اسی کے یار ہو جاؤ

طبیبو جارہ کیا کرتے ہو بیمار محبت کا
کہین ایسا نہو تم آپ ہی بیمار ہو جاؤ

ہمارے پاس آئے ہو تو اب ناخوش نہ بیٹھو تم
خوشی سے ہم یہ کہتے ہین اگر بیزار ہو جاؤ

نہین جانے کی میرے جان تم جبتک نہ آؤ گے
خدا کیواسطے آؤ کہین اک بار ہو جاؤ

دکھادے گردہ مست ناز اپنی چشم میگون کو
ظفر کیسے ہی پھر صوفی ہو تم میخوار ہو جاؤ

دل کا پر خون ایک زن دیدہ پر آب دو
کیا تماشہ ہی کنوان ہی ایک و تالاب دو

لعل سے نسبت نہ دے اُسکو کہ وہ اک سنگ ہے
ہین لب نازک تری برگ گل شاداب دو

کنار آب ہو مہتاب ہو ساغر ہو مینا ہو
جو یہ سامان کل ہو پھر تو چہلین ہون تماشا ہو

ربابے چنگ ہو بزم طرب ہو اور مطرب ہو
دف و نے ہو دل ہو پھر تو چہلین ہون تماشا ہو

پڑا دریا مین ہو عکس حراغان اور وہ ہو ش
نکھڑا بالا کل ہو پھر تو چہلین ہون تماشا ہو

پیئین مے اسقدر یا ہم نشے کا ہو دے عالم
حیا کا اپنی قل ہو پھر تو چہلین ہون تماشا ہو

ہوا ٹھنڈی ہو آدھی رات ہو یاد وہ ہو یار ہو
چراغ اسوقت گل ہو پھر تو چہلین ہون تماشا ہو

وہ ہون کیلو نکی اوجھل مین اکیلی اور مین جا بہ بجا بہ بجا بہ بجون
ظفر کیا کیا نہ غل ہو پھر تو چہلین ہون تماشا ہو

اشک وہ طفل ہے رکھی نہین جسکے پانو تلے
چشم پہچان کے تو بالنی مین پروت کے پانو تلے

ڈھونڈ لیوے گا ترا رزق مقدر تجھ آپ
توڑتا پھرتا ہے تو واسطے کیون قوت کے پانو تلے

کیونکہ جاوے ترے در سے نہین اٹھ سکتے
روش نقش قدم عاشق محنت کے پانو تلے

پیر مرد کے سے طاؤس نے پائے لیکن
دیکھتے رنگ ادا ہو نے جو یاقوت کے پانو تلے

چاہ دنیا کی نہوتی تو کنوئین مین ناحق
کون لٹکاتا بھلا باندھکے ہار و تت کے پانو تلے

کوچہ یار ہے وہ راحت و آرام کی جا
سو گئے جسمین مرے حامل تابوت کے پانو تلے

سیر ہم عالم لاہوت کی کرتے ہین ظفر
گرچہ پھیلائے ہین میدانمین ناسوت کے پانو تلے

بھٹکو ادھر ادھر نہ کہین بس چلے چلو
دل لیجیے جدھر کو وہین بس چلے چلو

دیکر

خواہ کر انصاف ظالم خواہ کر بیداد تو
ہر جو فریادی ہین اُنکی سُن تو لے فریاد تو

دم بدم بھرتے ہین ہم تیری ہو خواہی کیلوم
کر نہ بدخوؤن کے کہنے سے ہمین برباد تو

کیا گنہ کیا جرم کیا تقصیر میری کیا خطا
بن گیا جو اسطرح حق مین مرے جلاد تو

صید سے تیری کہان جائینگے ہم بے بال و پر
کیون قفس مین تنگ کرتا ہی ہمین صیاد تو

دل سے دل کو راہ ہو تو جسطرح سے ہم تجھے
یاد کرتے ہین کر لیون ہی ہمین بھی یاد تو

دل ترا فولاد ہو تو آب ہو آئینہ وار
صاف یکبارگی سنے میری اگر روداد تو

شاد خرم ایک عالم کو کیا اُسنے ظفر
پر سبب کیا ہے کہ ہے رنجیدہ و ناشاد تو

دیکر

پوچھتے ہو آج آکر ہمسے کیا اچھے تو ہو
یہ کہو تم تھے کہان اے دل ربا اچھے تو ہو

ہم غم دوری سے جسکے ہو نچکر مرنیکے قریب
اُسنے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا اچھے تو ہو

دیکھی نبا ضی تری جا کام کر اے طبیب
دیکھکر تو نبض ہے یہ پوچھتا اچھے تو ہو

ہو گئی برسون کی برسون تم نہ آئے روبرو
اپنے اچھا کیا وعدہ وفا اچھے تو ہو

اپنے بیمارون کو کہتی ہے ذرا کر چشم یار
تم دوا کرنے ہو پر دیکھین بھلا اچھے تو ہو

کون کہتا ہی تمھین بیدرد کہ تم اچھے نہین
اچھے اچھے کہتے ہین سب واہ واہ اچھے تو ہو

زخم میرے جلتے ہین ای ظفر جب تازگی
مین انھین کہتا ہون کم بخت ذرا اچھے تو ہو

تمھارے ہاتھ دولت آگئی ہے خاکساری کی
ظفر تم کیون نہ لیکر ہاتھ مین اکسیر کو رکھدو

ردیف ہائے ہوز

پیدا تری تسکون کی ہے قطرات مین سب کچھ — حاصل ہے ہر اک دانے سے برسات مین سب کچھ
دیکھے دل و دین کیون نہ تجھے اے بت کافر — جلوہ ہے خدائی کا تری گات مین سب کچھ
زلف اسکی دکھادی مجھے اے خضر تصور — کہتے ہین کہ ہے پردۂ ظلمات مین سب کچھ
حاصل نہین کچھ مزرع دنیا سے کسیکو — ہے کشورِ دل کی مری دیہات مین سب کچھ
نقد دل و دین کیون نکر دان مشکیل مین — لازم ہے کہ ہو اسکی مدارات مین سب کچھ
انداز و ادا سے نہین کچھ اور کو مطلب — ہوتا ہے ادا تیرے اشارات مین سب کچھ

قطعہ

بوسہ جو طلب اس سے کیا مین نے تو بولا — موجود ہے بس اپنی ملاقات مین سب کچھ
سائل ہے کبھی آج تلک مُنھ نہین موڑا — حاصل ہے ہر اک کو مری خیرات مین سب کچھ

بیتابی و زاری کی شکایت ہے عبث اب
ہوتا ہے ظفر عشق کی حالات مین سب کچھ

دیگر

کھینچکر آہ گیا مین تو نہ یان ہانپ کے بیٹھ
زلزلے سے گیا یہ چرخ دنی کانپ کے بیٹھ

کر رہو رونے کا گمان غیر نکوئی لے یار
پاس مت میرے خیانت کیجو تو منھ ڈھانپ کے بیٹھ

وہ بلا زلف ہر کالی تری وہ سم والی
دیکھکر جسکو گئے دانت یہان سانپ کے بیٹھ

دم مرا بیٹھ گیا صدمۂ غم سے اس شکل
جسطرح جائے چڑھائی سے کوئی ہانپ کے بیٹھ

رند سب بیٹھے ہوے تھے در میخانہ پر
دختر رز کو ظفر ہم بھی گئے بھانپ کے بیٹھ

اچھا ہے دست مزہ گاہ آپ دو دو ہاتھ
ہوا یہ خوف سے کانپے حباب دو دو ہاتھ

سدا مین اپنے ہون دمسازنالۂ دل سے
نہ چھیڑو مطرب تار رباب دو دو ہاتھ

طپش سے درد جدائی کے میرے پہلو مین
اچھلتا ہے دل بیتاب دو دو ہاتھ

لیا جو اس لب شیرین کے خال کا بوسہ
مگس نے پیٹ لیا سر شتاب دو دو ہاتھ

پیا ہلا دے اگر ق سامنے تو لا ڈالون
سپر بنا کے مین جام شراب دو دو ہاتھ

چمن مین کیونکہ نہو عندلیب نغمہ سرا
بجاتا تال ہر برگ گلاب دو دو ہاتھ

تیرے فراق سے اس تنگ کے لرزان ہے
فلک پہ صبح سدا آفتاب دو دو ہاتھ

غریق بحر گنہ ہون مدام مین تم سے
کبھی نجاویگا یا بو تراب دو دو ہاتھ

ظفر کا آپکی بدخوئی سے قسمہ ہے دل
ہٹا ہی جاتا ہے خانہ خراب دو دو ہاتھ

یار و مین حیران ہون اس آئینہ رو کی بزم مین
مت کہو تصویر کو تصویر کے پہلو سے اُٹھ

دل کو ہی وابستگی حلقے سے تیری زلف کے
بیٹھے دیوانہ کدھر زنجیر کے پہلو سے اُٹھ

ہوک سی اُٹھتی ہی رانجھے کو دہین سینہ مین آہ
جب کوئی کہتا ہی چل تیر کے پہلو سے اُٹھ

ایک مدت مین خدا نے دن دکھایا ہی یہ پھر
اے ظفر مت اس بُت بے پیر کے پہلو سے اُٹھ

ہزار ہاتھ جو اُس سیمبر نے ہاتھ پہ ہاتھ
رقیب بیٹھ رہے غم مین دھر کے ہاتھ پہ ہاتھ

ہزار جان سے قربان اس ادا کے ہاتھ
رکھا جو شوخ نے ڈاک شنکرہ کر کے ہاتھ پہ ہاتھ

نہ اعتبار ہے قول و قرار کا جسکے
دلا نہ کھیو پھر ایسے بشر کے ہاتھ پہ ہاتھ

رقیب خاک بسر ہو گا مثل نقش قدم
رکھو نگا اُسکو جو نیچے مین سر کے ہاتھ پہ ہاتھ

کچھ اسکے ہاتھ لگا کچھ ہمارے ہاتھ لگا
رکھا جو بام سے اُسنے اُتر کے ہاتھ پہ ہاتھ

رقیب تیری تمنا حصول ہوگی آہ
ہزار رکھ لیا اُس بیخبر کے ہاتھ پہ ہاتھ

ہزار طور کے لوگون کو پھر گمان ہوون
ظفر نے جبکہ رکھا نامہ بر کے ہاتھ پہ ہاتھ

نکل کے آنکھون سے اشک لے ہی ہماری جب آستین کا بوسہ
تو ہم بھی نور بصر سمجھ کر لیا کرین ہین جبین کا بوسہ

لب و دہان درخ و زنخدان تمھارے ہر وجہ سے ہین بہتر

روکشی کا کرے کس منہ سے ارادہ شیشہ
دل سے نازک نہیں دیکھا تو زیادہ شیشہ

ابر و باراں ہو گلستاں ہے ہوا اور سبزہ
ساقی لبریز گراب لیکے تو بادہ شیشہ

خاک اس دور میں کیفیت مے نوشی ہو
سرنگوں ہو قدم غم پہ فتادہ شیشہ

تیشہ بازو کی طرح رکھ کے حباب دریا
سر پہ کیا اپنے پھرتا ہے تو سادہ شیشہ

محتسب پر ہو ظفر کیوں یہ ناوک انداز
موج صہبا نہیں کھینچے ہے کبادہ شیشہ

ساقی ترے آں دست قدح گیر کا سایہ
بے بادہ مے سر پہ ہو شمشیر کا سایہ

نے جن کے ہے آسیب پریوں کا جھپیٹا
ہے دل کو مے زلف گرہ گیر کا سایہ

مجنوں کو تری ضعف سے کیا حاجت زنجیر
پاؤں پہ گراں جسکے ہو زنجیر کا سایہ

کھلتا جو نہیں باد صبا غنچۂ تصویر
اسپر بھی پڑا کیا کسی دل گیر کا سایہ

تو بھی ہو وہ تصویر کہ یوسف ترے آگے
سایہ ہے ترا بلکہ تری تصویر کا سایہ

فردوس ہے کوچہ ترا اے حور شمائل
ہے سایہ طوبیٰ تری تعمیر کا سایہ

وحشی ہو ترا دھوپ میں بھاگا ہوا پھرتا
اسطرح کہ جیوں مرغ ہوا گیر کا سایہ

یوں پیک اجل ہو نگہ یار کے ہمراہ
جوں تیر کے ہو ساتھ روان ہر کا سایہ

ہیں ڈھونڈھوں ظفر اور کا کیوں ظل حمایت
کافی ہے مجھے حیدر دشبیر کا سایہ

جہان مین ہو نام کیونکہ پیدا اگر نہو نامور پہ صدمہ
نمود کب ہون حروف سکہ نہ ہو پہنچے جبتک کہ زر پہ صدمہ
ہوا وہ ملکے سے تیرے جوڑے کے دل پہ صدمہ جگر پہ صدمہ
کہ ہو پہنچا آہ دل و جگر سے فلک پہ صدمہ قمر پہ صدمہ
بلا سے گر خط کو ٹکڑے کر کر ملے کف پا سے وہ ستمگر
خطر ہے مجکو کہ اس خطا پر نہ ہو پہنچے کچھ نامہبر پہ صدمہ
جنون کی گرمی سے اپنے خون کی طپش کہون کیا کوئی بلا سے
کہ رگ رگ دم فصد اپنی تڑپی ہو پہنچگیا نیشتر پہ صدمہ
جو تو ہے باریک بین زیادہ چڑھالے دو لیکے جام بادہ
بغیر عینک نہ کر ارادہ دگر نہ ہوگا نظر پہ صدمہ
جو کوئی صدمہ کو عاشقی کے جہان مین پوچھے تو کوہکن سے
کہ ضرب تیشہ سے آہ اُسنے اُٹھالیا اپنے سر پہ صدمہ
نہ پہنچو پھولونکی دیکھو بدھی کہ ہے نزاکت سے ڈر رہا جی
کہین گرانی سے ان گلونکی ہو پہنچ نجاوے کمر پہ صدمہ
اکیلا تم چھوڑکر ظفر کو سدھاری حسن وقت اپنے گھر کو
تو اسنے ٹکرایا اپنے سر کو کہ ہو پہنچا دیوار و در پہ صدمہ

ہوئیون تو وہ رخ بھی گل شاداب زمانہ
لیکن ہے دہن نادر و نایاب زمانہ

دیتی ہے نکلنے یہ کوئی کشتی مقصود
ہے ایک بلا گردش گرداب زمانہ

کچھ دور نہین پردہ دری سے تری ایرخ
صد پارہ ہو گر چادر مہتاب زمانہ

پیچاب ہے یل مرگ کہ کب پیچ سے کوئی
گو رستم دوران ہو کہ سہراب زمانہ

پہلو مین ہے مردہ دل بیتاب تو جس سے
ہمسر نہو صد معدن سیماب زمانہ

کیا سیر کرے کوئی کہ جون سبزۂ شمشیر
ہے تشنہ خون سبزۂ سیراب زمانہ

ہوئیون کہ کسی سے ظفر امید محبت
ہم جانتے ہین جیسے ہین احباب زمانہ

خال کے دانے سے دیکھ اس سیب غبغب مین گرہ
جتنے سیب خلد ہین تخم سب مین گرہ

زلف کے حلقے مین وہ تابندہ اختر دیکھنا
قرص مہ سے کیا لگی ہے دامن شب مین گرہ

دل کی واشد سے یہ کھلتا ہے کہ شاید دل کی جا
غنچہ سان پیدا ہوئی انسان کے قالب مین گرہ

دل گرفتون کی بگولا خاک کالے شمسوار
ڈال کر لنگر لگائے پائے کوکب مین گرہ

نہین گلے کو مرے خنجر ستم سے گلہ
اٹک رہا ہے یہ دم کیون مجھے ہو دم سے گلہ

ہزار رنج و الم ہون تری محبت مین
نہ تجکو رنج سے شکوہ ہے نہ الم سے گلہ

ملائی خاک مین سب کی سنے ابرو میری
مجھے ہو کیونکہ نہ یہ اپنی چشم نم سے گلہ

کیا ہی مین نے یہ وحشت مین دشت کو پامال
کہ خار خار کو ہے اب قدم قدم سے گلہ

ہزار غنچے کھلائے کیا شگفتہ نہ دل
چمن مین مجکو ہے یہ باد صبحدم سے گلہ

سہے ستم پہ ستم روز ایک شکر خدا
کیا نہ ہمنے کبھی اسکا اس صنم سے گلہ

ہر رنگ شمع جلے سر سے پاؤن تک لیکن
زبان پر لائے نہ ہم اپنے سوز غم سے گلہ

دل اسکو ہمنے دیا دل نے دی ہمین تکلیف
جو ہمکو دل سے گلہ ہے تو دل کو ہمسے گلہ

ظفر نوشتہ تقدیر پہ جو راضی ہین
نہ انکو لوح سے شکوہ نہ ہے قلم سے گلہ

ہے عناکا رنگ بھی دست بت پرفن ہی
گر کرے سیر اخوان تو وہ نازنین گردن پہ بوجھ

بار دنیا سا تھا ہی منعم کے بعد از مرگ بھی
باعث تعویذ سنگین ہے سر مدفن پہ بوجھ

وہ گران بار الم ہون مین کہ میری خاک بھی
گر چڑھے لحد پر پڑے معلوم ہو دامن پہ بوجھ

دشت وحشت سے رہا باقی جو بار پیرہن
تا توانی سے ترے مجنون کے ہے وہ تن پہ بوجھ

بار کش دنیا کے ہون نا اہل نے اہل تمیز
لاد تے ہین کب گدھونکی طرح سے توسن پہ بوجھ

آسنے کیا سر پر رکھا پر جی دھڑکتا ہی مرا
تازگی سی ہو نہ پھر اس غیرت گلشن پہ بوجھ

نام احمد کو جو لکھے تو عجب کیا ہے ظفر
لے قلم لوح کا اور لوح قلم کا بوسہ

کہاں نگہ پہ ہو سرمہ کا رنگ پیوستہ
یہ تیغ وہ نہیں جس میں ہو زنگ پیوستہ

اگر یہ صوت سو ہاں ہے سدا اے قمری
گلے میں تیرے ہے طوق تنگ پیوستہ

نہیں وہ آئینہ میں کل کے میرا عکس
ہوا ہے بحر کی تہ میں نہنگ پیوستہ

سر اپنا ہجر میں دیوار سے جو ٹکراؤں
جدا جدا ہوں وہیں خشت و سنگ پیوستہ

ہم ہوں سامنے دو ماہ تو تماشہ ہو
بھویں دکھائے جو وہ شوخ و شنگ پیوستہ

تو اب تو ہاتھ اٹھا قتل سے کہ قبضہ تیغ
ہوا ہے ہاتھ میں اے خانہ جنگ پیوستہ

بدن کے مرد و لا ور کے حلقہ ہائے زرہ
رہیں ہیں صورت داغ پلنگ پیوستہ

وہ کب نکلتا ہے جب تک نہ دم نکلے
جگر میں ایسا ہے تیر اخدنگ پیوستہ

ظفر سمجھ نہ اسے زلف روے جاناں پر
یہ ہے فرنگ سے سرحد زنگ پیوستہ

شدت گریہ سے ہے دیدۂ تر پر صدمہ
آہ سے دل پہ ہے نالہ سے جگر پر صدمہ

گرم نظارہ کوئی کیا ہو ترا مہر لقا
تاب خورشید سی پہونچے ہے نظر پر صدمہ

برق نالہ مری شعلہ ہے وہ آتش دم
پہونچے ہے جس سے فلک کو بھی سپر پر صدمہ

ٹھوکریں جو ملتی ہے تری آگے ظالم ہو بحال
کہیں پہونچے دل عاشق کے نہ گھر پر صدمہ

یہ جب تلک کہ نفس رشتہ ہے ہزار کے ساتھ
ہزار دانہ سبحہ ہین ایک تار کے ساتھ

نکل کے روح رواں ہے ہوا کی گھوڑے پر
پیادہ جائیگی کیونکر کسطرح سوار کے ساتھ

ہو لمحہ بھر نہ کبھی غم تری جدائی کا
رہا ہمیشہ مرا جان بیقرار کے ساتھ

ملایا خاک مین مانند نقش پا مجھکو
سلوک خوب کیا اپنے خاکسار کے ساتھ

کہان ہوئے خلش نیش عشق دلمین داغ
کہ گل جو باغ مین پیدا ہوا تو خار کے ساتھ

لگا نہ دامن دلدار سے کبھی دامن
حنا نے لاگ یہ باندھی مرے غبار کے ساتھ

برنگ گلشن تصویر باغبان ہمکو
خزان کے ساتھ نہ مطلب نہ ہے بہار کے ساتھ

کھلی ہنگی پس از مرگ بھی مری آنکھین
کہ ایک عمر سے خوگر ہون انتظار کے ساتھ

ظفر بلا سے مری دل اگر بلا مین پھنسے
اُلجھتا کیون ہے یہ دیوانہ زلف یار کے ساتھ

واہی یون باعث حیرت تری لیگر کی آنکھ
جسطرح سے کہ جھپکتی نہین تصویر کی آنکھ

ہے مگر محو تماشہ ترے دیوانے کی
نیند ہوتی جو نہین خلقت بخیر کی آنکھ

دیکھی ہے خال رخ یار کو یون طائر دل
دانہ پر جیسے پڑی مرغ ہوا گیر کی آنکھ

شوق نظارہ مین اس ماہ لقا کے ہر شب
جو ستارہ ہی وہ ہے اس فلک پیر کی آنکھ

دمبدم دیکھے ہی حسرت سے ترے سیل کو
حلقہ جو ہر کا نہین ہے تری شمشیر کی آنکھ

دیکھتا کیا ہے لگا تیر کہ اے صید افگن
تری آنکھون کو تکے ہے تری نخچیر کی آنکھ

حسن پر اپنے ہو کیا کیا خود پسندوں کو غرور
یا الٰہی ہو لمیدن دنیا سے غارت آئینہ

خانۂ آبی میں گر دیکھا نہ ہو آفتاب
دیکھو تم دیکھے ہو دن خورشید طلعت آئینہ

دیکھ اُسکے صحفِ رخسار کی دولت ظفر
ہر سحر کرتا ہے قرآن کی تلاوت آئینہ

لائے کس وجہ تری تاب نظر آئینہ
دیکھے فولاد کا جبتک نہ جگر آئینہ

تاب رخسار ہو اس پردہ نشین کے جانا
ہے رکھا کوئی پس دیوار نہ آئینہ

خاک میں اہل صفا کو ہے ملاتا گردوں
کیا عجب ہے کہ ہے خاکِ بسر آئینہ

موج جوہر سے جو ہو یار ہو پر بحر سدا
تیری صورت کا ہو دیوانہ مگر آئینہ

راز دان رہنے لگے محو خود آرائی تم
دیکھ تا ہاتھ میں ہو دن آٹھ پہر آئینہ

سینہ صافوں کا وطن میں ہے زمانہ دشمن
کرتے ہیں اہل حلب شہر بدر آئینہ

میں بھی سر تا دہ ہوں تیری بھی یکھو صورت
دیکھو دیکھ کے تم ماہ صفر آئینہ

پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گو اہل صفا
غرق ہو آب میں لیکن نہیں تر آئینہ

صورت یار کو ہر وقت ہے کیا صورت
صاف ببتک کہ نمودیگا ظفر آئینہ

نہیں ای ہمدم چلنا یہ دم آہستہ آہستہ
رواں ہے کارواں سوئے عدم آہستہ آہستہ

کوئی دنیا سے جاتا ہے اگر آتے ہو جلد آؤ
رکھو ناز سے اپنا قدم آہستہ آہستہ

دل لیا تم نے تو پھر جان کو کیوں چھوڑتے ہو
دونوں لیجاؤ تمھیں میری قسم ساتھ کے ساتھ

اشک مژگان پہ نہیں دوڑتے بے خون جگر
دونوں آتے ہیں یہ اے دیدۂ نم ساتھ کے ساتھ

روش حسن یہ ہے ربط اُن سے ہمارا اسطرح
کہ اگر کے ہیں الگ اور ہیں ہم ساتھ کے ساتھ

لکھ کے حال اپنا لکھوں اُنکے کئے بھی قاصد
خط میں ہو جا رہے ہے سو قلم ساتھ کے ساتھ

آمد و شد سے نفس کی یہ ہمیں معلوم ہوا
یعنی موجود ہیں ہستی و عدم ساتھ کے ساتھ

رہے کافور مومن کے کدورت دل میں
صاف کیسا رہوں گر دیدۂ نم ساتھ کے ساتھ

کوچۂ یار سے جاتا ہے نہ دل اور نہ ہم
جائے کے پھر آتے ہیں دو جا رقم ساتھ کے ساتھ

تختۂ مشق ہے دل دیکھیے کلکِ خیال
ہیں ظفر دونوں یہاں لوح و قلم ساتھ کے ساتھ

وہ رنگ دھنگ مین کچھ اور بول چال مین کچھ
یہ بات کیا ہے نہین ٹھہرتی خیال مین کچھ

نہ اسکی نگہ مین اور کمکشان نہین ہے کچھ فرق
نہ وہ تیر اس ابرو مین اور ہلال مین کچھ

نہین ہے عشق مین اک حال کچھ پوچھو حال
کبھی فراق مین کچھ ہے کبھی وصال مین کچھ

کسے دماغ سے کون در و سر کے سوا
نہین ہے فائدہ واعظ کی قیل و قال مین کچھ

نہین ہے دل ہی فقط زلف مین اسیر دام
کہ جان بھی ہے گرفتار اس کے بال مین کچھ

نہ دیتی وہ لب شیریں سے ایسے تلخ جواب
اگرچہ زہر اگلتا نہین سوال مین کچھ

قفس کے ٹکڑے اڑا دو جو پھڑکے اے صیاد
اگرچہ دم نہین مرغ شکستہ بال مین کچھ

سوائے نالہ و فریاد و گریہ و زاری
ہمین تو خوش نہین آتا نغمہ و ملال مین کچھ

جو سر نوشت مین ہے اے ظفر جزا اسکے
نہ استخارہ مین معلوم ہو نہ فال مین کچھ

ردیف یائے تحتانی

پر اشک مژہ یہان ہے آہ دل سوزان ہے
وہ سرد چراغان ہے وہ شمع شبستان ہے

فال اسکے نہین خیر ہے جلوہ کنان دیکھیے
وہ انجم افلاکی اور وہ مہ تابان ہے

تیری نگہ و مژگان کیونکر نہون بسمل
وہ ناوک پران ہے وہ خنجر بران ہے

کب خال زنخدان مین اب اسکے جھلکتا ہے
یہ یوسف مصری ہے اور وہ مہ کنعان ہے

اس روش کہتی ہو قمری سا چمن میں بلبل
تن پہ لگتے ہیں یہ گل بن تو بھی پر کاٹے

گلشن دہر میں گلچین خزاں کا ہو بُرا
جسنے بوئے ہیں مرے حق میں سر سر کانٹے

ساتھ اُس یار کے ہوں کیونکہ اغیار مدام
پاس ہوتے ہیں ظفر گل کے مقرر کانٹے

لب شیریں جو ترے خواب میں دلبر جاتے
یاد کر ذائقہ ہونٹ اپنے مکرر جاتے

زندگی سے ہو وہ کیوں سیر کہ جسکا یہ حال
ہر بُنِ خم وہ آب دم خنجر جاتے

حول دل اُسکو نہ ہرگز ہو کبھو ای پیارے
جان کر شیم جو در کے ترے پتھر جاتے

واقعی زلف تو کاٹا ہو تیرے جس کو صنم
زہر مہرہ نخدا کیوں نہ وہ گھس کر جاتے

اے ظفر بزم سخندان میں ترے سن اشعار
اپنے لب کیونکہ نہ ہر ایک سخنور جاتے

تنور سینہ میں باہم دل بیتاب و آتش ہے
تعجب ہے کہ یکجا پارۂ سیماب و آتش ہے

رخ گلنار پہ تیرے کمان ابرو زلف خم گشتہ
بہم اک بحر خوبی حلقہ گرداب و آتش ہے

دل بیمار اس لب پر نہیں ہے پان کی خواہش
سمجھ کر لیجیو بوسہ سر عناب و آتش ہے

نہاں برگ گل پر قطرۂ شبنم نہیں یارو
یہ اعجاز بہار گل ہے یکجا آب و آتش ہے

نہیں جام بلورین میں شراب لعل ساقی
شب ہجراں ہے تجھ بن ساغر مہتاب و آتش ہے

ہیں مژگان ہے کیا کہ مژہ مان بخت دشمنان
رواں آنکھوں سے میرے قطرۂ خون ناب و آتش ہے

اگر غنچہ دہن سیر تو سرو گلستان ہے
دل کیون نہ شگفتہ ہو تو بھی گل خندان ہے

دل خوش ہے ہوا کس عالم رعنا پہ سبھی تجھ پر
ہر در و زمین پرتو تو شمع شبستان ہے

ٹھہری ہین مژگان مین یہ لخت جگر اپنے
پلکون مین یہ اک دم کیا سیر چراغان ہے

کیا یان کی سرخی ہے لب پر تری اے کافر
دیکھے سے خجل جسکو ہر لعل بدخشان ہے

اس بادیہ پائی کی دولت سے مرے یارو
سر بستہ جہان دیکھو ہر خار غیلان ہے

کیا اسکے چمکتے ہین دندان مسی آلود
یہ خانۂ نیلم مین یا الماس نمایان ہے

جانا مرے پہلو سے ہرگز نہ ذرا کیجے
تو ہی مرا جانا ہے اور تو ہی مرا جان ہے

دیکھا ہے کہ پردے مین ہر آن ہے نئی بجلی
یہ گرمی شرارت مین آہ دل سوزان ہے

وہ غنچہ دہن ایسا ہے بوسہ خوبی
العتماد علیٰ فضلہ کیسی دل جاکی گویان ہے

اے خورشید رو دفتر یہ اپنی نکالی ہے
کہ جو دیکھے ہی کہتا ہے یہ سب جعلی ہے

تماشہ مجکو دکھلانے کو صورت اس بت نادر کی
محبت الٰہی نے یہ پیدا نور رشید تعالیٰ ہے

فکر مین ہو نہین کہتے تری فصاحت کے
اے ہر سرود ہر ہر مصرع دیوان عالی ہے

نہ بجھو تم کو مژگان یہ تر پر ہے ہر دم
اٹھی دریا کی جانب کو جو موج آتی ہے

ہر رنگ غنچہ باغ دہر مین کیا فکر زر کیجے
بندھی مٹھی ہے اپنی اور جانا ہاتھ خالی ہے

تجھے کیون دیکھکر تم ہر گھڑی اب لب ہلاتے ہو
کہو سچ کہہ ہی اے پیارے اگر دینی جو گالی ہے

کیون میکشی سے ہر دم کیجے حجاب ساقی
ہی اپنا اندنوین عہد شباب ساقی

دے جام گل مین بھر کر صہبا ناب ساقی
آنکھون مین محو کر دین ہم آفتاب ساقی

اس ابر مین خوش آوے کیونکر نہ سیر دریا
کیفیتون سے پر ہے جام حباب ساقی

لخت دل برشتہ مژگان پہ نہین ہے
لایا ہون تری خاطر جام شراب ساقی

ابرو کا تیرے جلوہ دیکھا ہی شاید آج
ہو ماہ نو ہی شب کو یا در رکاب ساقی

سنبل ہی کیا پریشان ہے دیکھ لف تیری
موج نسیم کو بھی ہے پیچ تاب ساقی

ساغر کشی ہماری مت پوچھ تو کہ تجھ بن
پیتے ہین خون دل ہم جا ہے شراب ساقی

جو زلف و رخ کو تیرے دیکھے ہے یہ کہی ہے
کیا جلوہ گر ہین باہم برق و سحاب ساقی

اس ابر اس ہوا مین دل کو کھٹا نہ دیر
ہے بیک صبا یہ کہنا اب آ شتاب ساقی

تجھ بن ٹپک رہا ہی پتھر پہ سر کو شیشہ
ساغر ہی ہے نہ تنہا چشم پر آب ساقی

ساغر کشی مقدر مین اس در مین کر دن کیا
شیشے پڑے ہین خالی ہی مست خواب ساقی

کیا رو کے مژہ دیدۂ نمناک سے پانی
پھیچ ہی نہین تھمتا خس و خاشاک سے پانی

پہ جا ڈنہ گرمی سے مری خانۂ مردم
رکھتا ہی عداوت سے بدل خاک سے پانی

ہر وجہ سے ہو شرم زدہ خانۂ خورشید
بھر تا ہی ترے روئے عرقناک سے پانی

ناصح کسی صورت سے نظر ہی نہین آتی
فرصت ہمین عشق بت بیباک سے پانی

یاد مین تیری جو مین خود رفتہ ہون آرام جان
اس لیے رہتی ہے اب ہر دم فراموشی مجھے
کیا کہون مین حال یہ اپنا کہ اسکے ہجر مین
بستر اندوہ پر رہتی ہے بے ہوشی مجھے
جو نہونا تھا سو اپنے دور مین تو کر چکا
اے فلک کرنے دے اس سے اب تو سرگوشی مجھے
جی نکل جاتا ہے پھر اس دم شب مہتاب مین
یاد جب آتی ہے پہنے اسکی پوشی مجھے
ہے تصور کس پری رخسار کا یارب مدام
صورت تصویر جو رہتی ہے خاموشی مجھے
گردش ایام کے ہاتھون سے ابکی ای ظفر
ساتھ تیرے یہ میسر کب ہے مے نوشی مجھے

سلک گوہر جو بفرق بت بے پیر ملے
کہکشان کی بھی شب تیرہ مین تحریر ملے
وے بانون اسی باعث نہ تیر نگہ جانان
تا دھمک سے نہ کوئی حلقۂ زنجیر ملے
آپ کچھ دیتے ہو جو بھوون کو جنبش
کہین بھونچال اسے اس دل کی نہ تعمیر ملے
دل کو گردش نہ ہو تا رنگ محفل مین ہے
گرچہ فانوس خیالی مین نہ تصویر ملے

ہو کے بدمست جو تو چشم بر افسون بدلے
تیوری جام پہ موج مے گلگون بدلے

صفحۂ دہر پہ مانند نگین بیجیے نام
کچھ تو تا خیر تو ا مرطالع وازون بدلے

ہے کہان قوس قزح ابر سیہ مین ظاہر
رنگ گرگٹ کا کسے یہ تو تلون بدلے

ناتوانی سے جو تک سانس نہ لے سکتا ہو مین
کیونکہ بستر پہ وہ پہلو ترا مفتون بدلے

مرے پردانے تو کسطرح سے دے شمع نہ جان
ہو مثل لیتے ہین خون کج جو یہان خون بدلے

وہ نہین ہم جو بلجائین یہانسے محزون
شرط اب ہمسے تو ہامون سے تو ہامون بدلے

زلف کو کھول مرے آئینہ جو دیکھا تو نے
رنگ بدلی ذرا بھی کیا کیا پیچون بدلے

ہن لبے بوسہ نہین چھوڑنے کا مین تجکو
دل و دین کہیے تو مین اسکے بھی دون بدلے

جز فنا یہ نہین ممکن ہے کہ اس کو چیسے ہین
اب مکان اور ترا عاشق محزون بدلے

کھینچی آپنا ہوا ہے بہت اب یہ ماغ
صید تک ابر سے تو دیدۂ پر خون بدلے

تب مرا نام ظفر اب جو نہ مین بدلے لون
دشمنون نے تمنے ہین یان اپنے لیے یون بدلے

اشک غلطان کو دل پر یاس مین ڈالے
کان سے نکلا ہے یہ الماس منھ مین ڈالے

کیون نہ کھاؤن زہر جب کچھ بس نہین تجھ پر
بیٹھکر تو آہ میرے پاس منھ مین ڈالے

پھول تھے بلبل کے آگے ہین یہ قفل قاصد
طرۂ شبنم تو بے وسواس منھ مین ڈالے

اشک بختون ہین یون طفل دبستان جو کوئی
ٹکڑے ٹکڑے کرکے کچھ قرطاس منھ مین ڈالے

ظفر ہے یہ جی مین کہ تصویر اوسکی
لگا رکھیے آئینۂ دل کے پیچھے

جبکہ دریا مین تو چھیوٹے سے لڑی پانی کے
موج کیون مُنھ پہ طمانچہ نہ جڑے پانی کے

عرق آلودہ ترے دیکھ دہن کو گلرو
پڑ گئے لاکھون ہین غنچہ پہ گھڑے پانی کے

مردمان ہین یہ کہان سینہ دریا مین جا
آبلے ہین یہ کچھ دل پہ پڑے پانی کے

رو کے مژگان سے کہان جوش فو رگا
لیجیے خس مُنھ پہ بھلا کیونکہ اڑے پانی کے

عکس خط آئینہ مین ترا نہیں حضرت خضر
درمیان آن کے شاید ہین کھڑے پانی کے

ہین کہان بحر مین مردم سرگرداں جا
ہین پڑے پانو نہین ہاتھی کے کڑے پانی کے

تو وہ اب شیر زبان بحر سخن مین ہے ظفر
جو ترے کون چڑھے مُنھ پہ کڑے پانی کے

راہ دربان مین تری انکی جو پہنان ہوگی
پھر ملاقات ظفر اس سے کس عنوان ہوگی

شب تاریک نظر آویگی ہر صبح ہمین
رخ پہ گر اسکے کھلی زلف پریشان ہوگی

ہمسری کر یہ اسکے لب جان خوردہ کی
خاک رنگت تری سی معدن رخشان ہوگی

زلف مشکین کو ہوئی چھو کے گرفتار بلا
ہمسے ایسی ہی خطا پھر کبھی جانان ہوگی

دل پہ داغ کی دکھلائی جو یان بجلی ہے
اس دشت تو نے نہ کی سیر چراغان ہوگی

ایک پل ہی مین الٹ دیگی ہزارون عشاق
رو کش لب تیری جہان صف مژگان ہوگی

کھینچا کیا اس نے سودا زدہ کی خاطر جمع
ابتو بوجھ پڑی زلف پریشان گلے

چھوڑتا دل کو مرے کب ہے ترا حسن مطیع
کیوں نہ ہر چیز نمک کی ہو جہاں کان گلے

سرسری سا چشم میں دیکھا اُسکے کہ دم رکتا ہے
اُسنے گھونٹے ہیں بہتا دل نالان گلے

تب ہی تمرکا تجھے باندھا ہے جو نیلا گنڈا
یا پڑا ہے یہ ترے طوق گریبان گلے

نغمہ سنجی بھی جو اسکی ہے خدا ساز **ظفر**
مطربوں کے ہیں کہاں خوب خوش الحان گلے

یاس داغ دل کے سوز غم سے ہیں پھپکے پڑے
متصل ساغر کے یا سینے ہیں یہ ڈھلکے پڑے

دیکھو گر اے مردمان اس ابر مژگان کی مری
پیٹ میں پانی ابھی کیونکر نہ بادل کے پڑے

اپنا ہو وہ سینۂ سوزان کہ جسکی رشک سے
داغ انگارون کے ہیں سینے میں منقل کے پڑے

کینہ کہ ہیں آغوش میں کھینچون سے اسکی کمر
بوجھ سو بچلے یہاں ہر لحظہ ہیکل کے پڑے

سب ہے جو سیراب آب تیغ اے قاتل ولے
تشنہ لب اک درمیاں ہیں ہی مقتل کے پڑے

تو ہی گر بیخواب ہو ہمسے نہ اے آرام جان
کل ہیں تو فرش پر کسطرح مخمل کے پڑے

مت جبانکو تم سمجھ گرتے ہیں میرے اشک گرم
آبلے دستا کی چھاتی پر ہیں یہ چھلکے پڑے

تیغ سے خون اک فلک پہ ہمارے اے جنون
پارہ یاقوتہ ہیں دامن میں جنکل کے پڑے

جب کہا من نے چھپاؤ مت مجھے معلوم ہے
ابتلک سوتے تھے یار ی تم جہان کل کے پڑے

بولے ماتھا کوٹ کر آخر کہا ہی پر کہا
نوج تیرے کان بات ایسی پہ ہلکے پڑے

لک سکے سوتی نہ تیرے پاسنگ اسکے پہ
گر شہ تو اپنی آنکھونکی تراز و پر دھرے

تیرے قد سے ہمسری کرتے جو دیکھے فاختہ
آرہ شہپر سرو لب جو پر دھرے

شب کو ساتھ اس صنم کے جب سونیکا مزا
ران پہ ران پر بازو پہ بازو پر دھرے

بھیگتا دیکھا نہ جسنے شب تاریک کو
وہ میان وہ تیر عرق آلودہ گیسو پر دھرے

عاشق جانباز تیرا زندگی سے ہاتھ دھوئے
آج تیرے روبرو ہر سر کو زانو پر دھرے

اپنی ترک چشم سے کہدے کہ انگشت حنا
آبداری دیکھنے کو تیغ ابرو پر دھرے

بھر نظر دیکھے نہ گل کو باغ مین پھرای ظفر
صبح ببل کان کس تقریر گلرو پر دھرے

تو وہان خوش ہو کے سر خیر و نکے زانو پر دھرے
حیف یہان رو تا ہو مین دامن فنا اب پر دھرے

دیکھ لے جو کوئی تیرے مہ جبین رخسار کو
نام چین چین کسی ہزار و نمین وہ سر پر دھرے

تخت دل مرکان تر ہین دیکھ مردم کہا
یہ پری کسنے جلا کر ہین لب جو پر دھرے

چیر کر پہلو سو دل کسکا نکالے دیکھیے
وہ نگہ جاتی ہی ہر دم آہ چاکو پر دھرے

ملے ہی نو نگا آنکر بوسہ چھیٹ کر دیکھنا
گال وہ اپنا اگر اب میرے قابو پر دھرے

الحذر مانگین نہ کیونکر تجھسے ہم قاتل کہ تو
دیکھنے کا جو ارادہ میرے لوہو پر دھرے

آہ یارو دیکھیے کیونکر بچین غمزہ سے ہم
یا نزاکت وہ پھرے ہین ہاتھ پہلو پر دھرے

لکھ غزل ایسی ظفر جسکا ہر اک مصرع یہان
لعل ہو سو خوشخطون کے لب زبر پر دھرے

لایا ہون تصدق کو تری مرغ دل اپنا — کیا خوب ہو پر اُسکے اگر کھول اُڑا دے

اُس بت کا کہا مان نہ تو راہ خدا مین
دروازہ خزانے کا ذرا کھول اُڑا دے

جوش گریہ نے کچھ دیدۂ تر بیٹھ گئے — ہے یہ طوفان کئی ہمسایون کے گھر بیٹھ گئے

دیکھنا ہم نہین اُٹھنے کے میان خنجر تک — جسکگھڑی در پہ تری کھول کمر بیٹھ گئے

کیا ہوا مت ہو خفا بادال پر داغ جو ہم — تیرے پہلو مین ذرا شک قمر بیٹھ گئے

دشت وحشت کو کرونگا وہین مین سر کیدست — آبلے پاؤن کے یہ پیر اگر بیٹھ گئے

کیا کرین صاحب فن یارد بتاؤ مجکو — قدر دان اُٹھ گئے سب اہل ہنر بیٹھ گئے

تر تے آتے نہین اب جو نظر لے دیدۂ تر — آہ اشکون نہین کہین مخت جگر بیٹھ گئے

چھوڑتا جان سے کب تیر نگہ وہ ہمکو — دور سے ہم بھی اُسے دیکھ کے پر بیٹھ گئے

منزل عشق بہت دور ہے اللہ اللہ
ایک گام مین تم تھک کے ظفر بیٹھ گئے

اُسے لاؤن مین نہون چشم تر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

جو وہ آوے مین نہ کرون نظر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

کبھی دل یہ چاہے بوسہ لون کبھو جبین ہے کہ گلے لگون

دے کیا کرون بت لب شکر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

کچھ ہوش مین بھی آئے دے مجکو خدا سے ڈر
مرتا ہون کے تو یوسف کہ نہ بات پوچھ
روز وفات کا تو خطر کچھ نہین مجھے
ڈریا کا پاٹ تحفۂ دامن تو ہو گیا
چاک قفس سے دیکھ رہا ہون رخ چمن
صیاد نے نہین ہوس بال و پر مجھے

ای بیخودی چلی ہے تو لیکر کدھر مجھے
بھاتا نہین ہے شربت قند و شکر مجھے
ای ہمنشین ہر شب ہجران کا ڈر مجھے
اور اس سے کیا دکھائیگی آیشم تر مجھے

جلوہ اسی کا دیر و حرم مین ہے اے ظفر
آتا نہین ہے اسکے سوا کچھ نظر مجھے

جسسے وہ چھٹا ہاتھ سے دامان ہمارے
بالین پہ دم نزع بھی آیا نہ ستمگر
ہم بسکہ ہین کشتہ ترے اس تیر نگہ کے
کہتے ہین کہ تیغے کو دھر اسان پہ اسنے
لخت جگر داغ شکستہ ہین حاضر ترسے اگے
جمعیت دل غیر سے سب وہ ہین برہم

ہو تب سے جنون دست و گریبان ہمارے
سب رکھے ہر دل ہی مین ارمان ہمارے
خوبان جہان جانے ہین قربان ہمارے
یہ سنتے ہی بسمل تڑپ گئے اوسان ہمارے
یہ لعل ہین وہ گوہر غلطان ہمارے
کیون صدمے مین بڑی تلف پریشان ہمارے

آیا ہے ظفر پھینک کے پوشاک وہ گلگون
قاتل نے کیے قتل کے سامان ہمارے

افسون سر زلف بتان مین پھونکے
ڈرتا ہون کہ دل اسکے نہ کچھ کان مین پھونکے

ہی ہلاتا حلقۂ زنجیر کوئی آشنا — آپ کا ہوگا اُسے دیکھو بلاؤ کون ہی
رشتۂ الفت مین جو باندھے لیے جاتا ہی وہ — یارو اُسکے بیچ سے مجکو چھڑاوے کون ہی
جو مجھے اُس شمع رو سے آن مین دیوے ملا — یان بڑا دلسوز میرا اب بتاؤ کون ہی
آشنا اور غیر کی صورت نہین رکھتا کوئی — اب تو بے وسواس میرے پاس آوے کون ہی

متہم کرکے ظفر کو پوچھے ہی لوگون سے وہ
کہتے میرے در پہ دی دستک بتاؤ کون ہی

چاندنی کی سیر خوبان تا سحر دیکھا کیے — اور ہم اُنکا رخ رشکِ قمر دیکھا کیے
کیا کہون کیونکر تجھے رشک قمر دیکھا کیے — وہ نظر آئے نہ جنکو بھر نظر دیکھا کیے
شب تجھے کیا ہم ہی اے رشک قمر دیکھا کیے — ماہ و پروین بھی ترا رخ تا سحر دیکھا کیے
کچھ ہوئی تسکین تجھ بن اُس دل حیران کو — گو تری تصویر ہم آٹھون پہر دیکھا کیے
آہ آتشبار سے دل اور جگر جلتے رہے — ہائے تم اے مردمان چشم تر دیکھا کیے
تم نظر آجاؤ شاید اس ہوس مین آج ہم — صبح سے تا شام سو رہگذر دیکھا کیے
ہو نہ خاک خون مین غلطان ہی رہے بیدل وہان — وہ تماشا اے دل خستہ جگر دیکھا کیے
صبح اے گلروتری آنکھونکو ہے تسکیم شوق سے — کیا فقط گلہائے نرگس بھر نظر دیکھا کیے
لالہ و گل بھی ترے رخسارۂ رنگین کو — باغ مین جبتک رہا تو جلوہ گر دیکھا کیے
گر نہین ہی ربط کچھ باہم تو پھر محفل مین شب — تم اُنھین اور وہ تمھین کیون اے ظفر دیکھا کیے

دیوان ہی

دوان ہی قافلۂ اشک سوے ملک عدم
نقصان کیونکہ یہ دل صورت جرس کرے

یہ کون بادہ پرستی ہی ساقی گلفام
جو جام ہو ترے ہاتھ سے نوش وہ بس کرے

فراق یار مین تنکا بنا ہی سوکھ کے تن
ہوا ے عشق یہ برباد مثل خس نہ کرے

جو اُسکی جان پہ گذرے ہی وہ ہی جانے ہی
خدا کسی کو جہان مین کسی کے بس نہ کرے

کمند زلف بتان مین پھنسا یہ دل بیوجہ
ظفر وہ کیونکہ رہائی کی اب ہوس نہ کرے

ہر ایک جا ہی فغان ہر مکان مین غل ہی
یہان سے کون گیا جو جہان مین غل ہی

ہوا ہی آہ کہین گم وہ یوسف مصری
عزیزو آج جو یہ کاروان مین غل ہی

یہ کس کی آمد آمد سے رونقی ہی یہان
کہ چپہ چپہ مین بیٹھے ہوے اور کان مین غل ہی

یہ دل نوازی مطرب سے ہر مجلس مین
کہ آن مین ہی خموشی تو آن مین غل ہی

رسا ہی آہ سر ادست اہل وحد بلند
یہ خیمۂ کہن آسمان مین غل ہے

سُنا ہی ہمنے یہ قال و مقال وزارت
ہنوز آہ وہی اپنے دھیان مین غل ہی

ہوئی نہ فتح و ظفر بادشاہ اکبر شاہ
ہر اک طریق پہ ہندوستان مین غل ہی

بجاے اشک اگر دیدۂ پر آب گرے
جو طفل دوڑ چلے کیون نہ وہ شتاب گرے

جدھر کو جاوے تو گلگون نازکو چھیڑے
جہان لینے کو پھر یوسۂ رکاب گرے

ہو مرہم کافور کہان داغ جگر پر
اعجاز سے سینے مین یہان آگ لگی ہے

دل توڑ ظفر کا نہ تو اب سنگ جفا سے
اے کافر بدکیش یہ شیشہ جلی ہے

تیری نگاہ جو بت بے پیر پھر گئی
قسمت مری الٹ گئی تقدیر پھر گئی

ہم مر گئے تو ل کے بہاؤ نسیم سے
خاک اس گلی مین اپنی بہ تدبیر پھر گئی

دیکھا جو کل اک عاشق و معشوق کو ہم
اپنی نظر مین بس تری تصویر پھر گئی

قاتل ترا جو ہاتھ رکا میرے قتل سے
ہو کر قضا بھی میرے گلو گیر پھر گئی

خط کا میرے جواب نہ اُسنے لکھا ظفر
کیا سر نوشت کی مری تحریر پھر گئی

بحر غم ہی نے دیا دیدۂ تر کا پانی
بھائے مردم مجھے کیا اور کے گھر کا پانی

خانۂ دل جو مرا ڈوب گیا اے یارو
نہین معلوم یہ آیا ہی کدھر کا پانی

بارش گریہ سے ہی چشم کا دالان ٹپکا
جلد جاروب مژہ یہان سے تو سر کا پانی

اس روش گل ہی بھرا دیکھ صبا شبنم سے
جسطرح رکھتے ہین چھاگل مین سفر کا پانی

چشم کی راہ بہا دل تو مرا ہو پانی
نکلے ہی شام و سحر اب یہ جگر کا پانی

چشمۂ مہر سے چکے ہی و یا تو نصبا
ساغر گل پہ چڑھایا ہی یہ زر کا پانی

جو نظر آئی مرے چشم کے قطرہ کی آب
شرم کے مارے ہوا دل تو گہر کا پانی

چمن حسن کی رنگت گئی تازی بدلی
اگلبدن تو نے جو پوشاک پیازی بدلی

منھ کیا کعبہ کے رخ ابرو جانانے پھرا
جاے سجدے کی عبث تو نے نمازی بدلی

کیدن تو اوراق دل سیمبر ہون اسکے
کنجفے مین جو کچھ اُس شوخ نے بازی بدلی

کوئی رکھتا ہی بھلا صاف دلونسے بھی نیاز
شیشہ گر کیا روش آئینہ سازی بدلی

ہم حقیقی سے سمجھتے نہ تھے کم تجکو اب
تیری تاثیر گئی عشق مجازی بدلی

گرچہ پروانہ ہوا رات کو دلسوزی سے
شمع محفل کے نہ پر دل کی گدازی بدلی

لکھ یہ تبدیل قوافی غزل اک اور ظفر
ہمنے سرمک دُر مضمون کی درازی بدلی

شرط رونیکی جو اُس چشم سے جھٹ پٹ بدلی
دل برسنے سے گھٹا کر گئی پھر ہٹ بدلی

اُسنے شب کو یہ مرے ساتھ رکاوٹ کی لی
یا ئین کروٹ سے نہ پھرو ہی کروٹ بدلی

ہمسری زلف پریشان سے کسی کی اب ہے
اندتون آہ نہایت ہی گئی لٹ بدلی

آبرو تیری ابھی خاک مین مل جائیگی
دیدۂ تر سے نہ روکش ہو پرے ہٹ بدلی

دیدۂ تر پہ مرے سایۂ مژگان کو دیکھ
مردمان بولے کہ آئی شب تیکھٹ بدلی

بندش اُس شوخ کمر کی کہون کیا جوڑ یکی
چاند کے پیچھے پہ مارے ہے جھپٹ بدلی

پڑھے ہین جو رہ نہلاش دم کیونکہ کرون
روز اُس مصحف رو کی ہے سجاوٹ بدلی

شوق سے گھر مین مرے ناکو آیا تجکے
برق ہی ہے یہ لیے ہاتھ مین ڈیوٹ بدلی

شبنم تری کب اشک فشانی سے بجھے ہی
کیا آتش گل ہی نین پانی سے بجھے ہی

کب حرص تری آب دم تیغ سے قاتل
میری فقط اس تشنہ دہانی سے بجھے ہی

بیمار ہون یہ عشق مین مے خوار بسر کے
پانی مرا لوہے کی نہانی سے بجھے ہی

کسطرح نہ بوسے لون عزیزو کہ مری پیاس
چاہ ذقن یوسف ثانی سے بجھے ہی

درمان تپ عشق عزیزو نہ کرو تم
دل کی طپش اس لبر جانی سے بجھے ہی

سوزش کوئی جاتی ہی یہ بیمار کی دل سے
اے ابر تری فیض رسانی سے بجھے ہی

وہ ماہ لقا کیون نہ ظفر ہو عرق آلود
ہوتا ہی طلا گرم تو پانی سے بجھے ہی

کہون کیا حال چشم و دل شکایت اسمین دو کی ہی
بیان عشق ہی مشکل شکایت اسمین دو کی ہی

جگر اور دل کی کیا پوچھے ہی بس یہ ذکر جانے دے
کہون کیا خاک اے غافل شکایت اسمین دو کی ہی

الم اور غم سے جو گذرے جگر پر یہ نہ کھلواؤ
نہ پوچھو آہ کیا حاصل شکایت اسمین دو کی ہی

کہون کیا شمع اور گلگیر کا مذکور مین تجھ سے
سراپا شاہد محفل شکایت اسمین دو کی ہی

حقیقت ابرو مژگان کی ابھی
چھپوت نین کھنچے ہی یہ قابل شکایت اسمین
دو کی ہی
کہان جو تیغ و خنجر نے سنورے ہی
جا بجا ہی دہان سے کیا کہون قاتل شکایت اسمین
دو کی ہی
دیکھا یا اور سنوارا جو تم ہے دیدہ و
دل نے ظفر کس سے کہون شامل شکایت
اسمین دو کی ہی

دیکھ کے
دلدار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
اس یار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
ابرکی دو بھی چشم گریان کی آبرو ہی
تو تو اوار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
مطلب کی ہو تو ہو یہ سمجھ کا یا سا
تکرار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
منصور دار پر بھی کہتا رہا انا الحق
سر دار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
نام اسکا یکجا عشق مین کوئی لکھا دا
تحریر کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
دل لیکے تو کے کہتے ہو کچھ نہین یا تو کا
انکار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
لشکر ہو کل خلق کی اہل سخن کہین ہین
تلوار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے

جواب اول از جانب ظفر

دیتا ہی کا بیان وہ میرے لبو کا پیاسا
تلوار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
مطلب کی ہو تو ہو یہ سمجھ کا یا سا
تکرار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
منصور دار پر بھی کہتا رہا انا الحق
سر دار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
نام اسکا یکجا عشق مین کوئی لکھا دا
تحریر کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
دل لیکے تو کے کہتے ہو کچھ نہین یا تو کا
انکار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
لشکر ہو کل خلق کی اہل سخن کہین ہین
تلوار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے

نام اسکا یکجا عشق مین کوئی لکھا دا
تحریر کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
دل لیکے تو کے کہتے ہو کچھ نہین یا تو کا
انکار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے
لشکر ہو کل خلق کی اہل سخن کہین ہین
تلوار کے تصدق اس گفتگو کے صدقے

کیونکر نہ خراب عبادت اسکو ہو جان و جگر مین فرق ہی
کیا ہم مین اور مسجد کے دربان مین فرق ہی
جو اثر کہ دل مین کسی کے ہی تیر کا تیرے مژگان مین فرق ہی
اندون کچھ آہ کی میرے اور تیرے پیکان مین فرق ہی
جلد تر شام وصل سے جاتو ہی پیک صبا
تجھ سے پہونچانے مین اس دم تا بہ تیرے دامان مین فرق ہی
جو حلاوت ہی تیرے لب مین اور تا بہ تیرے دہان مین فرق ہی
اس لب چشم مین ہی وہ ذائقہ ہی مین کہان مین فرق ہی
اشکبا ری وہ کرے اور وہ کرے یہ نالہ ہاے
ابر دریا بار مین اور چشم تر مین فرق ہی

جلد اول دیوان ظفر

کیونکہ دل پنجہ مژگان سے رہائی پاوے
خیگل باز سے کب مرغ چمن چھوٹے ہی
کب تلک روشنی دل سوزی پروانہ کی
کوئی اس دل کی لگن شمع لگن چھوٹے ہی
سچ ہی ہوتی ہی بری آہ غریب و چاہت
آہ یوسف سے وہ کب چاہ ذقن چھوٹے ہی
روبرو اس بت کافر کے ہوائی سبکو
منھ پہ مہتاب کے اے چرخ کہن چھوٹے ہی
لاکھ تو مجھ سے نہ دل پر سی الفت اللہ
کب مرے دل سے بت عہد شکن چھوٹے ہی

رشک مہ شب کو ظفر سے ہی ملامت مین
کیون تجھے دیکھکے اے شمع جلن چھوٹے ہی

نے فقط کوہ الم کاہ تن پر بار ہی
کچھ تو اپنے دل پہ ہی کچھ اسکے تن پر بار ہی
کب عرق سے عارض غنچہ دہن پر بار ہی
قطرۂ شبنم سے کیا برگ سمن پر بار ہی
کہدو شیرین سے کہ اپنا رکھکے منھ تک آنکر
گل کے رکھنے سے مزار کوہکن پر بار ہی
جنبش ابرو ہی کافی ہی ہمارے قتل کو
تیغ کے لینے سے دست یار تن پر بار ہی
تجکو فرش چاندنی پر دیکھکر اے رشک ماہ
پھر دکھاتا پنبہ چرخ کہن پر بار ہی
بار اسباب جہان سے کب ہوا آزاد و نکو کام
کسنے دیکھا گردن سرو چمن پر بار ہی
دیکھ اے پروانہ دلسوز تیرے عشق مین
سر کا دینا کچھ بھی شمع انجمن پر بار ہی
وہ سبک رو ہو نہین دیتا جہانگیر جہان
کچھ ہوا کا بھی نہ میرے پیرہن پر بار ہی
اے ظفر کب تک کہون اس بیوفا سے یار یار
یان تلک آخر نہ تابت پیمان شکن پر بار ہی

دیکر

زلف یون رو کے عرق آلود پہ لہرائے ہی
صبح جون ناگن گلون پر جاتے اوس آئے ہی

سیل اشک ترمین ہی یہ لخت دل یا مردمان
عشق یا سیر چراغان گھاٹ پر دکھلائے ہی

ہی قیامت کا نمونہ یہ قد موزون ترا
دیکھکر پس سرو جسکو خاک مین گڑ جائے ہی

آہ کیا جانے طبیب عشق یکس کی یاد مین
ٹھوک سی اٹھکر کلیجے مین مرے رہجائے ہی

یہ دل پر آبلہ دیکھا ہی جسکے خوف سے
لیکے تنکا دانت مین انگور بھی رہجائے ہی

کچھ خدا کا بھی نہین ترس اس بت بے ترس کو
وہ بت ترسا ہمین دیدار کو ترسائے ہی

جان شیرین دے ہی بس فرہاد کب شیرین پہ آہ
کون مرتے کے ظفر پیچھے بھلا مر جائے ہے

دیکر

لخت دل یون چشم مین پھرتے مچل کر آئے ہی
جون کف دریا پہ جا کے ہرن کنول آتے ہوے

ساحل الفت تلک پہونچے نہ ہم مانند کاہ
جسم لاغر ہوگیا یہ اپنا شل ہوتے ہوے

دل جگر دریائے غم مین جبکہ بیدم ہوگئے
تا کنار وصل پہونچے بخلل ترتے ہوے

بحر الفت کے تلاطم سے خطر ہی کیا ہمین
ڈوب جاتا ہی کوئی کب بے اجل ترتے ہوے

موج دریا سے حباب آبجو رکھ سر بخود
بطرح کرتا ہی کچھ جنگ و جدل ترتے ہوے

بحر غم مین آگیا یون اس دل بیدم مین دم
جسطرح جاوے شناور پھر سنبھل ترتے ہوے

پڑھ کے بسم اللہ بحر بیا و مرسہا ظفر
دم مین بحر غم سے ہم آئے نکل ترتے ہوے

منع دربان کو کر دے کہ نہ روکے ہمکو
ورنہ اک روز ترے سر کی قسم ٹھوکین گے

نام لکھ رکھینگے ہم تیر انگین دل پر
نقش سکہ نہین برروے درم ٹھوکین گے

کہکشان سے نہین تھمنے کی دلا تقف فلک
گر پڑیگی یہ جو ہم آہ کا خم ٹھوکین گے

اپنے ہوتے ترے گھر آئین گے اغیار اگر
ہم کہ دیتے ہین انکو ابھی دم ٹھوکین گے

تو چھوڑا تا ہی رہیگا یہ نچھوڑین گے دے
ہان بہت کہنے سے تیرے اُسے کم ٹھوکین گے

یون تو لڑتے نہین پھرتے ہین ظفر لیکن آہ
کوئی اُلجھے گا جو ہمسے تو صنم ٹھوکین گے

آنکھین ہین یہ وہ بس مین دل آئے انھین دو کے
مارے سے دو عالم بھی مرجائے انھین دو کے

کب واعظ و ناصح اب چپ رہتے ہین بکنے سے
ملنے سے ہم اے یارو باز آئے انھین دو کے

گو کوہکن و مجنون تھے عشق کے کوچے مین
پر ہم بھی تو رہتے ہین ہمسائے انھین دو کے

بے وجہ تری زلفین ہین دام بلا یک سر
پھندے مین یہ مرغ دل اُلجھائے انھین دو کے

آنکھون نے نہ بتلایا اس چاہ زنخدان کے
ہم ڈوب گئے یارو بہکائے انھین دو کے

دیکھو

یقین ہے یہ کہ قاصد نامہ لے کر آوے ہی آوے
کل آوے پرسون آوے پر مقرر آوے ہی آوے

خیال زلف ہو جسکو پریشان کیون نہ وہ رہوے
ضرر اسکو اسی سودے مین یکسر آوے ہی آوے

یہی ڈر ہے مجھے پل مین ڈبو نامت دو عالم کو
ترے رونے سے طوفان دیدۂ تر آوے ہی آوے

نہین دیکھی ہے ای ابرو کمان تو نے کشش دل کی
نہ آتا ہو اگر کوئی تو کھینچکر آوے ہی آوے

یہ سب جھوٹے ہین جو کہتے ہین راز عشق چھپتا ہے
جو ہووے بات دل مین سو وہ منھ پر آوے ہی آوے

یہ ہے وہ عشق کا میدان کوئی کیا خاک کھو کے
خراش دل سے میرے خون اب تر آوے ہی آوے

خلش کرنا نہ کر تو دمبدم پر نشتر مژگان
کہ اس جا گیو و رستم کو بھی اب ڈر آوے ہی آوے

ظفراب یاد ہے ہمکو وہ تسخیر سلیمانی
پری بھی ہو پرستان مین تو اڑا کر آوے ہی آوے

سکھائی تمکو جو ہین گی باتین ہماری جانب سے آہ اُلٹی
اسی سبب سے ہے میرا صاحب متھاری ہمسے نگاہ الٹی
ہوا ہے پھر کے دوبارا یکسر یہ تیرہ بختون کا روز روشن
متھالے رخ سے جو اُڑکے شب کو ہوا سے زلف سیاہ الٹی
کیا ہے خورشید خاوری کو سپہر گردان کے سر پہ مہنہ
سحر تمامی کی اپنے سر پر جو رکھ کے اُسنے کلاہ الٹی
نہ کر تو کچھ دل مین اپنے ہرگز خدا جو چاہے گا وہی ہوگا
بس اپنی قسمت پہ رہ توشاکر وہ خواہ سیدھی ہو خواہ الٹی
عمل کر اسپر ہے راستی یہ سُنا بزرگون سے ہی ہمیشہ
بھٹکتا منزل تلک وہ پہونچا چلا ہے جو کوئی راہ الٹی
رکھو ہو غیرون سے روز صحبت نہ پوچھو انکو کہ جو ہین عاشق
کہے نہ کیونکر تمام عالم متھاری بانکی ہے راہ الٹی
متھارے دشمن مدام روئین ظفر ہے تمپر نگاہ وابرو
نہونگے سرسبز بھی وہ ہرگز گرو ہے ہین گو اُلٹی

ہو رہا ہے نشہ جام مے گلگون تجھے
شیشۂ دل ہے بہت نازک دکھو کر دون تجھے
پوچھتا ہی کون شہر عشق مین مجنون تجھے
اک دیا تقدیر نے ہے گوشۂ ہامون تجھے

موی سر تونے ہین اسوجہ سے یکسر گوندھے
جیسے شیرازۂ مصحف کو ہے دلبر گوندھے

چشم نے جوگ کیسے ہے تصور مین لیا
سیلی تا سر شک تا بدہ کیونکر گوندھے

موج دریا ہے کہ یون پڑتی شعاع خورشید
جیسے بخیہ طلائی کوئی زرگر گوندھے

کہکشان نکلی شب تیرہ مین ہے اے ہمدم
مانگ مین اُس بُت مہوش نے ہین گوہر گوندھے

داغ حسرت سے یہان بھر گیا سینہ میرا
ہاتھ لون کیے جو تونے بُت کافر گوندھے

رشک کو کشت جگر سے ہے علاقہ اپنے
چشم کسطرح سے جوہر کا نہ زیور گوندھے

ہو ظفر کیونکہ نہ کوتہ شب ہجران میری
اپنے وہ شوخ فتہ پیچ جو سر پر گوندھے

یہ جبہ ہے بُت عزت مآب کے پیچھے
سواد شام ہے یا آفتاب کے پیچھے

دل اسکی چشم سے کیونکر بچے بھلا اپنا
کہ بہر صید ہے شاہین عقاب کے پیچھے

برہب کعبہ ہوئے آہ ایسے ہم رسوا
جہان مین اس بت خانہ خراب کے پیچھے

سرشک ترے مری آستین پر گانے
گہر کے تکے ہین ٹانکے حباب کے پیچھے

نہ ایک گام لگا تو سن صبا ہمراہ
چمن مین ہے گیا اُس مہ رکاب کے پیچھے

رکھے ہے چشم کے رو سے کب یہ غفل سرشک
ہزار اسکو رکھے داب داب کے پیچھے

نمود شام کی پہلے ہے رات سے یارو
نہ کیون ہو زلف خط مشکناب کے پیچھے

ہزار جور کرے وہ برا نہان ظفر
رقم کر اسکو بھی فرد حساب کے پیچھے

رہ گئے گر چہ ہجر میں میرا دل محزون لے
داغ سینے پر بھبھوکے سے کیوں نہ پھر مجھون لے

ہو گیا ہر دشت صد رشک گلستان عندلیب
گل جو صحرا میں کھلے ہم دیدۂ پر خون لے

عشق ہے سنگ گراں تجھ سے دلا اٹھتا نہیں
چھوڑ کر بس چھوڑ دے سر پر نہ ہاتھوں لے

کس لیے عشق بتاں میں تو پھرے ہے ٹیٹھ وہ
ہاتھ میں اک اپنے بیکھ زیتون لے

صفت میں بد نام ہوگا دیکھ اے قاتل مجھے
لے گئے مت قتل کر مر پر نہ اپنے خون لے

کی جو کچھ عرض تمنا اس سے میں تو یہ کہا
بیٹھ رہ چل جا بہانے سے عقل کے ناخون لے

خاک کے ڈالے سے چھپتا ہے کہیں بھی ماہتاب
شعر کا ترے ظفر کیا جان جو مضمون لے

اسلام و کفر سے ہے سروکار کیا مجھے
ہے بس تصور رخ و زلف دوتا مجھے

کب دسترس ہوتا سر زلف دوتا مجھے
اس محبت نارسا نے رکھا نارسا مجھے

میں ہوں مریض عشق نکیوں ہو شفا مجھے
اعوذ در سر ہے ترا نقش پا مجھے

کوچے سے تیرے اٹھکے میں جاؤں بھلا کدھر
موج سرشک چشم ہے زنجیر پا مجھے

میں کس طرح ہوں کے نہ جور و ستم سہوں
حق نے بنایا ہے کہو جور و جفا مجھے

ہو کر اسیر زلف کہے ہے یہ دل مرا
دام بلا سے کیجیو یارب رہا مجھے

میری نظر میں رتبہ اکسیر خاک ہے
اس سیمتن کا وصل ہے بس کیمیا مجھے

ترسا نہ آب تیغ سے ظالم تو کر شہید
کوچہ نہیں ہے تیرا کہ ادکر بلا مجھے

ر بحر موج بحر حوادث مین ہون کھلیا	اس سے نجات اب مجھے یا بو تراب دے
گلشن مین طفل غنچہ کو چپکا لگا ہو دیکھو	شبنم بجاے آب اسے تو گلاب دے

بوسہ کی اس اس سے کیونکر تمنا رکھین ظفر
گالی بھی منھ سے جو کر نہو بے حجاب دے

رفاقت کیا کہون آہ جگر اور داغ سوزان کی	ہماری قبر پر حاجت نہین ہے شمع گریان کی
بھلا کر سوے دیکھو مین اب صورت گلستان کی	مجھے ایسا وہ پن کی اسکی بھاتی ہے روش یان کی
یہان کیونکر بھلا ہو وحشت اس نالف پچان کی	ترے صدقہ چلکے کیجے سیر کر سبزستان کی
تمھارے پاکے گرمی رات کو اے شاہ محفل	زبان لعل فشان آجاوے کیون شمع شبستان کی
بوسہ کا اس لب پان خوردہ بوسے کا پتا ہے	تو تمیت خاک مین ملتی ہے پھر لعل بدخشان کی
فراق یار مین رونا ہے بیتابی ہے وحشت ہے	خبر مجکو نہین ہے آہ ہرگز دین و ایمان کی
ہمارے لخت دل کو دیکھکر مژگان خونین مین	لگے کہنے کہ مٹی رو کدی کس نے چراغان کی
کہا قاصد نے کیا معلوم ہر اسکی زبانی ہے	وہ غافل آہ کیا جانے ہماری درد پنہان کی

غزل ان قافیون مین اور بھی لکھو ظفر ایسی
ہر بیت جسمین رشک فردوسی کے دیوان کی

ترکیون ہو قدر ہمیشہ مین ہری چشم گریان کی
کہ شیخی جھڑ گئی اک پل مین جس سے ابر نیسان کی

ظفر گرداب دریاے سخن کا تو شناور ہے
بدل اب بحر تا خوش ہو طبیعت ہر سخندان کی

ہے آنکھ لگی رہ سیمیان بادہ کشان کی
بیعت نکرین کیونکہ بھلا پیر مغان کی

باعث خفگی کا نہین معلوم بتان کی
ہیونچی ہے صدا کیا مری فریاد و فغان کی

اس اشک کے قربان کہ مقراض مژہ سے
کی تن پہ مرے قطع قبا آب روان کی

ہنسنے کا یہ عالم ہے کہ ہوتا ہون مین بیہوش
لے لیکے بلائین رہے دندان دہان کی

مرجھائی ہے کیونکہ یہ گل زخم دل اپنا
کہتے ہین کہ گلشن مین اب آمد ہے خزان کی

ہزار تری شکل سے ہو جاوے یگانا صبح
جون شمع جو محفل مین کبھی تو نے زبان کی

ہو شب کو جو آکر مہ کامل سے یہ کوشش
چھاتی نہ تڑق جاے بھلا کیونکہ کتان کی

بولے کہ کہین گم نکرین راہ مسافر
اک شخص نے کل میری کہانی جو بیان کی

سچ ہے کہ وہی جانے کہ جس شخص پہ گذرے
اُس بت کو خبر کیا ہے مرے درد نہان کی

آنکھون سے لگا کیونکہ بھلا اُسکو نہ رکھون
آئی ہے مرے ہاتھ جو یہ خاک وہان کی

پائی نہ ذرا کل مین ظفر بوے محبت
جون باد سحر گرچہ بہت سیر جہان کی

ہمارا دل نہین اسکے سر شپیت رخسان ہے
عزیز و جاہ کنعان ہے یا یوسف ماہ کنعان ہے

کہان ہے خرمن گل اے صبا یہ گنج شہیدان ہے
جو ہر اک شہید بسمل بھی بہت فاتحہ خوان ہے

وہ تیر کہ دشمن جہان ہین یہ جان لیجے گا
تمھارے آنکے جو دستدار سے ہین بچے

تصور اس در دندان کا ہے جو ہمکو ظفر
سخن ہمارے در شاہوار سے ہین بچے

تری چشم مفتن ہین وہ جادو گیر صحرائی
کہ جسکی دید کو ٹھہرے ہی یہ نخچیر صحرائی

کرے غل کیون نہ پا قیس دہ وحشت وحشت سے
بگولا طوق ہی موج ہوا زنجیر صحرائی

نہ پوچھو نقش پا ناقہ لیلے کے نقشے کو
کہ مجنون کی پرستش کو ہی یہ تصویر صحرائی

کوئی یہ بری طرف سے کہدو خضر پے خجستہ کو
بجز الیاس میرا کون ہے اب یہ صحرائی

ظفر کیا خاک تجھ بن کے مجنون دشت پیمائی
کہ ہر خار مغیلان ہے نظر مین تیر صحرائی

بخت دل ارشک کو کیونکر کہون یکسان ہے
وہ در غلطان ہے رتبہ ہمسر مرجان ہے

زلف کاکل زلف سنبل رخ ہی رشک یاسمن
سرو قد ہے غنچہ لب ہے خود گل خندان ہے

چشم رخ کو دیکھکر تیری سدا ای سادہ رو
دنگ ہے ہر نرگس حیران در آئینہ حیران ہے

ابر مین رخشندہ کب ہی برق ای پیر فلک
وہ ہمارا دود دل نالہ سوزان ہے

دیکھکر خال زنخدان کیون نہ وے ڈوبا کنون دل
چاہ کنعان وہ ہے در یوسف کنعان ہے

ہاتف غیبی سے کل آئی ندا مجکو ظفر
فکر مین تاریخ کے رہنا تو کیون حیران ہے

تری مژگان کے آگے اے گل اندام
قلم نرگس کی مرفوع القلم ہے

جہان دیتا ہے تو جنبش بھوون کو
وہان بھونچال کا چرچا صنم ہے

بنا داغون سے دل ہر رشک گلشن
یہ ان لالہ رخون کا بس کرم ہے

سر صحرا نوردی دیکھکر وہ
لگے کہنے کہ سچ کہہ کیا ستم ہے

پھرے ہے تو جو وادان دل ایسا
کسیکی چاہ کا تجکو الم ہے

بر نگ نقش پا تو در پہ ہمکو
ملامت خاک مین یہ کیا ستم ہے

زمین نے پانو نیہ پکڑے ہین ایسے
کہ یہان سے اٹھ نہین سکتا قدم ہے

ظفر پیرون کا تجکو ہیگا سایہ
کہ جنکی یاد مین تو چشم نم ہے

کوئی کہتا ہے یہ چین جبین موج سمندر ہے
کوئی کہتا ہے یہ ابرو نہین باب سکندر ہے
کوئی کہتا ہے اسکی مانگ کو ہے کہکشان کا خط
کوئی کہتا ہے پیشانی کو اسکی ماہ انور ہے
کوئی کہتا ہے اسکی جعد کو ہے یہ شب یلدا
کوئی کہتا ہے اسکے رخ کو یہ خورشید محشر ہے

کوئی کہتا ہی وہ جوڑا نہین مشک نافہ ہے
کوئی کہتا ہی بوزلف کیا ہی بو عنبر ہے

کوئی کہتا ہے وہ پتلی کمر تار رگ گل ہے

کوئی کہتا ہے نرمی مین شکم مخمل سے بہتر ہے

کوئی کہتا ہے اسکی ناف کو ہے وہ گل نسرین

کوئی کہتا ہے سیمیں ساعد نسرین اک سرا سر ہے

کوئی کہتا ہے وہ زانو عجب ہے صاف آئینہ

کوئی کہتا ہے ساق سیمگون شمع منور ہے

کوئی کہتا ہے ہر انگشت پا ہی شاخ گل منعدی

کوئی کہتا ہے جو ناخن ہے وہ برگ گل تر ہے

کوئی کہتا ہے اُس قد کو قیامت کا نمونہ ہے

کوئی کہتا ہے وہ قامت قیامت سے بھی بہتر ہے

کوئی کہتا ہے اسکی ہر ادا ہے اک بلا آفت

کوئی کہتا ہے جو غمزہ ہے اسکا اک فسون گر ہے

ظفر جو اس سراپا ناز کی تعریف کی تو نے

مقرر ہے مقرر ہے مقرر ہے مقرر ہے

اُسکے کل کو چہ مین ہم ایسے ستمگر سے گذرے
ایک نے دیکھا نہین سب کی نظر سے گذرے

کیا عجب تیر نگہ میرے جگر سے گذرے
پردہ ہے ہر کہ آہن کی سپر سے گذرے

ہوا ہوں خشک سے آج استکباری رہگئی
آبرو باری تری ابر بہاری رہگئی

آتے آتے استظر انکی سواری رہگئی
دل کی دلمیں آرزوئے جانثاری رہگئی

ہمکو نظرہ تھا کہ لوگونمیں تھا چرچا اور کچھ
بات خط آنیسے تیری پر ہماری رہگئی

ٹکڑے ٹکڑے ہوکے اڑ جائیگا سب ننگ مزار
دلمیں یہ حسرت مرگ کچھ گر بے قراری رہگئی

آسنا ملیے خاک میں جو خاک میں ڈھونڈھی کوئی
خاکساری خاک کی گر خاکساری رہگئی

آو گر آنا ہی کیوں گن گن کے رکھتے ہو قدم
اور کوئی دم کی ہی یاں دم شماری رہگئی

ہوگیا جسدن سے اپنے دل پر اسکو اختیار
اختیار اپنا گیا بے اختیاری رہگئی

جب قدم اس کافر کیلیش کیجانب بڑھے
دور ہو پرہیز سو قدم پرہیزگاری رہگئی

کھینچتے ہی تیغ ادا کی دم ہوا اپنا ہوا
آہ دلمیں آرزوئے زخم کاری رہگئی

اور تو غمخوار سارے کر چکے غمخوارگی
اب فقط ہی ایک غم کی غمگساری رہگئی

شکوہ عیاری کا یاروں سے بجا ہی اے ظفر
اس زمانیمیں یہی ہے رسم باری رہگئی

شاخ مرگان میری کب اشکونسے تر پانی میں ہے
یہ عقیق ابھر کا دیکھو تجربہ پانی میں ہے

جوش گر نیچر دکھینچا یہاں تک باج سر
گنبد نیلی برنگ نیلوفر پانی میں ہے

کچھ ور خالی نہیں گر دش زدوں سے دیکھ لو
ہر حباب خشکی میں نگبولا تو بھنور پانی میں ہے

آتش غم سے ذرا میرے سمندر اسقدر
چاہتا مانند ماہی اپنا گھر پانی میں ہے

چرخ پر ٹیڑھا ہی رہا اور سکڑ دن بانکا جو لسا
ٹیڑھے ہو کو یہ صرخ پر سیدھے ہو گئے

راستی پر کسی قامت کی ہوا جو بعد مرگ
دست دعا عاشق دلگیر سیدھے ہو گئے

سر نوشت اپنی نہ پلٹی اور خط معکوس کے
حرف جو الٹے ہوئے تحریر سیدھی ہو گئے

سیدھے وہ آئینگے گر یہ طالع واژون مرے
اک ذرا ای آہ بے تاثیر سیدھے ہو گئے

میری سیدھی بات پر ہوتے ہین ٹیڑھے اے ظفر
جبکہ ٹیڑھی مین نے کی تقریر سیدھی ہو گئے

شمع و جبکو ترے وصل کی ہو ویگی
اسکو پروانہ صفت کچھ تگ و دو ہو ویگی

چاند سی اسکی بنی ہے جو مصور تصویر
شکل ابرو کی بعینہ نہ نو ہو ویگی

عقل و دین ہوش و خرد عشق مین ہم ہیچ ہین
جنس ان ایک ہی ہے سو گرد ہو ویگی

دیکھ نادان نہ بو تخم نکوئی کے سوا
کہ کبھی کشت عمل تیری درو ہو ویگی

لاکھ تم منع کرو جبکہ بھر آئیگا یہ دل
ناصحو آنسو فکی چشم مین رو ہو ویگی

سنتے ہین انکی تغیبون سے ہوئی جب خفگی
ہی یقین لوگ جو یون کہتے ہین تو ہو ویگی

اے ظفر ہے زبان خلق کی نقارہ حق
یعنے وہ بات کہینگے جسے سو ہو ویگی

عجب کیا گر چہ دریا صرف ساغر ہو تو پی جائے
یہ کہکشان دریا کیا سمندر ہو تو پی جائے

اگرچہ آب تیغ بار آب زندگانی ہے
پیے پر کسطح عاشق میسر ہو تو پی جائے

ہوئے ہو اگر بات پر کم یون خفا
حال ابھی کہنا ہے سارا مجھے

نہ مقصود و لبسر عیسی نفس
کیون نہ لگے دل سے پیارا مجھے

جسنے کہ ٹھکرا کے مری نغش کو
زندہ کیا آج دوبارا مجھے

سچ تو ظفر یون ہے کہ جز فخر دین
اور نہین کوئی سہارا مجھے

عرض عشق تر اگیا دو سمجھ کے پیے
جو گھونٹ زہر کی آب بقا سمجھ کے پیے

جگر کے ٹکڑے ہین کرے یہ پارہ الماس
پیے جو اشک کوئی مبتلا سمجھ کے پیے

کہان نصیب کہ قلیان ہمارہ ہاتھون سے
ہمین بھی اپنا کوئی آشنا سمجھ کے پیے

مرے لہو کا وہ پیاسا ہے پر اسے کہہ دو
یہ خون سوختہ جان ہے ذرا سمجھ کے پیے

قرار عشق سے کیفیت بقای ابد
وہ دیکھے آبکو جو یان فنا سمجھ کے پیے

تمہارا آشنہ بوسہ کو دین جو حضرت قند
تو ہے یقین کہ نہ وہ بیمزا سمجھ کے پیے

تمہارے پانون بھی دھو دھو کے پیے یا شوخ زار
پر اسکو فائدہ کیا اور کیا سمجھ کے پیے

نہ اسکو فہم کلام اور نہ تجکو ضبط کلام
کہو ظفر سے پیے گر نشا سمجھ کے پیے

آنکھ مے یار کی بندوق دکھاتو دابے
کیا کرے دشت مین گر کان ہو دابے

لوٹے میرا دل بیتاب تڑپانو نہ حیف
رحم آئے نہ مجھے پانون تلے تو دابے

دیکھا اس نے تصویر مجنون کی یہ کہتے ہین

کہ جو ہوتے ہین عاشق اُنکی صورت ایسی ہوتی ہے

اُٹھا جو برقع فانوس منھ سے شمع محفل کے

ہوا پروانہ جل کر خاک غیرت ایسی ہوتی ہے

ظفر مت پوچھو جو کچھ ہم مین انمین ربط ہو باہم

کہ نے یار ایسے ہوتے ہین نہ الفت ایسی ہوتی ہے

اگر غفلت کا پردہ ہم اُٹھاتے اپنی آنکھون سے

تو جو وہان دیکھتے یہان دیکھا جاتا اپنی آنکھون سے

ہمین رو دیسے تو کیون روکتا ہے دمبدم ناصح

تجھے کیا ہم ہین تنکا تھون بہاتے اپنی آنکھون سے

بلا سے آپ ہی چاہا مبرہم ہم پہ ہو جاتے

کہ جاتے وہان ذرا انکو دیکھا آتے اپنی آنکھون سے

ملا ہینگے نظر کس کے کردہ بید مجنون ایسے

نہین آئینہ مین انکھیان ملاتے اپنی آنکھون سے

شب فرقت مین اے آسمان آنکھین کھلا تا ہی

ستارے نہین ہمکو ڈراتے اپنی آنکھون سے

برنگ اشک مژگان آلودہ ہم اب اے سیہ بختی

نظر کس کی چڑھین ہین سب گراتے اپنی آنکھون سے

تمھاری شوخ چشمی سے رہے ہو کیون تنکے

کہ تم انسان کو وحشی بناتے اپنی آنکھون سے

جو وہ آنکھون مین آیا کون اُسکو دیکھ سکتا تھا

قسم آنکھون کی ہم اُسکو چھپاتے اپنی آنکھون سے

ظفر کریہ ہمارا کچھ نہ کچھ تاثیر رکھتا ہی

اُنھین ہم دیکھتے ہین مسکراتے اپنی آنکھون سے

گل نکرتے نکرتے خط کو کیا نامہ بر کو آج
کتنے ہی روز گل یہ ستمگر نئے نئے

اک داغ دل کا کہنہ ہوا پھر بھرے
پیدا ہزار داغ جگر پر نئے نئے

کرتی تازہ فتنہ بپا گردش فلک
لاتی ہے ہمسے روز یہ چکر نئے نئے

اک دل ہی اسکو دیجیے کس کس کو ای ظفر
آتے نظر ہیں سیکڑوں دلبر نئے نئے

مہا کسب خط رخسارۂ دلبر کے نیچے ہی
لیے بیٹھے کوا طوطی اپنے بال پر کے نیچے ہے

تصور کسکی خرگاں کا مجھے سونے نہیں دیتا
بچھا دیتا کوئی نشتر مری بستر کے نیچے ہی

طلب کرتا ہی آب خضر اب تیغ قاتل سے
غرض جو سبز بخت اس گنبد اخضر کے نیچے ہی

بنا یا خال عارض کے تلے تل نے کہا بل کا
ہوا پیدا اک اختر اور اس اختر کے نیچے ہے

ہوا سی جیب شاخ گل ہے اسطرح سینے میں
کف ساقی کو ر عشہ و مبدم ساغر کے نیچے ہے

مری آواز زیر بام سنتا ہو تو پھر دو ہیں
اتر جاتا وہ کوٹھے سی بہانا کر کے نیچے ہے

قتل سی و مبدم گھر دن تری صید محبت کی
کبھی شمشیر کے اوپر کبھی خنجر کے نیچے ہے

خیال بالش زیر سر پر دنیند آتی ہے
تری جو استان کا سنگ سیمیں سر کے نیچے ہے

ظفر شہرین سنگین دل سی کیا چالاک دستی ہی
کہ دست کو کہن تو دب گیا پتھر کے نیچے ہی

کسکی ابرو کی مری تصویر آنکھو نمیں پھری
میل ہر سی کی جگہ شمشیر آنکھو نمیں پھری

غرض رہی نہ ہمیں کچھ بھی دین و ایمان سے
ذرا فقیہ جو رخ و زلف پر بتان کے رہے

ٹھکانا جب نہ رہا کوے یار میں اپنا
تو ای ظفر یہ بتا ہمکو ہم کہاں کے رہے

اُدھر تو موت کی خواہش میں بسمل چھوڑ قاتل ہاتھ ملتا ہے
اِدھر کو نیم بسمل چھوڑ قاتل ہاتھ ملتا ہے

تمنا ہی جسے تیرے لب شیریں کے بوسہ کی
مگس کیطرح ای شیریں شمائل ہاتھ ملتا ہے

کسی کا دل جو لیکر اپنے تو ملتا ہی بانون سے
تو کیا کیا حسرتون سے تیرا بیدل ہاتھ ملتا ہے

چلا محفل سے کسکو چھوڑ کر بیتاب تو ایسا
کہ شعلہ شمع کا اے زیب محفل ہاتھ ملتا ہے

قدم اُٹھا نہیں جب ضعف سے ہمراہ ناقہ کے
تو مجنون دیکھ کر کیا سوے محمل ہاتھ ملتا ہی

کف افسوس تو ملتے ہین ہم محو تصور مین
فضای شغل مین جسطرح شاغل ہاتھ ملتا ہے

ہوا بد رنگ گل ہلتے نہین ای خیرت گل اب
چمن مین گل کبھی تجھسے ہوے مائل ہاتھ ملتا ہے

رکھا ہی عشق مین اس راہ پر ہمنے قدم اپنا
کہ جس رہ مین خضر سا میر منزل ہاتھ ملتا ہی

دیا اللہ نے ایسا کھال عشق انسان کو
فرشتہ دیکھکر انسان کامل ہاتھ ملتا ہی

ظفر مشکل پسندی تیری سی اب کسکو آتی ہی
سخنور دیکھ کر یہ طرز مشکل ہاتھ ملتا ہی

دبا دُول کو جو مژگان یار ہاتھ تلے
او چھل پڑے کہ یہ آیا شکار ہاتھ تلے

دیا نشے مین جو گیسو کا تار ہاتھ تلے
جھجک کی بولے کہ شاید ہی مار ہاتھ تلے

سمجھے تھے تختہ مغزان چمن ہمیں کہ کیے سمجھائے
ارے ناصح تجھے یہ کیا خیال خام اُنسے ہے

نہیں ہیں برگ پر بکلی تہ ہر دانہ کو بھی پہ
کہ یہ جو روشنی سی ہے کنار بام اُنسے ہے

جو شکل طائر تصویر ہیں بے تعلق ہمیں
نہ زیب باغ اُنسے ہے نہ زیب دام اُنسے ہے

بغیر انکے کہاں ہے بستر آرام پر راحت
مرے آرام جاں وہ ہیں مجھے آرام اُنسے ہے

کبھی ہمکو کبھی اوروں کو دیتے ہیں وہ نا کامی
اِدھر پیغام ہمسے ہے اُدھر پیغام اُنسے ہے

بھرے بیٹھے ہیں وہ حضرت ہمیں بوسے مانگتے ہو تم
ظفر سناید کہ تمکو خواہش دشنام اُنسے ہے

جب تئی آگہی ہے ہستی کو کہ ہستی خواب ہے
اسکی غفلت پر فنا اسوقت ہستی خوب ہے

تو یہ ساقی نہیں پیتے کا میں جام شراب
مجکو اپنی بادہ وحدت کی مستی خوب ہے

سطح عرگان ہے سر ہیں جبہ آنسو کی تار
اسطرح بدلی نہیں کوئی برستی خوب ہے

خواب میں جلوہ دکھا دیتا ہے وہ موش کے
چشم بیری دیکھیے کو جب ترستی خوب ہے

زاہد تہ ہے رہ ہموار رہرو کے لیے
نہ بلندی ہے بہت اچھی نہ پستی خوب ہے

خود پرستی چھوڑ دے بت پرستی ہے مسیح
غافلو حق میں تمہارے حق پرستی خوب ہے

ایک عالم کشتہ ابرو ہے اُس سفاک کا
اندھو نہیں چل رہی تیغ دو دستی خوب ہے

ملک دنیا کی تو آبادی ہے ویرانہ تمام
ویرانی ہے جہان اک خلق بستی خوب ہے

دین و دنیا دونوں کو ہے تمنا محبت کی اگیا
میں کہوں گا اے ظفر یہ خبر سستی خوب ہے

ہستی کے باغبان کی ظفر پوچھتا ہے کیا
جو کچھ چمن مین جان عنا دل پہ بنگئی

گلشن دل سے جو کچھ گل چیدہ چیدہ آئین گے
لخت دل یا قطرہ خون طپیدہ آئین گے

دل مین ہے کیا کیا کدورت پردہ سنھ پر دیکھنا
آئینہ کی طرح ہو کر صاف دیدہ آئین گے

وحشیون کو اپنے کر رکھ رام گر رم کر گئے
ہاتھ تیرے یہ نہ آہو بے رمیدہ آئین گے

مست مجنہ نہ کھینچین گے ترے سر بار عشق
مثل ماہی صید گہ مین سر بریدہ آئین گے

مین نہوتا اُنکا خاک رہ جو ہوتی یہ خبر
خاک پر بھی میری وہ دامن کشیدہ آئین گے

اس چمن مین مثل نرگس آنکھ ہووے گی جنھین
جب یہان آئین گے وہ گردن خمیدہ آئین گے

اے ظفر حیدم شنی آمد غم دلدار کی
پہلے استقبال کو آنسو لے دیدہ آئین گے

اُترتے ہین گلے مین گھونٹ آب زندگانی کے

چھری جب حلق پر قاتل دم تکبیر پھرتی ہے

ظفر کو منزل مقصود پر لیجا بسے کبھی

کدھر بھٹکی ہوئی سی عقل بے تدبیر پھرتی ہے

دیگر

جستجو اب وہ ہی تدبیر پہلے اور تھی
گفتگو اب اور ہی تقریر پہلے اور تھی

مین کروں کیونکر نہ اپنی نالہائے دل کو ضبط
اور ہی تاثیر اب تاثیر پہلے اور تھی

روز روز وصل تھا یا اب شب ہجران ہوئی
یا الٰہی کیا مری تقدیر پہلے اور تھی

زلف سے چھٹکر ہوا دل خط کی حلقہ مین اسیر
طوق یہ پہنے ہوا زنجیر پہلے اور تھی

مری دل نے کر دیا مجکو سبک سیاں فتنہ پایا
تیری محفل مین تری توقیر پہلے اور تھی

خاک ہو کر عشق مین ہم ہو گئے اکسیر آپ
ورنہ ہمکو خواہش اکسیر پہلے اور تھی

اس بنا کا کیا بھروسا ہی کہ اے مٹنم جہان
ہی تری تعمیر وہان تعمیر پہلے اور تھی

ہوگئی قسمت مرے کہ تیری وقت قتل
تیزی قاتل تری شمشیر پہلے اور تھی

دیکھکر ہمکو ظفر بدلا ہے تونے یہ ورق
ورنہ تیرے ہاتھ مین تصویر پہلے اور تھی

بھوکی مبش سے اگر مین مین مل جائیگی
مین کی بھونچال سے یکسر زمین مل جائیگی

جانا ظفر یہ ہمنے کہ اپنے کھلے نصیب
بن کھولے اُسکے در کی جو زنجیر کھل پڑی

اب ناز و نگہ در پئے آزار ہین دونے
بیمار تری آنکھون کے بیمار ہین دونے

کس دن ہوئی سیراب تری چاہ ذقن کے
ہم روز تری تشنۂ دیدار ہین دونے

جون جون کہ انھین پیار جتاتا ہون مین اُنسے
ہو تری صورت سو و بیزار ہین دونے

گن انکی برابر نہ ستارون کی فلک کے
سینے کے مرے داغ نمودار ہین دونے

بدمست رہین میکدۂ عشق کی سرخوار
ہیہوشی مین تو اور بھی ہشیار ہین دونے

ہی قند مکرر سے کے کام اُس سے
شیرین ہے تری لعل شکربار ہین دونے

افراط غم و رنج جدائی مین نہ پوچھو
زلفون سے تری ہووے گا سودا دل کا

جیسی کہ ہے کیا ب ظفر جنس محبت
ہم اونسے ہی اور اُسکے خریدار ہین دونے

جان دی اپنی جو ماہ سیتین کیواسطے
چادر مہتاب ہوا اُسکے کفن کیواسطے

اسقدر لاغری اس خستہ تن کیواسطے
کم نہین اک برگ گل دو پیرہن کیواسطے

واسطے اُس جنس مژگان کے جو ہو نوک چبھک
وہ کہان ہی نیزہ بازان دکن کیواسطے

چین ابرو پر تری کافر نہین کچھ خوشنما
چین نہ یا ہو تو زلف پرشکن کیواسطے

سیاہی مردمک کی داغ لالہ سے مشابہ ہے
زبس پر خون مرا جون لالۂ سیراب دیدہ ہے
ہمارا جوش گریہ بھی عجب یارو تماشا ہے
کہ ہر اک لخت دل سُرخاب ہے تا لاب دیدہ ہے
ظفر اُسکی جدائی مین ہر یہ حال دل دیدہ
کہ رہتا رات دن بیتاب دل بیخواب دیدہ ہے

دیگر

گمان ہے چشم مین دنبالہ اُس ترک ہری رو کی
نکل آئی زبان ہے منھ سے باہر مست آہو کی
کرے صدقے ہلال دیدہ کو ہو کر بلا گردان
فلک پر جھانکین بھی دیکھے گر رخسار و ابرو کی
پھپھولے اشک شوریدہ سے ہو کیونکر نہ کانٹون پر
نہین تیزاب سے کم کچھ ہماری بوند آنسو کی
خدا گویا ہی دے گر رات دن کو تو قسم کھائین
تمھارے عارض پر نور کی اور تاب گیسو کی

اٹھاتی ہین وہ مجھپر تیغ جل کر دست نازک سے
کبھی منھ سے ہوے ہم نے مجھے نہین پرتے

تمھارے پاس ہوا سی سے مین نالہ نہین کرتا
ولیکن بیکسی درد و الم سمجھے نہین پرتے

ترا وحشی ترے کوچے کے جوبن گرد پھرتا ہی
سمجھکر لوگ اسے صید حرم سمجھے نہین پرتے

یہ دل شیشے سے بھی نازک ہوا حق ٹوٹ جاتا ہی
بہت اے عشق لیکر سنگ غم مجھپر نہین پرتے

ہوے جاتے ہین نقد داغ جز اے عشق دل مین ہی
جگر کو دون کہان سے کچھ درم سمجھے نہین پرتے

گمان طاقت پڑے رہتے تری دیکھ اے ستم گر ہی
کبھی دیوار کے بھی ای صنم سمجھے نہین پرتے

غزل یہ ایک کیا کتنی ہی ایسی پھینک دین لکھکر
ظفر ہم لیکے قرطاس و قلم سمجھے نہین پرتے

یہ عکس لعل جنان کب خط لب کا اوپر ہے
چمن مین لوٹتا کا لا گیا تر کا اوپر ہے

سیہ کب عکس مژگان نرگس تر کا اوپر ہے
یہ پرچھائین چکور دنکی مژگان کی اوپر ہے

کسی سرباز تشنہ لب کی ہی آکر آب خنجر پر
نہین یہ جلوہ ہر ترے خنجر کے اوپر ہے

جگر کو آبلون کے خیمہ گہ کوئی تماشا ہے
عجب برق بیاری غم کی اس لشکر کا اوپر ہے

دل غمین بات یہ سنگین دلون کے آہ رہتی ہے
کہ جیسی نقش آجاتا کوئی پتھر کا اوپر ہے

مستی ہی شہرت حسن کی وہ دانچک کا
دھر الطبل سکندر سد اسکندر کا اوپر ہے

لب رنگین پہ یون ہی خال گویا چشم ساقی کا
یہ عکس دیک جام مرا حمر کے اوپر ہے

سبزی کمان ہی ابرو دان مین قال کا بل کا
ہلال آیا مگر مسجد مین یہ منبر کے اوپر ہے

پلا دے آبِ خجر ہی مجھ حلبدی ہے اے قاتل
کہ مارے تشنگی کے تیغ کا گھائل بھڑکتا ہے
برب کعبہ و باقبلۂ ابروی جانا سن
بہ رنگ طائرِ قبلہ نما کیا دل پھڑکتا ہے

ظفر ہے عاشقانہ طرز یہ بسمل سخن ایسا
کہ شاعر لوٹتا ہے سُنکے اور قاتل پھڑکتا ہے

شباہت اُس مژہ کی جب دلِ بسمل میں پھرتی ہے
سلائی زہر کی سی ایک زخمِ دل میں پھرتی ہے
پھری جو رزم میں تصویر بنکر وہ تو یہ کہتے
یہ تیلی پین کی دیکھو تو کیا محفل میں پھرتی ہے
جو عزم کعبۂ مقصد ہے دل سے راہ پیدا کر
کہ زیرِ راہ اُس منزل کی اس منزل میں پھرتی ہے
نظر سے دور ہے لیکن تصور کی عنایت سے
سدا تصویر تیری دیدۂ مائل میں پھرتی ہے
اگر ہے پاسِ ایماں ترک کر حرص و ہوا غافل
کہ نیت آخرش اُس فکر کی طائل میں پھرتی ہے

ظفر اُس نے کہی تھی بات کچھ مجھ سے سو وہ ہرگز
نہیں کہتی زبان یہ اور ہمارے دل میں پھرتی ہے

عشق میں کیا ہم بھی اے قد بریدہ ہو گئے
کتنے اس قالب میں پھر کر تیر سیدھے ہو گئے
آتشِ سودا نے میرے کر دیا آتش کو موم
کھل کے ساری حلقۂ زنجیر سیدھے ہو گئے
تو ہوا ہمسے نہ سیدھا اور دستِ شانہ سا
بال بل کھا کھا کے تیری تصویر سیدھے ہو گئے
کج ادائی سے تری قاتل تعجب ہے مجھے
تن پہ میرے کیوں خطِ شمشیر سیدھے ہو گئے
چرخ پیر اٹھائی رہا اور سیکڑوں بانکے جوان
پیر ہے ہو کر زیرِ خنجر پیر سیدھے ہو گئے

بجز تکلیف حاصل ہو نہ سرمایہ تکلف کا
ثمر لاتی ہے بیچی شاخ ہوتی ہے قلم پہلے

نہ کر بد عہدیاں پیمان شکن انصاف کر دل میں
کیے تھے تو نے میرے ساتھ کیا کیا قول و قسم پہلے

آئی صدا و یدار کیا نزدیک آ پہونچا
کہ استقبال کو آنکھوں میں آیا دم پہلے

ستم پر ہے ستم ہر دم جفا پر ہے جفا اتنو
خدا جانے ہو کیا دیر لطف فکر کرم پہلے

اگر غنچہ نمود لگیر خندان گردش گل ہو
ظفر اس باغ میں پھیکے ہے شادی اور غم پہلے

ہمکو یہ حاصل ہوا کافر تری یاری میں ہے
چھوڑ مسجد دل کدہ ہم جو کچھ کہ دینداری میں ہے

کیوں خیال زلف دوتا دل میں رکھے سیاہ
ہیں بلا میں ہم بھی اور دل بھی گرفتاری میں ہے

فتنہ شاگرد کتنے طرز خونریزی میں ہیں
چشم تیری طاق عالم مردم آزاری میں ہے

جنس گم گشتہ ہی بازار محبت میں وفا
ایک عالم گرد سر گرداں خریداری میں ہے

چار عنصر سے بنایا کسنے یہ دم کا جسم
کوئی تو پردہ نشین اس چار دیواری میں ہے

تیری آنکھوں کا تصور آہ جنکو بند رہ گیا
عالم صحت میں بھی وہ عین بیماری میں ہے

دل اگر آگاہ اور ہشیار ہو تو اے ظفر
خواب میں بھی ہو وہی عالم جو بیداری میں ہے

دل پہ دست لہر دی کہ تو ہر خندہ رہے
پر بھی صفت ہے ہم ایسے کہ پابند رہے

کھلے رہتے تھے فلک جنکو میان باب شاہ
فضل غم ایسا لگا آپنہ کہ بند رہے

تاب رنج تیری جو دیوانہ کرے کون نکرے
آج تو خانے مرے اور خانگل کترا

پنجۂ مہر گریبان سحر کے ٹکڑے
کیا قینچی سے مرے خط کو کترکے ٹکڑے

تیے ہین توڑ کے ٹکڑا سا مجھے صاف جواب
ای ظفر کہا کے پلے ہو مرے گھر کے ٹکڑے

عقل پر نازہی قدرت پہ بگڑ کسکو ہی
سبکو فکر آج کی ہی کل کی خبر کسکو ہے

رات بھر نشہ سپندا رمین ہین سب بدمست
توبہ اب کون کرے خوف و خطر کسکو ہے

دیکھ ہر غنچہ لیے دوش پہ ہی رخت سفر
اس گلستان سے نہین عزم سفر کسکو ہے

شعلہ ہو برق ہو مہتاب ہو یا ہو خورشید
لانا خاطر مین مرا شکر کسکو ہے

بحر الفت مین ہر اک موج ہی کو موج خطر
ہاتھ دھو بیٹھی ہین ہم جان سے خطر کسکو ہی

اللہ اللہ ری درازی شب ہجران تیری
صبح محشر تلک امید سحر کسکو ہے

دیکھتا عیب و ہنر اور کا ہے سب کوئی
اپنا معلوم ظفر عیب و ہنر کسکو ہے

رونق گلشن بہار گل جو کم ہوتی چلی
اشک شبنم سے نسیم صبحدم روتی چلی

وہ ہوس کیا خاک ہو جو منزل مقصود کو
جو قدم رکھتی ہی کانٹا راہ مین بوتی چلی

تھی تمیم زلف جو اے فرجان ناتوان
اس گلی کو دوش باد صبح پر سوتی چلی

خاک کوئی یار پر شاید کہ ہی قصد نثار
بھر کے دامن مین جو موج گریہ یہ ہوتی چلی

دیگر

چھپائے لاکھ زلف یار کے تل کو پر دے مین
کہ مجھ بسمل چکا ہے میرا قاتل ہے تو بس یہ ہے

ملے دانے سرشک خون کے اور خون کے پھپھولون کے
ہمین کشت محبت سے جو حاصل ہے تو بس یہ ہے

سوا دل کے جگر کس کا چڑھے نیزہ اسکے مژگان پر
کہ اس فوج صف آرا سے مقابل ہے تو بس یہ ہے

اگر ہے دیکھنا اسکو اٹھا دے اپنی ہستی کو
اگر تجھ بین اور اسمین یہ حائل ہے تو بس یہ ہے

ہوے صید محبت سب تڑپ کر سرد لیکن دل
وہ ہی گرم طپش اک نیم بسمل ہے تو بس یہ ہے

کنارے گور کے جب عشق بین پہونچے تو یہ جانا
کہ اس دریاے بے پایان کا ساحل ہے تو بس یہ ہے

دل انسان نہ کیونکر مسند آراے محبت ہو
کہ یہ منصب ہے اسلے اسکے قابل ہے تو بس یہ ہے

محبت مین کمال ایسا ظفر ہو پہنچا گئے مجنون
کہ فن عشق مین استاد کامل ہے تو بس یہ ہے

دیگر

خطاوار و بیخطا

جو کی ہر گز نہ کشتہ اسنے یہ قربان ہے
وہ کوئی اور ہی ظالم ترے طوفان ہے

یہ کون سا عالم ترے حلقہ گیسون مین ہے
کہ ہر اک اوروں ہی دیکھی ترے گیسون مین ہے

عمل ایسا کتاب حسن کا ہے تری جو دیکھی
اب یہ معما کہ کیا تحریر ترے گیسون مین ہے

جی مرا ایسے ہی کیا ہے تری خاطر قربان
یہ بھی اک شکر کہ ایسا ترے گیسون مین ہے

ظفر اس زلف کی تعریف مین کیا دیوانہ ہوا
ہر سخن اسکا ہی اب ورد زبان ہے

ہمو

ہمکو دور و شب مساوی ہجر مین ہین تیرے
کب یہ چشم تر سے سر کا گوشۂ دامان ہے

ہنگین دل نہایت اپنا دل پہ نہمتی
نام کندہ ہو ترا اسپر ہی پہچان ہے

کیون حضاب اس بکھ ڈاڑھی پر کرے ہے تعدی
تیرگی چہرے پہ نادان کیا تری شایان ہے

کیون نفاق اس سے رکھی ہو کیا پڑی دل مین گرہ
ابرو قبضے مین ترے یہ تابع فرمان ہے

پڑ بہ ارکان اب لگی ہے باغ مین گل کو ہوا
کیا ہوائی دیدہ اسکا بلبل نالان ہے

چاہیے اکثر گزک کو گر تجھے کش کیا ہے
ماہی دل لف کو قلاب مین اس آن ہے

ہو کب آداب محبت سے تجھے ناصح خبر
ذہن مین تو اپنے کچھ انسان نہین حیوان ہے

آسیان سینہ کو ای مرغ دل جا ہے چھوڑا
بجکو اب جانا وکیل آسا ادھر آسان ہے

باز گشتی دیکھکر قاصد کی یعنی یک بیک
یہ اسیمہ ہون تن قالب مین نہین اب جان ہے

کب سے مین جلا رہا ہون کر گذر اپنا دلا
شانہ ساں دست نکال اب یہ بہت سامان ہے

رکھ شرار آہ سے پر خم شراب آہ مین
سب سے پہلے مہرہ پر آلیون تو میسا مان ہے

چھوڑ پر خانہ نشینی معرکہ آرا ہو تو
ہاتھ صبح و شام آتا عشق کا میدان ہے

تھا جو ہر سو فارسی گو کوئی مشہور اے ظفر
بنہ اب وہ دیکھکر ہندی تری دیوان ہے

جلوہ یہ اُسکے دکھایا مراجی جانتا ہے
کہ خدا ہی نظر آیا مراجی جانتا ہے

اُٹھ گئی میری زبان پہ جہان کی لذت
جو مزا عشق مین پایا مراجی جانتا ہے

ہونگے وہ مہربان بھی کبھی میرے حال پر
یارو ذرا مجھ پہ غصہ ہی فرمائے جائینگے

برسوں سے کب تک اُن سر مژگاں کے بھی دھکے
برمن دل و جگر مرے برمائے جائینگے

دل عاشقو تمہیں ہو مبارک یہ تفقد مہر عشق
بیٹھے گا جب یہ آگ سے برمائے جائینگے

جب تک سر در رہوگا نہ تنے کا نہ اے ظفر
ہم اُن سے اور ہم سے وہ سر مائے جائینگے

لگتا نہیں جی میرا اپنی صحبت مین کسیکی
غم ذہ مجھے گھیرا ہی یہ فرقت مین کسیکی

دیکھون جو مرقع کو تو جی کیون نہ اُمڈے
صورت کوئی بھلا ذی ہی صورت مین کسیکی

جی چاہتا ہی ڈوب مین جا کر
تنگ آیا ہی جی اپنا یہ چاہت مین کسیکی

للہ کہو اُس سے کہ تہکل دکھا جا
تا جان نکل جائے نہ مرت مین کسیکی

ناصح نہ اُٹھا سر کو در یار سے میرے
کرتا ہی خلل کیون تو عبادت مین کسیکی

رو دیتے ہنسے ہی مرے اے کاش کے تو بھی
ہوتی نہین گر فتار محبت مین کسیکی

یہ معتقد فخر ظفر ہووے ہمیشہ
کب جا کے کھڑا ہووہ جماعت مین کسیکی

رک گئی ہم مجھے مٹھے ہنسے پائی بات
میری جانب سے کہنے وہان لگائی بات ہے

تم جو دین گھیرا کر اُٹھی میری پہلو سے کہو
غیر نے کیا آنکر تمکو سنائی بات ہے

آکھڑے کھڑے دو بولنے کا کچھ بھی باعث ہے بھلا
آج جانکی کہین تمنے جمالی بات ہے

شمشیر برہنہ مانگ غضب بالون کی مہک پھر ویسی ہے
جوڑے کی گندھاوٹ تہ بند بالون کی مہک پھر ویسی ہے
آنکھین مین کٹورا سی وہ ستم گر دن ہے صراحی دار غضب
اور آسمین شراب سرخی بان رکھتی ہے جھلک پھر ویسی ہے
ہر بات مین اُسکی گرمی ہی ہر ناز مین اُسکے شوخی ہے
قامت ہی قیامت چال پری چلنے مین پھڑک پھر ویسی ہے
گر رنگ کھبوکا آتش ہے اور مستی شعلۂ سرکش ہے
تو بجلی سی کوندی ہے پڑی عارض کی چمک پھر ویسی ہے
تو خیر کچین دو غنچہ ہین ہے نرم شکن اک جسر سن گل
بار یک جون شاخ گل رکھتی ہی لچک پھر ویسی ہے
ہے ناف کوئی گرداب بلا اور گول سرین رانین مین صفا
ہو ساق بلورین سمع عینا پالون کی کلک پھر ویسی ہے
محرم ہے حباب بار دان سورج کی کرن ہے آسپر نپٹ
جالی کی کرتی تو وہ بلا گوے کی دمک پھر ویسی ہے
وہ کاکل تو آفت لاتے ہی ہر تار مین اُسکے جان نکال
تلوار اُسکا اُٹھانے سو فتنہ گھگھرو کی جھنک پھر ویسی ہے

شوق ہے گالون پہ تیرے سر کو رکھ کے سوئیے
کس لیے گل تکیہ رکھتے آپ ہین سر کے تلے

عشق ہے اس سنگدل کی ہاتھ کنگن کر گھسنیے
دب گیا ہے ہاتھ اپنا تو پتھر کے تلے

منھ سے دانہی گر گرا ہے کوئی قطرہ زہر کا
ڈر نہین نیلم کا اس لعل تمر کے تلے

سر پر رکھ کے تکیہ پر سے کب سے سہ لیا
تم مرے پہلو مین تکیہ پہ سے گیون سر کے تلے

تجھکو حاجت کیا فسون سازی کی خط دیدو ہمین
کس لیے تعویذ گاڑا آپ نے درکے تلے

شوق مہتابی کوئی کافر جلا ہے دیکھنا
لوٹتا بسمل ہو قاتل تیر انجر کے تلے

اے ظفر دود جگر تیرا گھٹا ہے اسقدر
چرخ اخضر دو سر اہے چرخ اخضر کے تلے

تجھکی شعلے دل کے جب افلاک مین جا پہنچے
انجم افلاک جل کر خاک مین ملجا ئینگے

جو بکان ہو گئے گم تیرے ناوک فگن
دھوند ہمیرے سینہ صد چاک مین ملجا ئینگے

ہیچ ہے خل حنا را لالہ انار آتشین
کچھ ہماری آہ آتشناک مین جا ئینگے

آنسو دکو غیر کے یہ نہ اشکو نمین ملا
قطرہ ناپاک آب پاک مین ملجا ئینگے

دیکھنا وحشت گریبان کو کریگی اتنا چاک
تا دامن چاک جا کر جاک مین ملجا ئینگے

ایک سیل غم تو کیا الفت مین سیلاب غم
آکی در یے دل غمناک مین ملجا ئینگے

آن سے ملنا اے ظفر تجکو اگر منظور ہے
تو بچھ آکر روز انکی تاک مین ملجا ئینگے

طاق ابرو پہ رکھا شیشۂ دل کو تو نے
کہیں ایسا نہ ہو یہ اے ظفر اوپر سے گرے

پیام لیکر صبا واں اگر پہونچ جاتی
تو شمع ہوے گل اڑکر خبر پہونچ جاتی

شفق کی جا ابھی لگجاتی آگ گردونکو
جو ایک آہ مری پر شرر پہونچ جاتی

مری نظر کی نہیں پر تو آگیا دیکھو
پری خیال سے پر ہی نظر پہونچ جاتی

نہ چلتی شمع جو شب کے سر سہل تو پھر کیونکر
سحر کو منزل مقصود پر پہونچ جاتی

جلاتی ایک زمانی کو گردش خورشید
جو میری گرمی داغ جگر پہونچ جاتی

نہ آتا لب پہ مری ایک حرف شکوہ کا
بلا سے لب پہ مری جان اگر پہونچ جاتی

بہاتی کتنے ہی دریا ہماری سل تک
جو خون دل سے مدد چشم تر پہونچ جاتی

بہار جب تھی کہ پہلے بہار سے صیاد
چمن میں بلبل بے بال و پر پہونچ جاتی

دل انکو بھیج ہی دینا ظفر مناسب تھا
امانت انکی تھی یہ انکے گھر پہونچ جاتی

فلک ہجر میں آرام کہان ہوتا ہے
ہول دل رات کو دن کو ہفقان ہوتا ہے

کوان دل سوختہ مرگرم فغان ہوتا ہے
روز کیسا ترکو چہ میں دھوان ہوتا ہے

قصد اسکے تصور کو نہوں میں کیونکر
یہ وہین ہو چکا ہے یار جہان ہوتا ہے

مجھ در کو کہین ہمسایونکے گھر بیٹھ نہ جائین
ایک دریا مری آنکھون سے رواں ہوتا ہے

ہنگامہ سا تھہ کیا ہی کیا کسکو اُس نے قتل
ہر آن کو ہی یاں خلقت بھری ہوئی

اشکون سے کب بجھے ہے مری سوز ہش جگر
اک آگ سی ہی جگر مین بشدت بھری ہوئی

اے آسمان بھی نہو آخر شب وصال
ہی دل مین لاکھ طرح کی حسرت بھری ہوئی

تجھ ذکیون نہ دل مین پڑین بہر نیش کے ساتھ
اُن دل مین ہی اک آتش فرقت بھری ہوئی

ہی دیدہ تو چرخ شیشۂ ساعت کی طرح صاف
لیکن ہی اسکے دل مین کدورت بھری ہوئی

ظاہر تو شہر نگین ہی وہ پر ہنگاہ مین
شوخی بھری ہوئی ہی شرارت بھری ہوئی

لاکھون ہی خصم حسین مین کس کس کو دیکھیے
اللہ کی جان ہی قدرت بھری ہوئی

تیری سوا نہ دیکھین گے اب آنکھ بھر کے ہم
ہی اپنی سب طرح سی طبیعت بھری ہوئی

بھر آئے اشک شبنم مین سنتی ہی اُنکا نام
دل مین کوئی بلا ہی محبت بھری ہوئی

پہونچے سخن کو تیرے سخن کس کا اے ظفر
تیرے کلام مین ہی بلاغت بھری ہوئی

کردن خط مین کیا حال تحریر پہلے
دہان چاک خط کی ہی تدبیر پہلے

جو مجنون کی تصویر کھینچے مصور
رکھے سامنے میری تصویر پہلے

کوئی اُسکا دل پہلے جاکر ٹٹولو
محبت کی چھیڑو نہ تقریر پہلے

سزا ہوگی گر مجکو جرم وفا پر
تو ای دل تجھے ہوگی تعزیر پہلے

مزہ دل کی قاتل ہین وہ دونون ابرو
چلے دیکھیے کس کی شمشیر پہلے

دنیا وارد دنیا چھوڑو دنیا مین بدنامی ہے
اس دنیا کے ترک کیے سے ہوتی نیک انجامی ہے
رنج و قلق ہے درد و الم ہے حسرت مے ناکامی ہے
دوری مین اس راحت جان کے کیا کیا بے آرامی ہے
روے آتشناک پر اسکے زلفین جو لہرائی ہین
لوٹ رہا انگارون پر دل مثل کباب شامی ہے
غنچہ کل ہے شکل زبان گلبرگ نہین گویا ہے زبان
ہوتی چمن مین کسکی بیان توصیف سمن اندامی ہے
میکدہ بھی ہے مدرسہ مجکو ساقی ہے تحصیل سے شوق
جام پیالے میرے حق مین درس شرح جامی ہے
منھ جو اپنا کھولے ہوئے سو فار ہین اسکے تیرون کے
کون سے صید عشق کا یارب قصد خون آشامی ہے
ہمکو ہوا یہ نکتہ روشن صاف نگین کندہ ہے یہ
یعنے بغیر از کاوش دل کب ہوتا کوئی نامی ہے
آہ فغان کے ساتھ دھوان ساہر دم منھ سے نکلے ہے
دل تو جل کر خاک ہوا پر اب جگر مین خامی ہے

جبکہ بوندون سے عرق کی تیری سیاری بنے
قطرۂ خون جگر سے میری انگارے بنے

تار قرگان میں ترے جو لین نکیو کر طفل اشک
ہین یہ ان لڑکون کے بہلانے کو گہوارے بنے

داغ سینے ہی سے میرا کیا بنا اک آفتاب
دو دو دل سے آسمان و تکون سے ہین تارے بنے

میرے سر پر ان بھوون سے اک کشاکش ہی رہی
دشمن جان اتو میرے آپ ہی یارے بنے

خیر کی صحبت کا تمکو بھی ہوا آخر اثر
حاسد و قاتل مرے اب آپ ہی پیارے بنے

جوش پر جسدم کہ خون آیا شہید لکار سے
تیغ بے ہو تن سے سب لوہو کی فوارے بنے

وہ ہی اچھے ہین جو اچھا ہمکو کہتے ہین ظفر
ورنہ ہین ہم تو جہان مین سب سے ناکارے بنے

کوئی لاتا نہین یہانتک اسی تدبیر سے ہو
کھینچ کر وہ آپ ہی آیا مری تقدیر سے ہو

دیکھو تصویر یہ مجنون کی اُدھر کو دیکھو
مری تصویر بھی ملتی اسی تصویر سے ہے

گر ملے آب بقا بھی تو کبھی منہ نہ لگاؤ
جو کہ سیراب اُس آب دم شمشیر سے ہو

حلقۂ زلف مین دل کیونکہ گرفتار نہو
کہ یہ حلقہ نہین کم حلقۂ زنجیر سے ہے

دم مین خورشید قیامت ہو جو قرص کا ذوب
تو عجب کیا نفس سرد کی تاثیر سے ہے

کھولا منہ زخم جگر نے جو برنگ سے فار
تو عجب کیا نفس سرد کی تاثیر سے ہے

آتش عشق سے جو خاک ہوئے ہین جل کر
خاک بھی انکی ظفر کم نہین اکسیر سے ہے

اپنی ابرو کی مری تصویر رکھ دو سامنے
ورنہ کاٹوں گا گلا شمشیر رکھ دو سامنے

غنچۂ گل کی شکستگی کی ست رکھو پیش نظر
میرا دل سیلو کو میرے چیر رکھ دو سامنے

کون کہتا ہی کہ اس رد و مخاطب کے سوا
دوستو قرآن مع تفسیر رکھ دو سامنے

اگر اسیں اس شوخ کی جو حیا و خوشی
کاٹ کر سر سر اپے تقصیر رکھ دو سامنے

کہتا ہو رو جنوں مجکو کہ زندان سے چلو
توڑ کر پانوں کی تم زنجیر رکھ دو سامنے

گر صبور لوچھی کھینچوں کیونکہ تیر مژگان کی شیہ
تم برابر صف بصف سو تیر رکھ دو سامنے

آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھیں دل غنی ہے اسقدر
گر ظفر سو نسخۂ اکسیر رکھ دو سامنے

نہ ہو سو دیکھ کے تدبیر کو پلٹے کھاتے
دیر لگتی نہیں تقدیر کو پلٹے کھاتے

دل کو دیکھو مرے بیتاب نہ دیکھا ہو اگر
تم خنجر کسی نخچیر کو پلٹے کھاتے

یوں نظر بازی کی بیٹی کہ نہ دیکھا ہمنے
اس طرح ہر قدی کی شمشیر کو پلٹے کھاتے

سانپ سا لوٹ گیا سینہ چیدہ تم نے کھلا
باد سے زلف گرہگیر کو پلٹے کھاتے

محو حیرت تو کس طرح سے بیٹے کر دیا
کہ نہ دیکھا کبھی تصویر کو پلٹے کھاتے

بخت برگشتۂ عاشق نے کھایا پلٹا
عمر گذری فلک پیر کو پلٹے کھاتے

اے ظفر اس سے نہ کر بات کہ دیکھا سو بار
ہمنے اس یار کی تقریر کو پلٹے کھاتے

بزنگ شام غربت کیا کہون کیا وحشت غربت مین

کلیم تیرہ بختی سے گذاری شب غریبون نے

بسوتے تختگاہ دل کہین سلطان عشق آیا

کیا ہے شور برپا آہ و نالہ کے نقیبون نے

گل و لالہ کو کیا کیا دیکھتا خون مین لٹا بیٹھے

اڑائے طرز نالہ کے مرے گرغنہ لیبون نے

تمہارا حال مین نے دیکھ محراب دو ابرو مین

نہ رکھا پھر قدم مسجد مین منبر پر خطیبون نے

مرا فسانہ غم گوش دل سے وہ سے کیونکر

بھرے ہین کان اُس کان ملاحت کے رقیبون نے

سر محفل ہر اک کو بے کنہ دشنام دیتے ہین

ادب اچھا سکھایا اے ظفر آکلوادیبون نے

دیگر

ہوا مین پھرتے ہو کیا حرص اور ہوا کے لیے
غرور چھوڑ دوای غافلو خدا کے لیے

گرا دیا ہی ہمین کسنے چاہ الفت مین
ہمارا آپ ڈوبے کسی اپنے آشنا کے لیے

جہان مین چاہیے ایوان و قصر شاہون کو
یہ ایک گنبد گردون ہے بس گدا کے لیے

شانہ ہین حال پریشان ہے سودائی کا
کیا کہو دیکھ کر زلفون کو تری شانہ کہے

ای ظفر چاہیے انسان کو کہے ایسی بات
کہ برا بھی نہ کہے کوئی برا چاہتا کہے

سجدہ واں کر تا ہر اک بل صفا خاک پہ ہے
جسجگہ تیرا نشان کف پا خاک پہ ہے

خاکساروں کو ہی معلوم ہے کچھ لطف اسکا
چین بستر پہ نہین جو مزا خاک پہ ہے

خاک ملگئی یارو در شہوار کی قدر
اشک آنکھون کا مری جسکو گرا خاک پہ ہے

کون کہتا ہے کہ صحرا مین بگولا آ اٹھا
روح مجنون ہے کہ یہ سر ہوا خاک پہ ہے

خاکساری کا اسی شخص نے پایا رتبہ
ہم کہ اُس کوچہ مین جو بیٹھ گیا خاک پہ ہے

گشتہ زلف کے مدفن کا پتا ہے وہ ظفر
جسجگہ مار سیہ بیٹھا ہوا خاک پہ ہے

جام ہے شیشہ ہے ساقی بھی ہے برسات بھی ہے
اندرون بادہ کشی دن بھی ہے اور رات بھی ہے

کچھ تو ہے اپنی طرف سے طلب ساغر مے
اور ساقی کی کچھ امداد و مدارات بھی ہے

شیشہ خالی ہو تو خم پاس دھرا ہے لبریز
خم جو خالی ہو تو نزدیک خرابات بھی ہے

قسم ظالم تری ملنے کی گر ہم کھا گئے ہوتے
ہمیں کب چھوڑتے پھر حضرت دل کھا گئے ہوتے

ہوا محبوب ہم تم دونوں تن ایک دوسرے کے
نہ اتنا غل مچاتا تھا تمہیں دم کھا گئے ہوتے

امید وصل پر جیتے ہیں ایک مدت نہ ہم کب کے
گلا کاٹ اپنا مرقد پر تیرا ہم کھا گئے ہوتے

اگر ہم تیری جھوٹی کی نہ تھوتا چیخ قسمت کا
تو بال اس زلف کے کافر نہ یوں خم کھا گئے ہوتے

وہ یار دلنواز پاس آ بیٹھے نہ یہ روتے
کہ غوطہ تو فلک کا چشم پر نم کھا گئے ہوتے

مرا معلوم ہوتا حضرت دل عشق کا تم کو
جگر تم تیر غم دو چار پیہم کھا گئے ہوتے

دم سرد ایک بھی گر ہم ظفر بھرتے محبت میں
تو ہمدم پوچھتے ہی پوچھتے دم کھا گئے ہوتے

بھلی کہتے برائی ہوتی ہے
منہ سے نکلی پرائی ہوتی ہے

دست و پا میں حنا نہ باندھو تم
دیکھو اب ہاتھا پائی ہوتی ہے

آنکھ کے دل میں غبار ہو دیکھیں
کس طرح سے صفائی ہوتی ہے

اور کو دیکھ وہ نہیں سکتے
وہ جنہیں خود نمائی ہوتی ہے

عاشق زیر تیغ سر دھرو د
ابھی مشکل کشائی ہوتی ہے

مرض عشق کی طبیبوں سے
وہ مسیحا دوائی ہوتی ہے

وقت بوس و کنار یار کے ساتھ
کیا مزے کی لڑائی ہوتی ہے

سوز غم سے نہ جل بجھوں کیونکر
واں لگائی بجھائی ہوتی ہے

کس غضب کی نالہا آتشین مین آگ ہے
جنسے ہو بچی ہون شفق چرخ برین مین آگ ہے

ہیچ خو کس تفتہ جانکی تو ذرہ ہون کر آج
مثل سی تیری حکمتی آتشین مین آگ ہے

خاک سے آخر نکلتے ہین گل و لالہ کی جا
تیرے دل سوزد تخم مدفن کی زمین مین آگ ہے

زلف مشکین پر گیا اسکی ہوا مین گلال
لگ گئی گویا سر ملک چین مین آگ ہے

ہر نسیم مین ہوا سے موج آب زندگی
پر غضب ہے یہ نگاہ شنگین مین آگ ہے

جا بجا نخانہ ہو کب سے ہر نفس شعلہ بلند
کیا تپ غم سے دل اندوہگین مین آگ ہے

جنبش دامان ترگان سے کسی کے اے ظفر
عشق کی بھڑکی ہوئی جان حزین مین آگ ہے

آتش الفت دل بیتاب مین روشن ہوئی
آگ کیونکر سیماب مین روشن ہوئی

چشم ترمین وہان یہ تخت دل تر ذی نہین
صف چراغونکی اگر تالاب مین روشن ہوئی

آئینہ مین اسنے دیکھا اپنا رو یہ آتشین
کیا تماشا ہو کہ آتش آب مین روشن ہوئی

ساقی مہوش کا عکس ناب دندان جو پڑا
طرفہ مے سی شراب ناب مین روشن ہوئی

غفلت دنیا مین کی جسنے کہ عقبے پر نظر
اسکی چشم کور گویا خواب مین روشن ہوئی

یاد گر مین دل سوزان کو رویا صبح تک
شمع شب جو محفل احباب مین روشن ہوئی

ماہ اس مہوش کے آگے جب ہوا خجلت سے زرد
ماہتابی سی ظفر مہتاب مین روشن ہوئی

دیکھنا کیا ضرب نالہ میرا ہے تاثیر ہے
ابتک چھوٹی نہیں وہان ایک کی زنجیر ہے

اور چلی آندھی سی کس دیوانے کی تصویر ہے
بنگئی موج صبا جسکے لیے زنجیر ہے

کہتے ہین نافہم جسکو جنج پر تیر شہاب
وہ کسی تفتہ جگر کا نالۂ شبگیر ہے

عشق کرنا ہاتھون سے وہان ہوگی جاری نہر خون
نیزون مین کونکن جسا کہ جوے شیر ہے

یار گر دل کو کریگا صید اے دریاے حسن
طرہ پر پیچ ترا دام ماہی گیر ہے

ہو کہان سچ نیکی اُن بھوؤنکی دریاے حسن
برج میزان مین مگر خورشید پر تنویر ہے

حضرت دل لیجیے ایسے سے لڑنا ہے نہین
ناز کا برچھا ہو جسکی گفتگو شمشیر ہے

اے ظفر مجھسے وہ سرکش کیا کریگا سرکشی
میرا نالہ ناک مین دیتا فلک کے تیر ہے

دیکھنا خالی ذقن کو رخ جانان کے تلے
کوکب سوختہ ہو مہر درخشان کے تلے

کاجل آنکھونکا بنایا رکی مژگان کے تلے
پھول سوسن کا کھلا نرگس ریحان کے تلے

کب بنا سے ہین خط عارض جانان کے تلے
ہین یہ بیضے پر طاؤس گلستان کے تلے

نیش سے چھیڑتا ہو مار سیہ کو کژدم
گو بنج بالے کی نہین زلف پریشان کے تلے

نیچے خورشید کے ہین تار خطوط خورشید
خط شعاعون کی یہ داغ دل سوزان کے تلے

دو سمی قد جو دکھا دیجیے نزاخ خدق پا
بچھے گلمنہدی ابھی سرو گلستان کے تلے

دل سیپارہ کو دکھلاتو لہو نیچے اپنی
دیکھ یہ رحل ہو زیبا اسی قرآن کے تلے

حلقۂ در کر ہلایا بھی تو بولے کون ہے
اب بتا میں کیا کہ نام اپنا بتانا منع ہے

آنکھ اٹھا کر بھی اگر دیکھا تو وہ پردے میں تھے
سامنے ہو پردہ ہو کر آنکھ آنا منع ہے

نام تلایا جو میں فی تو دشنکر چپ رہے
پھر پکارا کس طرح سے نل مچانا منع ہے

نل مچا کر گر پکارا بھی تو جھٹ جھلا کے کہا
جاؤ کیوں آئے تھے میں گھر میں بلانا منع ہے

اور ہلایا بھی تو پھر جا میں وہاں ہم کس طرح
وہ جہاں میں نکو وہاں تک پہنچانا منع ہے

بار بار کر کچھ اگر ہم گئے بھی واں تلک
آنکھ اٹھا کر کیونکہ دیکھیں آنکھ اٹھانا منع ہے

سامنے بھی وہ کسی صورت سے گر آئے تو پھر
بولنا ہنسنا تو کیا واں سکرانا منع ہے

مسکرائے بھی تو کچھ چمکی چمکے غنچہ وار
دل میں کیا کیا مدعا اور لب ہلانا منع ہے

لب ہلائے بھی تو کی کچھ بات سو ادھر سے بھی
پڑھنا ہر مطلب پہ عاشقانہ منع ہے

عاشقانہ شعر بھی کوئی پڑھا تو پڑھ کے کیا
آہ بھرنا منع ہے آنسو بہانا منع ہے

آہ بھر کر کچھ اگر آنسو بہائے بھی تو پھر
وہ جو دل کی بات ہے سو کہا جانا منع ہے

بات گر دل کی بتائی بھی تو پھر ہوتا ہے کیا
اے ظفر ایسی جگہ دل بھی لگانا منع ہے

خدا وہ ایسی نالوں کی سیر تاثیر کم کر دی
خطوں کی اس بت نوخط نے بھی تحریر کم کر دی

شب فرقت دراز تو نے سبھی پر کم کر دی
ہماری نالۂ شب کی فقط تاثیر کم کر دی

نہ مارا پھر کسی کو میر بعد از قتل قاتل نے
مری لو سونے ایسی بڑھی شمشیر کم کر دی

نہیں اس رخ پہ لعل و زبرجد زلف کا شانہ
چمن میں ناگ سا لڑتا ہوا ناگن سے نکلے ہے

نہ بھولا بد مروں بھی تری شمشیر کا احسان
صدا شاباش کشتی کی تری مدفن سے نکلے ہے

گئی بو پھوٹ اہل بزم سو یوں اسکی الفت کی
کہ جیسے بوئے گل باہر صبا گلشن سے نکلے ہے

متبسک ہو گیا ہے دل یہ ٹوٹے تیر قاتل کے
کہ اک پیکان زہر آلودہ ہر روزن سے نکلے ہے

ترا جو دانت ہو رنگ مسی میں اک تماشا ہے
کہ غنچہ موتیا کا سا گل سوسن سے نکلے ہے

کٹے ہے مرحوم شمع تیرے تفتہ جانوں کا
تو جا ہے خون اک آتش رگ گردن سے نکلے ہے

ہم آغوشی پر اسکے اب ہماری زندگانی ہے
نکلتا ہے وہ جب آغوش سے جان تن سے نکلے ہے

دم نخچہ مرے چاک جگر کی دیکھکر حالت
ظفر تار آفسونوں کا دیدۂ سوزن سے نکلے ہے

جا تدبیر جہاں اپنا قضا کام کرے
عقل پھر اپنی دہان کہیے تو کیا کام کرے

مرض عشق الٰہی وہ مہلک آزار
کہ نہ تشخیص حکیماں ہو نہ دوا کام کرے

سرمہ کسواسطے آنکھوں میں لگاؤں اپنے
جبکہ سرمہ کا وہ خاک کف پا کام کرے

تشنہ کاموں کو تری چاہیے آب خنجر
قاتل اس پیاس کو کیا آب بقا کام کرے

کوہکن کو ہکنی کا نہیں کرتا کچھ کام
جانکنی کوئی کرے ہاں تو بڑا کام کرے

دمبدم عشق یہ ہے عشق عاشق ناکام کو آج
لا ڈالے گل کی جو بو باد صبا کام کرے

تیر کا بھی ہو گذر واں تو کرے ٹوٹکے پر
ای ظفر تیری دہان آہ رسا کام کرے

تپک جگر تہین کیا او دیدۂ تر کھاؤ ہے
رو تو رو تے سر ہمارا آپ چکر کھاؤ ہے

پنجۂ مژگان مین دل اُس چشم فرگا نتھا ہون
واب کر چنگل مین جون شاہین کبوتر کھاؤ ہے

پارۂ دل نوک تر گان پر کہان ہی جلوہ گر
مرغ آتشوار یہ مستی مین انگر کھاؤ ہے

ہم لہو پیتے ہین اپنا گھر مین نیچ رشک سے
یان جب غیرون کے گھر کا وہ ستمگر کھاؤ ہے

کیا عجب آ ہ خلی اشیانی سی ہو مرغ پر عمل
رشک کس رعنا سی جب مہر انور کھاؤ ہے

سوز غم خوراک دل اس طرح سے میری ہو
گو کہ آتش تیز ہو لیکن سمندر کھاؤ ہے

یون خط چین جبین پر لفظ ہ لہراؤ ہے
جسطرح سر سانپ بچہ اپنے خنکر کھاؤ ہے

ایک دن وہ تھا کہ ہم کھاتے تھے غم اہ شعلہ خو
ایک دن یہ ہے کہ غم ہمکو جلا کر کھاؤ ہے

جب کبھی کرتے ہین ہم منھ سے بیان احوال غم
ایک عالم اے ظفر افسوس سنکر کھائے ہے

نازسی گر ٹکٹکی تیری اودھر لگجا ئیگی
اور کو کیا ہین کہون میری نظر لگجا ئیگی

کھینچیے جائیگے یہ نہین ہر دم جو آہ سرد ہم
کپکپی تھر تھر ابھی باد سحر لگجا ئیگی

دیکھ خط بطلاری بھر آنا ورنہ مر جائینگے ہم
دیر گر ہمکو ذرا بھی نامہ بر لگجا ئیگی

میری آنکھون نے مجھے رو رو کے رسوا کر دیا
دیکھیے کس کس جگہ اسکی خبر لگجا ئیگی

سنیے سو لگجا ؤ جسے دل پر کہ آئے ہو
باتون ہی باتو نہین دیکھو دو پہر لگجا ئیگی

مرغ جو ڈر کو نہ پکر گھر سے تم نکلے تو ہو
پر جدھر جاؤ گے آتش ادھر لگجا ئیگی

تمہاری عاشق کو کیا ہوا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے
وہ مست مجذوب بنگیا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے
ہزار کوئی سیانے لائے کوئی بلائے کوئی کھلائے
جسے کہ زلف کا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے
کیا جسے تو نے سو حیرت دیکھا کے آئینہ وار صورت
وہ تیری صورت کو تک رہا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے
تمہاری وہ بات ہے دہن میں ہزار انداز ہیں سخن میں
چمن میں یہ غنچہ کیا بلا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے
طمانچہ سو کوئی منھ پہ مارے چلیں ہزار سکے سر پہ آرے
جو اس لب لعل پہ فدا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے
کھلی ہے جس پر کہ کچھ حقیقت وہ کھول کر دیدۂ بصیرت
تماشے قدرت کے دیکھتا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے
جو درد ہوتا تو غل مچاتا جو سایہ ہوتا تو سر ہلاتا
الٰہی دل کو مرض یہ کیا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے
کریں نکیرین قبر میں گر سوال سو طرح سے آکر
جو گشتہ چشم سرمہ سا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

غوطہ دریاے محبت مین لگانے کو ظفر
آشنا ہمت تو کرتے ہین مگر دم چاہیے

قاصد وہ نہ کیونکر خط و پیغام سے چونکے
جو خط کے لفافہ پہ مری نام سے چونکے

شب بھر وہ پڑے رہتے تھے منھ اپنا لپیٹے
کیا وہ کہ ہین آج سر شام سے چونکے

اللہ رے غفلت کہ ہے بستر پہ ذرا بھی
وہ نالۂ آہِ دلِ ناکام سے چونکے

اس تلخکلامی پہ دل اپنا تجھے کیا دین
ہم پہلے ہی ظالم تری دشنام سے چونکے

تھا شام سے تا صبح بغل مین جو دل آرام
آرام سے شب سوئے ہم آرام سے چونکے

ساقی تری مے کش ہین وہ مستی مین بھی ہشیار
جو خندۂ مینا و لبِ جام سے چونکے

اس شورِ قیامت کا بڑا ہو کہ عدم مین
سوتے تھے پڑے ہم عجب آرام سے چونکے

سوتے مین سپاہی ڈرایا نہین ہمکو
ہم ڈر کے تری زلف سیہ فام سے چونکے

یون مرغ دل اس زلف کی پھندے سے ڈرے ہے
جس طرح ظفر صید کوئی دام سے چونکے

لگھو لگا مین جو خطون مین شکایتین دونی
بڑھین گی اور بھی قاصد عداوتین دونی

نمک چھڑک کے جو مرہم لگاؤ وہ قاتل
اٹھاؤن زخم کی کھانی مین لذتین دونی

تری نگاہ وہ ہے الحفیظ کی ہے جاے
اگرچہ دل کی کرونگی حفاظتین دونی

رقیب نے تجھے بھڑکا دیا ہے آتش خو
کہ بات بات مین اب مین شرارتین دونی

اُس راہ پر جو ایک جگہ جمکے بیٹھ جائے
مانند نقش پا سر رہ جمکی بیٹھ جائے

دیتی نہیں صفائی ٹھہرنے نگہ کا پانوں
اُس رخ پہ ذرہ میری نگہ جمکی بیٹھ جائے

نم گریہ کی ہمارے جو پوچھے تو پھر ابھی
گردوں کے نہ ورق کی بھی جمکی بیٹھ جائے

چیتا ما تو بہار کی صنعت نہ تو پھر
غنچہ کے سر پہ کینو کلہ جمکی بیٹھ جائے

ٹانکے سے جیونٹے کے وہ بہتر ہے چارہ گر
گر زخم دل پہ اُسکی مژہ جمکی بیٹھ جائے

اُس رخ پہ حلقہ زن خط مشکین ہے یوں ظفر
دولت پہ جیسے مار سیہ جمکے بیٹھ جائے

جو تماشا دیکھنے دنیا مین بھی آئی ہوئے
کچھ نہ دیکھا پھر چلے آخر وہ پچھتائی ہوئے

فرش مخمل پر بھی مشکل سے جنھین آیا تھا خواب
خاک پر سوتی ہین اب وہ پانون پھیلائی ہوئے

جو مہیا ہے فنا ہستی مین ہین مثل حباب
ہوتی ہین اول ہی سے پیدا وہ کفنائی ہوئے

غنچے کتنی ہین کہ ہوگا دیکھیے کیا انکا رنگ
جب چمن مین دیکھتے ہین پھول کملائی ہوئے

غافلو اس اپنی ہستی پر کہ ہے نقش برآب
موج کی مانند کیون پھرتی ہو بل کھائی ہوئے

بے قدم نقش قدم کب بیٹھ سکتا ہے کہ ہم
آپ سے بیٹھے نہین بیٹھی ہین سٹھلائی ہوئے

اے ظفر بے آب رحمت اُسکے کیونکر بچ سکے
نفس سرکش کے جو یہ شعلہ ہین بھڑکائے ہوئے

ہر کمین مجکو تماشای جہان ایک سا ہے
کہ تصور ترا اے راحت جان ایک سا ہے

رو کشی کرتا ہو تو ماہ جبین سے لیکن
آسمین نقصان رکمال تجھ کچھ ہونا ہے

خواب غفلت مین پڑا سو دیگا کب یہ بخت
ہو تو ہشیار جو غافل تجھ کچھ ہونا ہے

خاک ہے سو دلا پہلے ہو تو خاک کہ پھر
نہ ہوا ہی نہ تہ گل تجھے کچھ ہونا ہے

اے ظفر پیش نظر یار کی تصویر کو رکھہ
اُسکے ہونے سے مقابل تجھے کچھ ہونا ہے

یہ جہان کا آئنہ خانہ پری خانہ سا ہے
جو یہان ہو ہشیار آتا ہی وہ دیوانہ سا ہی

کوئی اس سے باوہ کش ہی کوئی ہو خونا پوش
یہ جو گہ دون رات دن گردش مین پیمانہ سا ہی

آشنائی گر نہو تجھ سی تو ہے کون آشنا
آشنا نا آشنا ہے اپنا بیگانہ سا ہے

جسکو تو ذرا اپنا جلوہ شمع رو دکھلا دیا
گرد پھرنا تجھ پہ جی سے گر دپروانہ سا ہے

تو کی تو زلف اکھون سے تری سلجھائین ہم
یہ ہمارا پنجہ مژگان بھی اک شانہ سا ہے

علم سینہ ہو تو رشک بوعلی سینہ ہی تو
یہ جو سینہ مین تری دل ہی کتب خانہ سا ہے

اے ظفر رونا پڑی دولت سے اُسکے غش مین
جو ہی قطرہ اشک کا موتی کا اک دانہ سا ہے

راہ صحرا کی جو ہمنے بھی لینے لگے
ہر قدم پر ہر خار صحرا لے جنون لینے لگے

دانے سب ہو گئے معلوم دل کی لاگ سے
جب ہی ہم بند کر کر چشم نم لینے لگے

اور بھڑکی آتش غم اور دل جلنے لگا
سانس جو ہم ٹھنڈی ٹھنڈی و سرد م لینے لگے

شغل میں دل کی جو مشغول ہوا ہے ہر دم
اس سے بہتر ہے کہ جو شاغل آئینہ ہے

اُسکا خ آئینہ میں دیکھکے حیران ہوں میں
کیونکہ آئینہ ظفر داخل آئینہ ہے

ملک فنا اور ہو ملک بقا اور ہے
یہاں کی ہوا اور ہو وہاں کی ہوا اور ہے

زندگی و مرگ کا ذائقہ میں کیا کہوں
اُسکا مزا اور ہو اسکا مزا اور ہے

قلب مصفا سے کیا آئینہ رو کش مو تاک
اسمیں صفا اور ہو اسمیں صفا اور ہے

ہو تری بیمار کا چارہ طبیبوں سے کیا
اُسکو مرض اور ہو اُسکی دوا اور ہے

میرا لہو پانی سے مل کے چھٹا تے ہو کیا
یہ خی خون اور ہو رنگ حنا اور ہے

نالۂ دل میں کہاں دل کی فغاں کا اثر
اُسکی صدا اور ہو اسکی صدا اور ہے

اُسکے ستم کو ظفر کیوں کہ ادا چاہیے
طرز ستم اور ہے طرز ادا اور ہے

لپٹی ہو یہ جو آتش عصیان وجود سے
ٹھنڈی نہ ہوگی گر آب سجود سے

مٹ جائیگی نمود تری دم میں اے حباب
کیوں باندھتا ہے اپنی ہوا تو نمود سے

ظالم نہ کھول تو رخ روشن پہ اپنے زلف
تا ریک کر جہان نہ مری دل کہ دود سے

سودائے عشق میں وہی ہوتا ہے کامیاب
ہو تیز زبان کو اپنے جو سمجھے ہو سود سے

دیکھی ہو جس نے گردش چشم سیہ تری
وہ رتا نہیں وہ گردش چرخ کبود سے

رہی اتنی بھی طاقت و تاب نہیں کہ زمیں سے اب اُٹھے یہ خاک نشیں

ترے کوچے کی سمت بلا سے کہیں مرا گریۂ شوق بہا دے مجھے

کئی زخم تو کھائے یہ آج تلک ملی لذت عشق نہ زیر فلک

مرے زخم جگر پہ چھڑک کے نمک مزہ شوق وفا کا چکھا دے مجھے

لگے بات کا میری ٹھکانا کہاں کہ جب ایک سخن میں وہ سحر بیاں

کبھی عرش برین پہ چڑھا دی مجھے کبھی فرش زمین پہ گرا دے مجھے

نہو دام علائق جسم اگر گردن گلشن قدس کی سیر ظفر

کوئی ایسا کامل پاک نظر کہ جو قید سے اس سے چھوڑا دے مجھے

دیگر

شوق خارہ دشت دامنگیر ہے — اور مجنوں پائے در زنجیر ہے

جذبۂ دل میں جہاں تاثیر ہے — بس وہیں محبوب ہے وہیں تسخیر ہے

فرق مجھ میں اور مجنوں میں نہیں — ایک صورت ایک سی تقدیر ہے

کیا شگفتہ کر سکے باد بہار — دل نہیں یہ غنچۂ دلگیر ہے

غفلت دنیا ہی خواب اے غافلو — عاقبت اس خواب کی تعبیر ہے

مصحف رخ پر تری خط ہے کہاں — وہ کلام اللہ یہ تفسیر ہے

دل سمجھ جائے ہمارا ناصحا — دیکھیں کیسی آپ کی تقریر ہے

مرگ ہی صحت ہو اُسکی مرگ ہی اسکا علاج
عشق کا بیمار کیا جانے دوا کیا چیز ہی

دل مرا بھیجا ہی لیکر پھر مجھی سے وہ نگار
پوچھتا ہی ہاتھ میں میرے بتا کیا چیز ہی

خاک ہی پیدا ہوئے ہین دیکھ رنگا رنگ گل
ہی تو نیا چیز لیکن اسمین کیا کیا چیز ہی

جسکی تجکو جستجو ہے وہ کبھی مین ہے ظفر
ڈھونڈھتا پھر پھر کے تو پھر جا بجا کیا چیز ہے

دوستی مین جسکی اپنی جان پر ای دل بنی
وہ بھی دشمن نکلا یارب کیا مسلسل بنی

پھر گیا اس آرزو مین سیکڑون تیر زن
تیری ابرو سی نکوئی تیغ ای قاتل بنی

کوہکن کا کام کیا پتھر تبا کا ڈہیر وہ
بان مگر چھاتی پہ رکھنے کو کوئی ہی سل بنی

مالک ہستی ہی جو ہے جو راہ پیما ہے عدم
کچھ نہین معلوم اُسپر کیا منزل بنی

آدمی ہو ذی سی ہو ذی کاش دنیا مین بہم
جس سے اُسکی سخت تر عقدہ ہو حل دل بنی

اس عداوت گاہ مین ہی ہر پرستی پر شکست
جو بنی یہان سے بگڑ ذی ہی کردہ قابل بنی

محو حیرت ای ظفر ہو دین نہ کس صورت سے ہم
آرسی اب اُس پری رخسار کی مائل بنی

جب دم غسل اُسکا گیسو آب مین لہرا گئے
موج نکہت سے تالاب مین لہرا گئے

اُسکے خط سبز سے سرسبز ہو ذی نہین
لاکھ سبزہ گلشن شاداب مین لہرا گئے

اُس رخ خارد شن پہ گر زلفین ہوا ہل گئین
خوب کلی جلوہ مہتاب مین لہرا گئے

بزنگ غنچہ و گل اس چمن مین آکے جو دیکھا
دل شگفتہ پہلے ناظر مسرور پھیرے ہے
ظفر کیونکر مبدل ہو سکے تقدیر کا لکھا
کہ جو مہجور پہلے تھا وہی مہجور پھیرے ہے

دیگر

ترا خیال نہ بھولے خیال ہو تو یہ ہے
زہے خیال کو راہ وصال ہو تو یہ ہے

تمنا ائے تمنا مجھے کبھی ہو نہ وہ صاف
ہمارے دل مین ہو گر وہ خیال ہو تو یہ ہے

دکھا دی تو نے تنا بندہ وخم ابرو
کہ ہاں یہی تو یہ ہے اور ہلال ہو تو یہ ہے

آتا ہین خط زرکونہ کیونکہ شیشہ مین
خرابی ڈالنے والی مجھ ہی مجال ہو تو یہ ہے

کری ہے قتل مین میرے کمی تری تیشہ
جھٹکا ڈے کیونکہ نہ سر انفعال ہو تو یہ ہے

دکھا ڈے گر یہ کنعان کو جلوہ تو اپنا
تو وہ کہے کہ جو حسن و جمال ہو تو یہ ہے

ظفر دم آنکھون مین ہے اور نگاہ جانب در
اب انتظار مین اسکے جو حال ہے تو یہ ہے

جسکی تصویر ہے یہ سامنے ہم جان گئے
خواب مین دیکھ چکے تھے اجی پہچان گئے

بہ غضب جو ہر تیغ شیر قضا پر قاتل
چین ابرو کی تری دیکھ کے چین پان گئے

اس گلستان مین ہزارون روش غنچہ و گل
آئے باخاطر دلگیر و پریشان گئے

گمان تھا چور ناحق قہر چوکیدار پر ٹوٹا

ظفر ٹوٹی ہوئی ہے وہ تو زنجیر اپنے ہاتھ تو نکلی

نکل کر آنکھ سے آنسو گرا وہ تو پھر زمین پہ ٹپکے
اور آستین سے گرا وہ تو پھر زمین پہ ٹپکے

پھنسے حلاوت دنیا میں کس طرح نہ حریص
مگس کب اٹھتی ہے جب پانوں انگبین پہ ٹپکے

اچھل کے آتش سوزاں سے بھاگتا ہے سپند
عجب ہے حال تری روی آتشین پہ ٹپکے

زمین پہ ہاتھ سے دنیا کو ٹک سکے نہ مسیح
اور اتنے دن جو ٹپکے خیج چار بین پہ ٹپکے

یہ خانہ باغ ہے موجود سینہ پر داغ
جو سیر دیکھیے تو وہ دل کی شہ نشین پہ ٹپکے

مجال اتنی مری مرغ نامہ بر کو کہاں
کہ اسکا پنجہ ذرا بام بہ جبین پہ ٹپکے

وہ مضطرب ہوں کہ مانند موج ہر سر آب
کوئی نہ عرق مرے نام کا نگین پہ ٹپکے

جو جھونکا ہوں وہ مقابل صبا کے ہلتا ہوں
کہ دھوں اک سر نسرین یا سمین پہ ٹپکے

کبھی نہ لغزش پا ہو وہ استقامت کو
اگر عصا کے توکل رہ یقین پہ ٹپکے

نہ کھینچے سر بفلک کیونکہ وہ ظفر جس کا
سر نیاز قدم گاہ فخر دین پہ ٹپکے

پاس جانا کسے کہا کسنے کہ جانا منع ہے
دل کو پر اس دشمن جاں سے لگانا منع ہے

ہو کی سرکش گر پڑا فوارہ آخر کے بل
جھک کے جانا چاہیے یہاں سر اٹھانا منع ہے

گل کھلایا تازہ یہ خون شہید ناز نے
ہون جبتک پھول انکو پان کھانا منع ہے

چہرۂ ساقی جو ہوگا عکس افگن اے ظفر
صاف ساغر سے پری بنکر شراب اُڑ جائیگی

دیگر

آن سے اگر کسی دن ہو گفتگو ہماری
تقریر پھر تو کیا کیا ہووے وہ رو بہ ہماری

اس شوخ نازنین کے متقول نازنین جو
تربت پہ جا ہی سبزہ ہو نازبو ہماری

تجھ بن اے شمع خان کر دے بھی استدرہم
سب پھکے ہی آستین سے اٹک لہو ہماری

عشق و جنوں کی ہمکو منظور ہی رفاقت
اے عقل اب نہ ہم ہین تیرے نہ تو ہماری

مر خاک منھ کو ملتی ہین خاکسار اپنے
جون آئینہ اسی مین ہے آبرو ہماری

تم جو گلا کرو ہو ہم جیسے مین کو لڑ کو ہم
گر وہ ہی خو تمھاری تو یہ ہی خو ہماری

پایا تو اسکے جیسے دل کو مکان مین پایا
دیر و حرم مین بیجا تھی جستجو ہماری

نازان ہی غیر ناحق اپنی مصاحبت پہ
رہتی تھی یون ہی صحبت تجھ سے کبھو ہماری

اس گل کے تا بدامن پہونچا نہ اے صبا ہم
برباد خاک تو نے کی کو بکو ہماری

سر جا ہی پہونچا اپنا قدمون پہ فرقدین کے
برآئی اے ظفر تھی جو آرزو ہماری

جیسے ہم یار وفادار ہین ایسے ہوتے
جیسے تم شوخ جفا کار ہین ایسے ہوتے

رفتہ تری رفتار سے ہو حشر بپا
ہمکو معلوم کچھ آثار ہین ایسے ہوتے

خوشبو تری پسینے کی مین کیا کہون کہ ہے
ہر قطرہ ایک شیشہ لبالب گلاب سے

بیتاب ہوکے کاہیکو یون لوٹتی تھی برق
سیکھی ہی یہ مرے دل پر اضطراب سے

تم جھاڑو دھنا کے ذرا پونچھ کے بال
پھر دیکھو کیا بہتے ہین موتی سحاب سے

کرتا ہی قتل وقت جواب سخن مجھے
ہنس دینا اٹکا اور نہ کہنا جواب سے

مارے ہے ڈر نہین اتنا کہ جس قدر
ڈرتا ہون اُسکے طرہ پیچ و تاب سے

گر ساتھ سوز عشق رہے بعد مرگ بھی
کوئی نہین عذاب سو اس عذاب سے

ابتک خمار آنکھون سے جاتا نہین ظفر
لیٹے تھے رات خواب مین کس مست خواب سے

یہ دیوانہ دل جو انکے ملنے کو ترستا ہی
کہ ظاہر کی ہی دوری ورنہ وہ تو پاس بستا ہی

مجھے رونا تو یہ ہی مثل شبنم اے گل خندان
کہ جب تا ہون ہیرے رو برو تو اور ہنستا ہی

اودا لائی ہوا ابرو پہ زلف عنبر افشان
طواف قبلہ کو دیکھو ابر رحمت کیا برستا ہی

جو دیکھا ہی مزار کشتۂ چشم مغنی کو
کہ جب دیکھو سر بالین و ہر اک گل دستا ہی

اگر ہوش و خرد و گریوہ تا زلف بتان ٹوٹے
بچھوڑی دل کہ یہ سودا تجھی اس مل رستا ہی

لکھی خامہ نے قاصد سلیخط شکستہ مین
کہ تا معلوم ہووے اُسکو جان یہ دل شکستا ہی

ظفر کیا پوچھتا ہی راہ مجھسے اُسکے ملنے کی
ارادہ ہو اگر تیرا تو ہر جانب سے رستا ہے

زلف اُس کی فرتری ہے کیا کہنہ فتنہ بند
ہر گرہ میں ہے دلِ شوریدہ سر باندھے ہوئے

معنیِ تازہ کی رہتی ہے نہیں ہر دم تلاش
باندھتے ہیں ہم کوئی مضمون ظفرؔ باندھے ہوئے

کافر تجھے اللہ نے صورت تو پری دی
چہرہ تری دل میں محبت نہ ذری دی

دی تو نے مجھے سلطنتِ بحر و برِ عشق
ہونٹوں کی تری خشکی مری آنکھوں کی تری دی

خال لبِ شیریں کا دیا پوسکٹ نے
اک چاٹ لگا ذوق کو مرے تیشہ گری دی

کافر تری سودائے سرِ زلف نے مجھکو
کیا کیا پریشانی و آشفتہ سری دی

محبت ہے عجب کے زمانی میں نگیں کو
بے کاوشِ سینہ نہ کبھی نامور ی دی

صیاد دی رخصت پرِ و بازِ پر افسوس
تو نے نہ اجازت مجھے بے بال و پری دی

کہنا ترا کچھ سوختہ جاں پیک اجل نے
فرصت نہ اُسے مثلِ چراغِ سحری دی

قسام ازل نے ترا کھا ہمکو بھی محروم
گرچہ نہ دیا کوئی ہنر بے ہنری دی

اس چشم میں ہے عمر کا و نالہ پہ آنسو
کیوں ہاتھ میں بدست کے بندوق بھری دی

دل دیکھے کیا ہمنے تری زلف کا سودا
اک آپ بلا اپنے لیے مول خریدی

ساقی نے دیا کیا مجھے اک ساغرِ سرشار
گویا کہ دو عالم سے ظفرؔ بے خبری دی

ہے دو پٹہ مرخ جو وہ رشکِ گل اودھر ہوئے
باغ میں گل ہائے رنگِ خجلت ہیں گل اوڑھے ہوئے

ظفر لب خشک ہین تو دیدہ ہی نم دیدہ عاشق کا
زمین ہی اس خرابی کی کمین سوکھی کمین گیلی

دل تماطیش مین کیون لاگی تو بگڑتا ہی
کہ جوش گلہا کی جگہ مین لہو بگڑتا ہے

چمن مین کمدو نہ چلاے عندلیب اتنا
کہ خوش نگلو ہی وہ اسکا گلو بگڑتا ہے

جو ہاتھ بھی مرے آتا ہے نسخہ اکسیر
نصیب سے کبھو ہنستا کبھو بگڑتا ہے

سوال بوسہ کرون کیا بگاڑ مین اس سے
کہ اور منکے وہ یہ گفتگو بگڑتا ہے

جو روبرو سے بولے تو منہ بگڑ جاے
تمھاری سامنے کیا کیا عدو بگڑتا ہے

گیا نہ بعد فنا بھی بگاڑ قسمت کا
کہ میری خاک سے بنکر سبو بگڑتا ہے

خدا نہ دی تجھے ناخن خبوں ترے ہاتھون
ہمیشہ چاک جگر کا رفو بگڑتا ہے

سنوار بیٹھا ہو زلف تو تجھے کیا کام
کسو کا کام گر ای حیلہ جو بگڑتا ہے

خدا ہی ہو کہ ہے اُس سے اے ظفر اپنی
کہ بات بات پہ وہ تند خو بگڑتا ہے

بانی کرنی مجھ مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہی تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

لیگیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
بیقراری تجھی اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

اُسکی آنکھون نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

عکس رخسار نے کسکے ہی تجھے چمکایا
تاب تجھ مین مہ کامل کبھی ایسی تو نہ تھی

راہ ہستی وہ قدم ہیں کہ جرس ہے مثل برنتا | ذرہ چمکا ذرہ میری گرم جولانی مجھے

ایک جہان زیر نگین ہے میرے داغ عشق سے
اے ظفر کیا چاہیے مہر سلیمانی مجھے

میرے حق میں اسکی تدبیر کیا خالی پڑی | تیر کیا خالی پڑا شمشیر بھی خالی پڑی
کیا سکل بھاگ تری دیوانی زندان سے کہ ہی | طوق بھی خالی پڑا زنجیر بھی خالی پڑی
فائدہ ہووے گا کیا تیرا دوا میں اے طبیب | اسکی گر لی خاک پا اکسیر بھی خالی پڑی
تشنہ آہ سحر سے کیا نہ ٹوٹا کوہ غم | بلکہ ضرب نالہ شبگیر بھی خالی پڑی
مدرسے میں عشق کے ہے اور ہی درس کتاب | شرح بھی بیکار ہی تفسیر بھی خالی پڑی
فی جواب خط ملا قاصد کو ذمنے سے جواب | ساتھ دہان تحریر کی تحریر بھی خالی پڑی
گاہ دیکھا منعموں نے مال زر سے گھر بھرے | اور کبھی دیکھا کہ ہے تعمیر بھی خالی پڑی
گر گیا جسدان سے وہ ناوک فگن پہلو تہی | ہو مرے پہلو میں جائے تیر بھی خالی پڑی

شاہد مقصود ہے کس کی بغل میں اے ظفر
دیکھ ہے آغوش خیر پیر بھی خالی پڑی

دیگر

دان ارادہ آج اس قاتل کے دل میں اور ہے
اور یہاں کچھ آرزو بسمل کے دل میں اور ہے

وہ مانگ جبکہ نکالے ہی سر کہ بانو نکی
کہان ہی تاب تو ان یہ کہ دل سہ نکلی ہے
نسیم خلد یہ کرتی ہی کس طرح کا ناز
کہون مین کیا تری احسان تیغ اے قاتل
بھری ہی دلمین کسی کی کہ جو اسکی حسرت وصل
کہان ابر مین کیا خوشنا نکلتی ہے
نکلتی بھی ہے تو لیکر عصا نکلتی ہے
تری گلی سے جو ہو کر صبا نکلتی ہے
کہ زخم زخم کی منہ سی دعا نکلتی ہے
نہ جیتے جی نہ وہ بعد فنا نکلتی ہے

ظفر چھپائے سے کیونکر چھپے یہ سوز درون
کہ زخم سینہ سے آتش سدا نکلتی ہے

چل گیا کوئی تیر اتیر نظر اور بھی ہے
مجھسے کیا پوچھتی ہو غم سی ہی پوچھو برسے
قید ہو جائیگا قاصد ہی کہ ڈر کیا ہی مجھے
جی مین ہی ابر کو مین اپنا دکھاؤن دونا
چہ شد اللہ رے نزاکت کہ اگر لف کا عکس
گذری دنیا سی تو کیا گر نہ خودی سے گذرے
کہا مجنون نے بگولے سے اڑا خاک نہ تو
اُسنے کس لطف سی پوچھا دم بسمل مجھسے
ہم انھین لینگو جا ینگے وہ آئین کہ نہ آئین

آج اک زخم سر زخم جگر اور بھی ہے
جیسا مین غمزدہ ہون کوئی ستمگر اور بھی ہے
خط بھی بکڑا گیا ہو یہ خطر اور بھی ہے
کہ وہ جا ئے کوئی بادیہ تر اور بھی ہے
بوجھ ڈالا تو لچکتی وہ کمر اور بھی ہے
ابھی دریش مین ایک سفر اور بھی ہے
آج اس دشت مین اک خاک بسر اور بھی ہے
کہمد و کچھ دلمین تمنا تری گھر اور بھی ہے
ابکی ہار ی تو ارادہ یہ ظفر اور بھی ہے

تصور سے سوا دیکھا نہ کوئی راہبر کامل
جہان دریدہ تھا یارو وہان بے پردہ ہم پہونچے
کہا نامے مین رکھکر مین نے لعل لخت دل اپنا
کہ اے قاصد مری جانب سے اُسکو یہ رقم پہونچے
دم گم گشتگی پہونچے نہ میری گرد کو عنقا
وہ کو معمورۂ ہستی سے تا ملک عدم پہونچے
بلا رلف مسون انکھین نگہ فتنہ ادا آفت
پری نکلا قیامت قد غضب بازو ستم پہونچے
ظفر کیا پوچھتا ہے اُس سراپا ناز کا عالم
یہ زیبائی وہ رعنائی بھلا کس کس کو ہم پہونچے

دیگر

ہر سر مژگان نظر لخت جگر آنے لگے
ان در رخنہ نین تم کیا طرفہ تر آنے لگے
میری رونے سے ہنسی اُنکو اگر آنے لگے
ایک عالم برق و باران کا نظر آنے لگے
ہنستے دیکھا دم پر سو رانے کوئی آئے
پر کچھ ایسا ہو مرے دل کی خبر آنے لگے
تجھپہ عاشق ہو ذرے ایسی ہوئی بطاقی
عشق بیعشق ہر دم ہمین ای عشوہ گر آنے لگے
ایک پر بھی نہ آتا تھا پر اب ہی کچھ فریب
خط جو اے کر تو اثر نامہ پر آنے لگے

کیا بدمست ہمکو جب سے چشم مست ساقی نے
نظر ہیں خواب میں بھی شیشہ و پیمانہ آتا ہے

جو سمجھے نقش پائے فخر دیں کو تاج سر اپنا
پسند اُسکو ظفر کب افسر شاہانہ آتا ہے

دیگر

ہائے ان آنکھوں کی میری کیا وہ بینائی ہوئی
چھپ گئی آنکھوں سے اک صورت نظر آئی ہوئی

ہی جہاں تیرے لب لعلین کا اے قاتل شہید
جامۂ پر خون سے نعش اُسکی ہے کفنائی ہوئی

تیری صورت جام کی ہے جام مے کا دور ہے
بجکو گردش اس لیے اے چرخ مینائی ہوئی

عارض روشن دکھایا کسنے جسکے رشک سے
روشنی ہے شمع محفل تیری کجلائی ہوئی

رقص بسمل ہووے اور نغمہ بھی ہو فریاد دل
جانے جب قاتل کہ بان کچھ محفل آرائی ہوئی

آئینہ جب دیکھتا ہے یار زلفین کھول کر
دیکھتا ہون صاف دریا پر گھٹا چھائی ہوئی

مجکو نہ گریبان سے نہ دامان سے گلہ ہے
پر دست جنون کو تن عریان سے گلہ ہے

دیکھی نہ کبھی خواب مین بھی لف پریشان
آنکھون کو مرے خواب پریشان سے گلہ ہے

دو پھول بھی لایا نہ سر گور شہیدان
تا حشر یہ اس رشک گلستان سے گلہ ہے

شکوہ نہین بسمل کو تری تیغ قضا سے
البتہ تری خنجر مژگان سے گلہ ہے

ہین لعنت رخ یار سے رکھتا ہون شکایت
ہندو سے نہ شکوہ نہ مسلمان سے گلہ ہے

شکوہ ہی اگر مجکو تو دشمن سے ہے اپنی
نہ دشمن سے نہ خانہ زمان سے گلہ ہے

رو رو کے کیا راز دل اُس سے مرا افشا
مجکو ظفر اس دیدۂ گریان سے گلہ ہے

تو نے دسکے دل و دین ای بت بیدین لیے
آپ سے کس دیدہ جس نے لیے چھین لیے

چشم مین اُسکی کہان سرمہ کا دنبالہ ہے
دل عذر کر کہ ہی دست قرابین لیے

گالیان دین ہین ہر بوسہ پہ اُسکی دوچا
بوسہ اُسکی دہن و لب کے جو دو تین لیے

کون دل شاد گیا عشکدۂ دنیا سے
جو گیا یان سے گیا داغ غمگین لیے

اپنے دامن مین بجا ہے گل تر پارۂ دل
ہین ہمیشہ چمن عشق مین گلچین لیے

دل لیا غنچہ تر گا نمین تری چشم فسون
جیسے طرح صید کو جنگل مین ہو شاہین لیے

اے ظفر تجربہ کرین لگا کر غوطہ
ہم نکلتے نہین بے دُر مضامین لیے

انصاف کی آنکھون سے دیکھا جو ظفر نے
دو چار سے بہتر ہے دو چار سے بہتر ہے

آشنا ہو تو آشنا سمجھے
ہو جو نا آشنا تو کیا سمجھے

ہم اسی کو بھلا سمجھتے ہین
آپ کو جو کوئی بُرا سمجھے

وصل ہے تو جو سمجھے اُس سے وصل
تو جدا ہے اگر جدا سمجھے

زہر دیوے جو اپنے ہاتھ سے لے
تیرا بیمار غم دوا سمجھے

تو ہی کعبہ مین تو ہی بتکدہ مین
ہے وہ مشترک جو دوسرا سمجھے

ہو وہ بیگانہ ایک عالم سے
جسکو اپنا وہ دلربا سمجھے

اے ظفر وہ کبھی نہو گمراہ
جو محبت کو رہنما سمجھے

چونکا غذ کا چمن مین گل کتر کر پھینک دے
اپنے پر منقار سے بلبل کتر کر پھینک دے

باغ مین آوے جو تو اپنی کتر کر بیڑیان
سرو سے زلف اپنے ابھی سنبل کتر کر پھینک دے

یون اُڑا دیتے ہین سر عاشق کا وہ بیداد گر
شمع کا گلگیر مجھسے گل کتر کر پھینک دے

اگر چمن سے ترا نی برق و نار ہو گی عندلیب
جل کر خاکستر ہزار دن آشیانی ہو گے

بسکہ دانی کر نگی عشق میں آنکھوں سے ہمہ
تار مژگا نہیں جو کچھ اشکوں کے دانی ہو گے

شام ہی سے وہ جو شکے دیکھ میرا حال نزع
گھر میں بان گھی کی چراغ انکے خلافی ہو گے

تکلے انکا حاصر جو وہ بکے ہو دیا پیام وصل
دہنہ مرد دلہین آنیگے بہا فی ہو گے

اپنی انجم بکو دکھلا کر فلک کہتا ہو دیکھ
عشق میں اپنی ہی بکھو داغ کھا فی ہو گے

آدم خاکی میں ہر جو یہ زر حسن اے ظفر
کر دیے اس خاک میں پہان خزانے ہو گے

برای روشنی دل ہو دلہین داغ اولے
درون خانہ تاریک ہو چراغ اولے

بہار دیکھ لگا اپنے دست و پا مین حنا
نہین ہو اس سے تماشا ہو چار باغ اولے

مجھو دکھا دو ذرا اپنی چشم مگون تو
کہ سیر حق مین ہو ساقی ہی ایاغ اولے

زیادہ تر بد کو ہو جوش کلام سو کیا
کہ ہو سکے کہو طوطی سو کیونکہ زاغ اولے

نہ وہ ملا نہ ملے گا سراغ کو چہ زلف
جو ہو نہان دل گم گشتہ کا سراغ اولے

سمجھ سلطنت جم سو کم قناعت کو
ہزار ملک سے یک گوشہ فراغ اولے

ظفر ہو کیون کہ نہ عالم پسند تیرا سخن
کہ تیرا فکر رسا دل صفا دماغ اولے

خط سبز اسکا کیا زیب دہن ہے
بر لب کعبہ جنت کا چمن ہے

جلد اول دیوان

داغ حسرت جو دل فروزِ جانان یہ ہے
عشق کی مہتر نگ فرمانروا لاستان یہ ہے

ہنسے جانا آج پھر آیا ہی عقرب میں قمر
اس طرف سے کہ زلف اسکی رخ تابان یہ ہے

دیکھ پیشانی پہ جانان تیرا ٹیکا مہ جبین
مہر گردان سد اگردون مہر گردان یہ ہے

ابر تو بھی ٹاٹ کی موٹی کہ معراض عیا
دیکھ تو کیا کیا کرتی لہر یگستان یہ ہے

یار کی لعل حیات افزا پہ دیکھو خط سبز
خضر آبِ بقا یہ کو یا چشمۂ حیوان یہ ہے

ناتوانی سے گران ہی وہ بھی مجنوں کو تیرے
تار آنسو کا اگر کوئی تن عریان یہ ہے

اک تبسم سے کریگا تیرا سو ٹکڑے جگر
غنچہ تو کس شمار میں ہنستا اس لب خندان یہ ہے

جسکی گردن پہ پھرا نا لگا خبانی اس بے پیر
آبداری تہم تیری خنجر براں یہ ہے

ہے تو مشت خاک یہ نا چیز پر کچھ چیز ہے
اے لطف جس سے فرشتوں کی بھی رشک انسان یہ ہے

زندہ یوں عشق میں ہیں مائل گیسو جلتے
بسطرح سے کہ پس از مرگ ہیں ہندو جلتے

گرمی دل سے ہیں یہ سینہ و پہلو جلتے
گر نکلتے مری آنکھوں سے ہیں آنسو جلتے

آدمی میرے تری گھر میں کہاں جا ئے کہ واں
یہ فرشتوں کے ہیں واں شوخ پری رو جلتے

پارہ دل کو ہوا گر یہ سمندر غرغ
دیکھو پانی سے چراغان ہیں لب جو جلتے

شعلہ سے برق تلک تمع سے خورشید و فلک
دیکھکر سب ہیں یہ تیرے رخ نیکو جلتے

سرد ہو گری بازار تری اے خورشید
داغ سینہ میں مرے دیکھے اگر تو جلتے

دُرِ ہمخوبان کمان ابروی یہ ناوک فگن — تیر مژگان دل یہ ہین سو سو برابر مارتے

پاس خاطر تھا اگر میری ہمین ہمیں صیاد کا — ورنہ ہوتا دام سونکر مے اگر پر مارتے

کشتی کرتی تھے میری دود برداے شعلہ خو — شمع کو محفل ہین ہان گردن کیونکر مارتے

فتنۂ محشر ہزاروں پیش پا افتادہ ہین — پر نہیں تیرا ہی دو ایک ٹھوکر مارتے

دمبدم کرتا ہی ہمپر تیز تو تیغ ستم — اور ہرگز ہم نہین دم اے ستمگر مارتے

گر نہ تو تھوکھولا تری ڈر گر بجھو کی یاد سے — ہین طمانچے دمبدم منھ کی برابر مارتے

تیر گذری تو نی دکھلائی نہ اپنی چشم مست — ورنہ میکش تیر سے اب ساقی کوثر مارتے

لکھے تو ایسی غزل کوئی قلم برداشتہ
اے ظفر لاف سخن ہین کیا سخنور مارتے

دیگر

جہان تیر گشت و خون و قصد ظلم رانی ہے
یہان ہے صبر و شکر اور آزردے جانفشانی ہے
نہین ہم ڈرنے گر قاتل کو قصد تیغ رانی ہے
ہمین پاس وفا ہے جان دینی شادمانی ہے
تری آب دم شمشیر آب زندگانی ہے
شہیدون کے لیے تیرے حیات جاودانی ہے

مبصر کرتی ہیں دیکھ اسکی چین برجبیں تم
اگر یہ جوہر صبا کا ہیکو تیغ اصفہان پر ہے

نظر سے مہر کی کب دیکھتے ہیں خاکسار دیکھو
دمغ ان جبینوں کا ہیہۃ آسمان پر ہے

پھنسایا تو نے دل کیا طرۂ پرشکن دیں قسم
ہماری جان ہر جائی کسی سرگروان پر ہے

یہی ہے عین ایماں طاق ہم عشق بتاں اسکو
رکھا ایمان سبز طاق ابروئے بتاں پر ہے

قفس سے چھوڑتا ہے جیکا اڑنیکی نہیں طاقت
ستم صیاد کیا کرتا اسیر ناتواں پر ہے

پہونچتا ہے جہاں پیک تصور اپنا در پر ہے
پرندہ مار سکتا ہے پر و کب آسمان پر ہے

کرے ہے ناز کیا کیا سرفرازی پر محبت کی
شہید ناز کا تیر ہے جو نوک سنان پر ہے

نہ کعبہ سے غرض ہے تبکدہ سے کام ہے اسکو
جھکایا اے ظفر سر جس نے دل کی آستان پر ہے

حیرت دل عشق کو رنج و تعب میں پڑ گئے
ہو غضب بجھے بھائے کس غضب میں پڑ گئے

ادس سے کیسی قہر کی آنکھوں سے دیکھا آئینہ
تبلکے یکبارگی شہر حلب میں پڑ گئے

کارروبا ہو ہے یا ہو کارروبار محبت ہی تمام
آنسے کیا ہوگا کہ جو عیش و طرب میں پڑ گئے

بلبلے ہوز دل کہ مین سرو چراغان ہنگیا
داغ اتنے میرے تن پر ایک شب میں پڑ گئے

کیون ادھر چشم عنایت سے نہین پڑتی نظر
پردے کیا آنکھون پہ بیخ ذبب میں پڑ گئے

اے محبت دور ہے مطلب کی منزل اور بیان
چلتے چلتے آبلے پاے طلب میں پڑ گئے

عقدہ وا ہوا ہے دل یہ کھلنے کا نہین
آپ کیون فکر دہان غنچہ لب میں پڑ گئے

بچاؤں تیری آنکھوں سے دل اپنا کیونکر نگراہی کا
نہیں چلتی کوئی تدبیر ان آنکھوں کے آگے ہے

نہیں ہے اعتبار گلشن ہستی کہ رنگ اُس کا
ہوا کیا کیا ظفر تعمیر ان آنکھوں کے آگے ہے

آن ہے شب خواب میں ہوتی جو ملاقات کسی سے
صبح بھی چشم تصور میں مرے رات سی ہے

سوزش عشق میں آنکھوں سے رواں اشک لہو
عین گرمی بھی مرے واسطے برسات سی ہے

زندہ کر دینا دل مردہ کا اے عیسےٰ دم
آگے تیرے لب جان بخش کے اک بات سی ہے

روک سکتا نہیں میں اپنی درفشانی اشک
کہ بدولت ترے اے عشق یہ خیرات سی ہے

صید کرنیکو ترے دل کے وہ چشم قاتل
دیکھیے کیا ہو لگائے جو کچھ گھات سی ہے

کوئی ہشیار نہیں جو ہو سرمست خواب
بزم دنیا عجب اک بزم خرابات سی ہے

جبکہ ہر لحظہ و ہر دم ہے الٰہی رجوع
بات بھی انکی ظفر ایک مناجات سی ہے

دیگر

خط و پیغام اُنکو نامہ پر پہونچا ہی جائیں گے
پہونچکر لاکھ ڈھب سے وہاں خبر پہونچا ہی جائیں گے
بچھڑا ہے بچھڑیں گے ہم اُنکی زلف کا سودا
بلا سے وہ اگر ہمکو ظفر پہونچا ہی جائیں گے

جائینگے محکمہ مین اگر تیرے داد خواہ
مایوس لیکے ہاتھ مین محضر پھر آئینگے

جسکو وہ منھ لگائینگے ہنگام مکسی
کیا کیا اُسے وہ صورتِ ساغر پھر آئینگے

ہر جائی پن سے اپنی یہ خورشید رو ہین
مانندِ ماہ شہر مین گھر گھر پھر آئینگے

گویا خدا کے گھر سے پھرینگے وہ ای صنم
جسنے کہ تیرے کوچے سے جا کر پھر آئینگے

جھوکے ہماے سرسر نالہ کے دیکھنا
پھرکی کی طرح کو بکو پھر کر پھر آئینگے

وصل اُسکا آبِ خضر ظفر ہو کہان نصیب
پیاسے بہت مثالِ سکندر پھر آئینگے

ضبطِ نالہ ہوا دھر گرمی اُدھر ہو ہی گی
دلکو ایسی راہ ہی اُنکی خبر ہو ہی گی

مثلِ شمع صبحدم ہو دیگا ٹھنڈا آفتاب
ٹھنڈی ٹھنڈی گرمی آہ پر ہو ہی گی

دور ہی گر چہ نگاہ چشمِ ظاہر بین سے یار
دور بین دل سے مگر میری نظر ہو ہی گی

کچھ اگر تاثیر رکھتا ہی مرا مضمونِ شوق
مجھسے وان پہلے خبر اسکی نامہ بر ہو ہی گی

برق تو ہنستی ہی کیا دیکھ انپے دامن کو بچا
آسمان پر اپنی آہ پرتر ہو ہی گی

بال بھی کھتا نہین پرس گی مین مری خاک
دیکھنا اڑ کر جدھر ہوا کا دوش پر ہو ہی گی

فخر دین فخر جہان کی دولت الطاف سے
دولت ہر دو جہان تجھ کو ظفر ہو ہی گی

دیگر

دیگر

دھرے ہے زلف شانہ چین زلف یار مین انگلی
وگرنہ کون دیتا ہے دہان مار مین انگلی

کہا مین نے کہ گل سے بھی زیادہ کوئی نازک ہے
اٹھائی شاخ نے تیری طرف گلزار مین انگلی

جنون کو شوق چاک جیب و درپہ ان ناتوانی ہے
کہ ہل سکتی نہین الجھی جہان بکتار مین انگلی

سلائی گر نہین پیکان تو ہے اس ناوک افگن کا
نہ پھیرے چارہ گر زخم دل افگار مین انگلی

دکھائین جائین گے اپنے جو زیر بار حسرت ہم
دبائے کوہکن دانتون تلے کہسار مین انگلی

بتایا تھا کہین اونگلی سے اس نے شاہ خوبان کو
گئے ہے شمع کی جو حسن کے بازار مین انگلی

مجھے کس آنکھ سے دیکھا کہ جو تار شعاعی سے
فلک نے کی ہے چشم مہر انوار مین انگلی

بلا سے ٹوٹ مری پاؤں دشت غربت میں
دل یہ خار مری کیوں نہ قدم ٹوٹے

انھیں ہے رشک سے اس زلف پر شکن کی عجب
اگر شاخ سنبل تر کھائے پیچ و خم ٹوٹے

دل شکستہ کا احوال گر کروں تحریر
لکھوں حروف بھی تا بت کہ جھٹ قلم ٹوٹے

بدیسی گریہی عاشق نے ابر ترسے ترسا
نہ تار آنسوؤں کا دیکھ چشم نم ٹوٹے

الجھ کے زلف سے یوں ٹوٹی موتی کی بالے
کہ تا رہی رات کو سطح ہونگے کم ٹوٹے

ترے ہے جام میں ساقی طلسم کیفیت
اگر یہ ٹوٹے تو گویا کہ جام جم ٹوٹے

جو خوف بت شکنی ہے تو اپنے نفس کو توڑ
کہ ٹوٹی تجھ سے اگر یہ بڑا صنم ٹوٹے

بیان کے آنے کی اُس یار نے قسم کھائی
کچھ ایسی بات ظفر ہو کہ یہ قسم ٹوٹے

کہتے تھے جو نازمیں یار اپنی گل چھاتی پہ ہے
سنگ مزار کا اب انکی فرش گل چھاتی پہ ہے

یاد آتا ہی جہان چھاتی پہ اسکا ٹوٹنا
طفل اشک آنکھوں سے آنا دھیں دھل چھاتی پہ ہے

واسطے اُس پردہ کر کرتا نہیں میں چاک جب
داغ جو چھاتی کا ہی جاتا وہ کھل چھاتی پہ ہے

کیا لگاؤں جام منھ سے منھ ہیں کب جاتی ہی تب
کرتی بہوشی روان ہونو نسے مل چھاتی پہ ہے

ہول دل کی کچھ پوچھو گرمی دل سے مری
پشم کی تختی تگی جون موم گھل چھاتی پہ ہے

سکا دل بلجا ہے جسدم کوئی ماتم زدہ
ہاتھ اپنا مارتا ہا شور غل چھاتی پہ ہے

وہ عنایت ہو ظفر پر پیس سے مٹ جائے تا
بار غم جو اسکی ای شاہ رسل چھاتی پہ ہے

رنج دیتا ہے ظفر آرام عقبے کا سبب
آخر شش محنت مری راحت مجھے پہونچائیگی

ترا پتا چل کی ہون یون تجھ سے کچھ نہین چلتی
کہ جیسے چاہو ترپو قفس مین کچھ نہین چلتی

اگر اک دم ہوتا اسے انگیز ہم جاتے
کرین ای ہنشینون کیا کہ دس مین کچھ نہین چلتی

ہمین بس بس سمجھاؤ اٹھو اے ناصحو جاؤ
پڑی ہین ہم کسی ایسے کہ بس مین کچھ نہین چلتی

یہ نا جانا دم کا ہی فقط اسکی عنایت ہے
کسی کی آمد و رفت نفس مین کچھ نہین چلتی

دل و جان سوزش غم سے جھکے جاتے ہین کیا کیجے
لگی ہے آگ وہ اس خار و خس مین کچھ نہین چلتی

لگائیگا کوئی کیا آج انکو میری جانب سے
کسے گر ہو بس تو بس مین کچھ نہین چلتی

ابھی چل جاے سب تدبیر اپنی گرچہ تنہا ہون
ظفر اندیشہ ہاے چند کس مین کچھ نہین چلتی

تری شمشیر سے گردن یہان پھیری نہین جاتی
کہ ہے اقرار سے بازی زبان پھیری نہین جاتی

اگر پھیری بھی پھر کر نظر وہ پھیر لین اپنی
وہ اے چشم مروت ہمسے ہان پھیری نہین جاتی

نصیحت ہو چکی بس ناصحو لیکن پھر پھر آتے ہو
جہان آئی طبیعت مہربان پھیری نہین جاتی

گے گر اور کوئی تو جواب اسکا دیا جاے
تمہاری بات تا ہے آرام جان پھیری نہین جاتی

ترے بیمار کا یہ حال ہو اب تا توانی ہے
کہ کروٹ اسسے اے آسمان پھیری نہین جاتی

بلا سے خاک ہو یہ بار سارا خاکسار دل کی
سمندر تا نکی اسکے عنان پھیری نہین جاتی

کاروان حیات سے تن زار ہے مگر گرد کاروان باقی
سینہ کاوے نکر نگین کر رہا کس کا یان نام اور نشان باقی
دم محبت کا زندگی ہے مری ورنہ ہے مجھ مین وہ کہان باقی
کچھ کھٹکتا ہے دل مین اے جراح کوئی پیکان ہے یا سنان باقی

خال جنان اس زمانے مین ہوگا
اے ظفر کوئی نکتہ دان باقی

نہ دل خوشی ہے نہ رنجیدہ ہے تو یون یون ہے جو یک نفس کبھی وون ہو تو یک نفس یون ہے
فغان سے اپنی دل اہل قافلہ ہے دونیم جگر خراش کہان نالۂ جرس یون ہے
قفس کے مرغ اڑا دون پھڑک پھڑک کر آج ارادہ میرا اسیران ہمنفس یون ہے
خدر نکر جو لگے آستین سے اشک ترو نکالا بتر یے ہنے عطر خس یون ہے
کسی کے خال لب نگرین پہ ہوا ہے رشک یہ دونون ہاتھون سے پیشتی مگس یون ہے

یہ سر ہوا اور ظفر آستان فخر الدین
اگر ہوس ہے تو کیسی مجھے ہوس یون ہے

جو زخم دل کو مرے صاف کر دو ڈنکے تو اسمین کچھ نمک سود بھر کر دو ڈنکے
ہزار مہر شعاعی کو تاب دے خورشید لگین نہ چاک مین جیب سحر کے دو ڈنکے
تمہاری سوزن مژگان سے فائدہ پھر کیا جو زخم دل مین نہ تا زخم کے دو ڈنکے

جو یاں کا ذکر وہ و دو چار بار دنیں نکالیں گے
تو ہم دل کا نجار اپنے ہزار دنیں نکالیں گے

سراپا شمع ساں جلتا پھنگے لیکن زباں سے ہم
نہ حرفے موزدل آتش زبانو نیں نکالیں گے

نو ہیں نکلی جو حسرت گر تری آزردہ جانو نکی
تو خاک ارمان دل کی وہ ہزار دنیں نکالیں گے

خدا نخواست گر ہو گئے برہم تو پھر گھر سے
وہ سیر ہو کو بھی تقصیر دار دنیں نکالیں گے

محبت کا خواص اصلا نیا یار سا دنیں
رہ اخلاص اب ہم پار سا دنیں نکالیں گے

نکالیں گے جو دل سے آہ آتشبار ہم اپنے
شرر شعلہ میں اور شعلہ شرار دنیں نکالیں گے

ستمگر جان پر جو ہی ہم کر دکھا ئینگے
جو منھ سے بات تیری جان نثار دنیں نکالیں گے

جبیں پر نیکے احسان سے جبیں گر تو دکھا ئینگا
تو پھر ہم عیب جن جن کر ہزار دنیں نکالیں گے

ظفر ہم چشم پوشی دیدہ و دانستہ کرتے ہیں
وگرنہ کام سب اپنے اشار دنیں نکالیں گے

سیفی ہو قاتل تری تصویر منھ میں نگلی
قتل کو میری زبان شمشیر منھ میں نگلی

آہ دل میں یہ اثر تھی پر مری تقدیر سے
کیا کروں میں آکے بے تاثیر منھ میں نگلی

کہتا انکار و بوسہ کیا میں کہ یہ سنتے زبان
شکل برگ خنچہ تصویر منھ میں نگلی

بات اب دہنھ سی جو کرتا ہو تو اگلے ہے زہر
پان کی سی کی کیا تحریر منھ میں نگلی

شمع میں گرمی تھی جو کھا گیا شعلہ کو تو
گل کی گولی سی نہ اے گلگیر منھ میں نگلی

پرورش کو طفل غنچہ کی ہی دایہ بہار
بوند شبنم کی بہ رنگ شیر منھ میں نگلی

گر پڑے پانون پہ مثل سایہ اس خوش قد کے سرو
کیا مجال آگے کھڑا رہوے قدم گاڑے ہوئے

حسرت و درد و الم رنج و تعب اندوہ و یاس
ساتھ دل کے دیکھا مین نے جمع کیا دھاڑے ہوئے

تھے عدم مین جب تلک واقف نہ تجھ جگر دن سے ہم
آکے ہستی مین یہ سب معلوم ہے نپجاڑے ہوئے

اڑ گئی صیاد اب دل سے ہوس پرواز کی
بیٹھا رہنے دے قفس مین ہمکو پر جھاڑے ہوئے

گرم نالون سے ہوئی ہین پون تو کیا کیا گرمیان
سرد آہون سے فلک لیکن بڑے ہاڑے ہوئے

دیگر

جب دل سوزانی مژگان سے کمی تا رہی جھڑے
کیا کہون کیا آگ برسی کیسی انگارہی جھڑے

قطرہ پانی کی جھڑی گیسو سے اسکے بعد سل
کیا تماشا ہی شب تاریک مین تا رہی جھڑے

خوب ہنس ہنسکر سنائین تو نے ہمکو گالیان
پھول کیا کیا داد و دہش تیری سیا رہی جھڑے

جھڑیان مژگان میرے اشک کے قطرے گر
ساری شبنم یکدم مین تیری واری جھڑے

لغزش پا سے اس کے ہوش کے ہنگام جرم
سب ستارے کیا جھڑے گویا کہ سیارے جھڑے

آہ سوزاں کا مری چرخ پہ انجم ہے حریف
آبلے سینے پہ جل جل کے نہ کیونکر پڑتے

تشنۂ خون وہ نہ ہوتا جو مرا ہے سفاک
کانچ کی جوہر سے نہ خنجر کی زباں پر پڑتے

خاک اڑ رہی ہے کیوں مرے دل کی میری
غم و حسرت کے سیاہ روز ہیں لشکر پڑتے

اے ظفر کسکے یہ عارض سے ہوا تھا روکش
کہ طمانچے ہیں ہوا سے رخ گل پر پڑتے

ہوگئے شیر و شکر وہ یار بھی ایسے ہوئے
لمحہ کرتے ہی زندگی بیمار بھی ایسے ہوئے

قد قیامت کیا بنا فتنے وہ نازی بھی
اس قیامت کی نمود آثار بھی ایسے ہوئے

جو ہوئے مفتون تمہاری نرگس بیمار کے
پھر وہ جانبر ہجر سے بیمار بھی ایسے ہوئے

برق تھرائی کہ دامن کے کیں ٹکڑے نہوں
تیرہ وادی کی ہماری خار بھی ایسے ہوئے

میرا کہنا تو نہ مانا حضرت دل نے دلے
خوب پچھتائے ذلیل و خوار بھی ایسے ہوئے

ہمیشہ جو صدمے ہوئے لاکھوں محبت میں تری
غیر پر اک نہیں دو چار بھی ایسے ہوئے

کنج تنہائی میں مونس ہی ہے تو تیغ و غم
میری قسمت سے مرے غمخوار بھی ایسے ہوئے

پر سر بادل لاکھ بار اس چشم تر کے سامنے
پر کہو یار و کبھی خونبار بھی ایسے ہوئے

شکوۂ رنجش نکرہیں اپنو لطف انکے ظفر
گر عتاب ایسے ہوئے تو پیار بھی ایسے ہوئے

دل ہی میرا داغ دل کی یوں سیاہی کے تلے
بادشہ ہو جیسے چتر بادشاہی کے تلے

کھلتے کھلتے رُک گئے وہ آنکھ تو نے اے ظفر
سچ کہو کس آنکھ سے دیکھا کہ چاہت کھل گئی

پھر بہار آئی ہی لو اور ہوا پھرتی ہے
جھاڑتی صحن چمن باد صبا پھرتی ہے

نہ چھری پھیر کہ ہم ذبح ملو نہیں ہوتے
ابھی ظالم جو تری آنکھ ذرا پھرتی ہے

میں شبیہ مہ کنعان کو بھلا کیا دیکھوں
صورت آنکھوں میں تری مہر لقا پھرتی ہے

لاکھ تدبیر سے پھیریں مجھے بیرِ اجاب
کوچۂ یار سے پر میری بلا پھرتی ہے

کوچہ گردی کی جو کچھ دل میں ہوس باقی ہے
خاک بھی اڑتی مری بعد فنا پھرتی ہے

دی کسے دل قاتل بے رحم کو پھیریں کیونکر
کہ نہ تقدیر پھرے ہے نہ قضا پھرتی ہے

اے ظفر گردش چشم اُسکی ہے کچھ اور بلا
آسیا چرخ کی پھرتی ہے تو کیا پھرتی ہے

قدسی صفات ہوکے بشر کیونکہ ہوگئے
ہم تھی اُدھر سو اُدھر دیکھو نکہ ہوگئے

کیا عاشقوں سے پوچھ ہے مژگاں سے اپنی پوچھ
یک لخت لگ کے آنکے جگر کیونکہ ہوگئے

دیکھا انھیں جو ہنستے تھو ہستی میں آنکر
کم ہنستے ہنستے مثل شرر کیونکہ ہوگئے

دُر ہوسے کسی کا نہیں ہے زیادہ تر
پوچھو تو غافلوں سے ندر کیونکہ ہوگئے

پرتو پڑا ہوا ہے ترے نور حسن کا
روشن وگرنہ شمس و قمر کیونکہ ہوگئے

کی گر کمی نہیں ہے تری آب تیغ نے
تو خشک میرے زخم جگر کیونکہ ہوگئے

مصحفِ صبح پر ترے خط ہے کہ ان — وہ کلام اللہ کی تفسیر ہے
دل سمجھ جائے ہمارا ناصحا — دیکھیں کیسی آپ کی تقریر ہے
خانہ ویران ہے تجھ بن صحنِ باغ — موجِ رنگِ گل نہیں زنجیر ہے

کوچۂ مخمور جہاں کی اے **لطف**
خاک کی چٹکی بھی بس اکسیر ہے

جب قفس کی سمت گلشن سے ہوا سی آگئی — ہمصفیرانِ چمن کی اک صدا سی آگئی
کھول کر زلفِ سیہ اُس نے جو دیکھا آئینہ — صاف دریا پر نظر کالی گھٹا سی آگئی
کیا ہوا ہستی نہیں کہتا کہ دیتی ہے مزہ — اے کہ دل کو کچھ تری دلمیں دغا سی آگئی
تھی بزمِ گل شگفتہ نیرنگی محفل میں وہ — دیکھتے ہی مجھکو چہرے پر اداسی آگئی
اے خدا عاجز کر دیا ہے تو نے مستغنی مجھے — تیری دولت ہاتھ میرے کیمیا سی آگئی
آنکھ نیچی باغ میں نرگس کی کیجو اے صبا — رو برو شاید کسی گل کے حیا سی آگئی
اس شبِ ہجراں کا منھ کالا اگر اے بخت سیاہ — مہر پر یہ کس سے اک بلا سی آگئی
آگے تو تسبیح رو نہ گئے ایسے چرخ پر کے — شاید اب پیری کی ساعت ہو اسی آگئی

دل ہی وہ آئینہ پھر کر نہیں ہوتا ہے صاف
اے **مظفر** اسمیں کدورت جب ذرا سی آگئی

ہم اگر جیتے اگر اس ستم کردے سے بچ رہے — کہینگے لوگ ہمیں یہ خدا کرے سے بچ رہے

مزا تبدیل کرنے سے ہے کیا ہوتا مزا حاصل
مزا اسمین ہے کھائے یا مزہ اور ہمزا سمجھے

جو اپنی جان دینے کو حیات جاوداں جانے
وہ اس آب دم شمشیر کو آب بقا سمجھے

بچھا یون زیر پا آنکھین ہین وہ تو خاکسارون نے
کہ جنکو خاک رہ پر اپنے ہو تم نقش پا سمجھے

اوٹھون نے خط جو میرا کھولتے ہی پھاڑکر پھینکا
کوئی پوچھے پڑھا کیا آپ نے کیا مدعا سمجھے

ترے بیمار غم کا حال یہ ہے نا توانی سے
اگر ہاتھہ آئے پاے مور تو اسکو عصا سمجھے

امید زندگانی اپنی آخر قطع کر بیٹھے
تغافل عشق و محبت کا یہی ہم انتہا سمجھے

دیگر

ہو دلکو جو یاد آئی فلک پر کسیکی — آنکھون کے تلے پھرتی ہو تصویر کسیکی
گریہ بھی ہوا ایسی ہو اور آہ و فغان بھی — پر دل مین ہوئی اسکے نہ تاثیر کسیکی
ہاتھہ آئی ہے کیا خاک ترے خاک کف پا — بیطاقتی کہ نہ قسمت مین ہو کسیر کسیکی

سرکشی سے آج تک محجب سے کشیدہ ہی رہا
کچھ تو اے دل کی کشش تاثیر کرنی چاہیئے

خبر دن نے میری جانب سے لکھا ہی کچھ اسے
اب کی بھی کوئی خیر تحریر کرنی چاہیئے

عشق کہتا ہی کہ جاری یک جہتی بھی ہو
جب زبان فرہاد جوئے شیر کرنی چاہیئے

گر غم یار آئے دل مین کیونکہ مین رسوا کرون
ایسے مہمان کی تو یان توقیر کرنی چاہیئے

شمع کا مکرمون ظلم کرتا ہی اسنے کیا کیا
زیادتی اتنی نہ اب گستاخ کرنی چاہیئے

آگیا آنکھون تلے دم یہان کرو کرتے انتظار
جلد آؤ اتنی کیا تاخیر کرنی چاہیئے

ڈھا دیا گردون نے گنبد سکیرون جین کر ہا
بس بلند اتنی نہ یہان تعمیر کرنی چاہیئے

خاک پاے خسرو دین ہی اے حق مین کیمیا
اے ظفر کیون خواہش اکسیر کرنی چاہیئے

جب ہمارا دم نکلا سب عزیزون کے دفتر بھیٹ گئے
پھر بھیجے اپنے مدعا ہون کے سارے بھیٹ گئے

بلبے سوز عشق بھڑکی ہی دل مین بھی آگ
گور پر تشنہ دلون کی ساری تپھر بھیٹ گئے

ہاتھ سے جوش جنون کی اور خار وخس کے
جیب و دامن آخرش دونون سراسر بھیٹ گئے

نالہ کش اتنی ہوئی گلشن مین تو اے عندلیب
پردہ گوش گل کے تیرا شور سنکر بھیٹ گئے

خوب دیون نے جو دیکھا جلوہ تیرا حسن کا
سب کے سینے جون کتان اہ ماہ سکر بھیٹ گئے

اے تمگر لے مبارک ہو کہ تیرے روبرو
سب ترے فریادون آج مخبر بھیٹ گئے

ہو گئی پیدا مری قسمت سے دریا مین پہاڑ
تختے کشتی کے مرے کھاڈی ہی سکر بھیٹ گئے

یہ تو نہین معلوم ہمین کون آئے گا مہمان آج نب
لیکہ حویلی آنکی **ظفر** ہان سنتے ہین ہم جھڑتی ہے

دیگر

دہان سر عارض جو موے زلف خم کھا جائینگے
تو بنا کر سانپ یان انمین کے ہم کھا جائینگے

یوسف کے سوا تیرے نہوگا فائدہ
گر جہ یاقوتی ترے بیمار غم کھا جائینگے

دہان شہر ذکر نہ دیوانے ترے جون گرد باد
سیکڑون چکر سر دشت عدم کھا جائینگے

ہاتھ مین رنج والم کے وہ ہنصف جا کو ہین تیر
استخوان کو بھی یہ مانند قلم کھا جائینگے

دھیان رازق پر نہین رکھتے یہ کہتے ہین خسیس
کھائینگے پھر کیا جو دام و درم کھا جائینگے

گرمی ہے اضطراب دل تو یہ سیل ترے
کہتے ہین ہم تیز شمشیر ستم کھا جائینگے

سینہ وا کر کہ لین ان سے بچو تو کی جان
جو تمھاری زلف کی جھوٹی قسم کھا جائینگے

روز جو کھائین گے رنج و غم محبت مین **ظفر**
دیکھ لینا اُنکو اک دن رنج و غم کھا جائینگے

نگاہ یار یون داغ جگر پر جمکے بیٹھے ہے
کہ جیسے مرہ تیغ اچھی سر پر جمکے بیٹھے ہے

ارادہ خاک مین کرتا ہے جو اپنے ملانکا
وہ مثل نقش پا اُس رہگذر پر جمکے بیٹھے ہے

لب شیرین سے اُسکے خال کو پونچھنے کی یون ہے
مگس حسرج سے شہد شکر پر جمکے بیٹھے ہے

لگا رہتا ہے تیرا باغبان ای باغیان کھٹکا
کہان مرغ چمن شاخ شجر پر جمکے بیٹھے ہے

خدا نخواستہ سمجھ جائے گر یہ شعلۂ آہ
تو دل کی مشعل راہ سراغ گل ہو جائے

چمن مین کون سنے عندلیب کی فریاد
جو تیری طرح سے نازک دماغ گل ہو جائے

ظفر بعید نہین اشک خون سے مجنون کے
نمود گر سر ہر خار راغ گل ہو جائے

بتون نے حسن پہ نخوت اگر سیکھی تو کیا سیکھی
نکو رو ہو کے یہ خصلت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

نہین میری طرح برق جہان کو یاد بیتابی
وہ میری دیکھکر حالت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

جو کھینچے یار کو اپنی طرف ہم اُسکے قائل ہین
کسینے کھینچنی صورت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

ترے کام آئے عقبیٰ مین جو سیکھے کام سیکھ ایسا
پے دنیا کوئی صنعت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

کتابین دیکھ دیکھ آنکھون کو پھوڑا اپنی واعظ نے
یہ کج بختی بایں محنت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

تری طینت مین بے مہری ہوا اب تو نے سکھائی ہے
کوئی رسم رہ الفت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

نیا یا اُن سے جو ہمنے کلام کا یارا
ہمارے رہگئے لب ای ظفر کھلے کے کھلے

سکو جس رات کہ ہم ہجر مین روتے روتے
خواب مین وصل ہوا صبح کے ہوتے ہوتے

شمع کیطرح سی ہم رات کو روتے روتے
بہہ گئے آنسو زمین صبح کے ہوتے ہوتے

جسکے ملنے کی تمنا تھی نیا یا اُسکو
ہوگئی عمر بسر جان کو کھوتے کھوتے

نہ ملی عشق مین فرہاد کو فرو محنت
مرگیا مفت وہ پتھر یو ہین ٹھوکے ٹھوکے

تیر کرد امن سے مرا خون نہ چھٹیگا قاتل
گر یہ دامن تر اپھٹا جائیگا دھوتے دھوتے

موت یار آئی تو غفلت سے ہوون یون ہم شیدا
ڈر کہ خون خواب مین چونکے کوئی سوتے سوتے

ای ظفر گریۂ بارش سے مرے کیا ہے عجب
سبز ہو دانہ اگر خاک مین بوتے بوتے

اشک کے شور سے کیا آستین گلجائے ہے
بلکہ چمکی ہے زمین پر تو زمین گلجائے ہے

دل ترا ہے سخت پر یہ آہ وہ ہے جانگداز
اس سے تو فولاد بھی ای نازنین گلجائے ہے

رہتا کیون غیرون سے سرگرم ہم آغوشی ہے تو
جو پسینو ہے سر عام کے جبین گلجائے ہے

عشق پکاتا ہے جب دم قطرۂ زہراب غم
گوشت کیا تا استخوان تن و زمین گلجائے ہے

ہے مرگریہ سے بدتر یہ تن لاغر کا حال
جیسے لکڑی پکی پانی مین کہین گلجائے ہے

اور بھی تمتاز یادہ ہے مری چھاتی پہ سنگ
دل جب وہان غیر کی ای ہمنشین گلجائے ہے

نالہ کرون تو شور سے اسکے اگر عالم
اور اگر خاموش رہون تو یہ دل گھبراتا ہے

دیکھتا ہے جس وقت ترے انداز
دل دیتا ہے گھبرا

کل آوے گا یہ کیا کوئی قیامت ہے
علم گھبراتا ہے

دیگر

ذکر نہ لا تو ہم سے ناصح ہر دم ترک محبت کا
کون سُنے ان باتوں سے جی تیری قسم گھبراتا ہے
پوچھتے کیا ہو مجھ سے باعث دل کی میری گھبراہٹ کا
دیکھتا ہی جسوقت ہجوم رنج و الم گھبراتا ہے
راہ نورد دشت جنون ہو کس مین ہمت ہے میر سوا
قیس بھی گر اُس وادی مین رکھتا ہی قدم گھبراتا ہے
آگے ظفر یہ حال تھا اپنا ہم سے گھبراتے تھے
ہو گئے غم کش ایسے اب ہمسے غم گھبراتا ہے

دیگر

وحشت گردی تیرے دیوانون نے پھر کیا خاک کی
خاک آزادی گرنہ سازے دشت وحشت ناک کی
باگ لی جسوقت اپنے توسن چالاک کی
کیا کہون برباد کیا کیا اُسنے میری خاک کی
جب گل صد گوہ لیکے گلبازی کرے
دیکھیو پھر حالت کوئی میرے دل صد چاک کی
کون کہتا ہی کہ یہ نکلی ہی شب کو کہکشان
ہی مگر کوئی طناب اس خیمۂ افلاک کی
جامۂ آب رواں ہو جب ہجوم تار اشک
چشم عریان کو مری حاجت ہو کیا پوشاک کی
کہدو حاضر ہی ابھی سر عاشق جانباز کا
ہی اگر یونہین خوشی اس قاتل سفاک کی
خاک مین ملجائیگی ای ابر تیری آبرو
دیکھ ہمچشمی نہ کر اس دیدۂ نمناک کی

سموم آہ سے میرے چمن مین ہوے گل سوکھ کر سنبل کے کانٹے
رہے ہی پر خلش دشمن دم جنگ نہین یہ مرغ لڑتا کھل کے کانٹے
جو بیٹھین دشت مین ہم اور مجنون نکالین پانون سے مل جل کے کانٹے
بجز مژگان چشم یار ہم نے ندیکھے گرد جام مل کے کانٹے
خلش سے عشق کے نالان ہین عشاق کہ بوئے اُسنے حق مین گل کے کانٹے

ظفر پڑتے ہین گرمی سے نفان کے
زبان پر وقت شور و غل کے کانٹے

تار اشک خون مین جو دیکھی مژہ اُلجھی ہوئی
تھی رگ برق و رگ ابر مژہ اُلجھی ہوئی
تیری مژگان کو کہان تسخیر دل سے ہی فراغ
کام مین اس ملک کے ہی یہ سیہ اُلجھی ہوئی
تار دامن میرے کب کانٹون سے اُلجھی دشت مین
ہے جنون دستار تیری ہر جگہ اُلجھی ہوئی
کیونکہ چھوٹے دیکھیے اس زلف کی بھندی مین ہی
جان میری باعث تار نگہ اُلجھی ہوئی
راتدن اس فکر مین سودا سا ہی مجکو کہ یہ
کیون ہے گہ سلجھی ہوئی اس خبگہ اُلجھی ہوئی

جلد دوان دیوان ظفر

ہوا ہون تو گلا صیاد قفس مین کیون نہ کرے
کبھی لوٹون تو گلا صیاد قفس کے کاٹے
کیون نہ ہو نشتر آہ قاتل مرا مین بجلا دم
بنی ہے رگ مرے خنجر صیقل کے کاٹے
مرا سر اپنا زانو رکھا کہ اسے بھول
دل طاقت نہین رکھا تو نہ کے کاٹے
باعث خوبان سمجھ کے کیا کیا تقاضا نہ کیا
ظفر کو کوئی دیوار در کے کاٹے

جب چمن مین اسکی آنیکی خبر اُڑ جائیگی
گل کی رونق دم مین ای بادِ سحر اُڑ جائیگی

آپکا کیا جائیگا گر خواب مین آوے تم
نیند آنکھونسے ہماری رات بھر اُڑ جائیگی

کھولدے صیاد کھڑکی قفس کی شوق سے
بلبلِ بیبال و پر ظالم کدھر اُڑ جائیگی

خون کاہل لیگا میرا تو کف پا سے ترے
سرخی رنگ حنا ای فتنہ گر اُڑ جائیگی

آئیگا وہ مہ وش ایدل تو شبنم کیطرح
تاب و طاقت تیری اُسکو دیکھکر اُڑ جائیگی

یہ صبا کوئی پوچھے تیری کیا آئے گا ہاتھ
خاک میری اُسکی کوچے سے اگر اڑ جائیگی

شعلۂ رخسار ساقی گر ہوا پر تو فگن
مے جو ہو ساغر مین تیری ای ظفر اڑ جائیگی

کیا جانے کیا وہان دلِ نالان پر بنی
جسکے قلق سے یہان ہے ہر مجلس پر بنی

پہلے تو عشق مین دل و ایمان پر بنی
پھر ایسی بنکی کہ مری جان پر بنی

ناصح نہ پوچھ مجھ سے کہ فصل بہار مین
ہاتھون سے کیا جنون کے گریبان پر بنی

منظور ایسا پردہ ہو کس سے کہ مہ جبین
دیوار اور کوٹھے کے دالان پر بنی

دیتا ہی اک نگاہ پہ مین دل کے ساتھ جان
قیمت نہ اُنسے اپنی بھی نقصان پر بنی

وحشت مین جتنی خاک پڑی اُڑکے جسم پر
پوشاک وہ ہے مرتے عریان پر بنی

جو آئینہ نہ کہہ سکے دل کی نہ چھپ سکے
مشکل ہے بتو عاشق حیران پر بنی

خط کا جواب لائیگا قاصد یقین تھا
اُسنے نہ بات پھر کسی عنوان پر بنی

آمد ناقۂ لیلیٰ ہو اگر اے مجنون
دل ترا کیونکہ نہ اکروز جرس مین پھڑکے

خوبرو جتنی ہون اک ایک کا کام جی پھڑک
شوخ جسوقت کہ تنہا ترا اسمین پھڑکے

دل بسمل کا ہی یہ حال تری تڑپ مین
مرغ مذبوح کوئی جیسے کہ خس مین پھڑکے

وصل اُسکا نہ میسر ہو اگر لاکھ برس
آنکھ میری ہی امید و ہوس مین پھڑکے

ہل نہین سکتا ہے گو طائر تصویر ظفر
پر مرے نالے سے وہ ایک نفس مین پھڑکے

ہی بجا گر کہیے دنیا سے محبت اُٹھ گئی
پاس تھا جنکو محبت کا وہ خلقت اُٹھ گئی

جلوہ تیرا ہی نظر آیا تصور مین ترے
آنکھ اپنی جسطرف اے ماہ طلعت اُٹھ گئی

غیر جو کچھ بکے کہی مین کھڑی سنتے ہین ہم
جب سے وہ بیٹھے تمھین دل انی عبرت اُٹھ گئی

تشنہ مے سے چمن مین اور اک فتنہ اُٹھا
جب تری شرم و حیا اے سرو قامت اُٹھ گئی

کوئی رکھے سے رکو ہی تو سن لیوانگی
ابتو اُسکی باگ سو ہی درشت و خشت اُٹھ گئی

کر چکے سو بار تیرا امتحان ابتو ہمین
تجھسے امید وفا اے بے مروت اُٹھ گئی

کس توقع پر کسی کی ہم لگائین اپنا دل
اے ظفر بالکل جہان سے رسم الفت اُٹھ گئی

جب اُسکا تیر نگہ ناوک قضا بنجاے
تو کیسے صید محبت کی جی پہ کیا بنجاے

ہزار عقدۂ مشکل ہون ابھی دل سے
جو تیرا ناخن ابرو گرہ کشا بن جاے

جو ہوتا ظرف ساقی ہمکو معلوم
تو منت کش نہ جام مل کے ہوتے

ہمارے وقت مین فرہاد و مجنون
جو ہوتے دن بسر مل جل کے ہوتے

خلاف شرع سے نادان نہوتا
غریق بحر عصیان پل کے ہوتے

جتاتے مست گر نازک دماغی
تو برہم شور سے قلقل کے ہوتے

لگاتے شمع سان گر لو نہ تجھ سے
تو یون آخر ہم گھل گھل کے ہوتے

نہوتے حضرت دل یا بز بحیر
جو سودائی نہ اس کاکل کے ہوتے

ظفر سنتے جو تیرے شعر پھر وہ
نہ قائل طالب آمل کے ہوتے

ہان عقل تو کہتی ہے تدبیر چلی جاے
پر تیری کمان بھی کچھ تقدیر چلی جاے

گو ہمکو جواب خط بھیجین وہ ای قاصد
پر اپنی طرف سے کچھ تحریر چلی جاے

ہم ساکن و ہم مسکن فانی ہی اور اسپر بھی
دل چاہتا ہی ہوتی تعمیر چلی جاے

منظور یہ صورت ہے کلک تصوّر سے
تصویر یہ بنتا ہی کھینچے تصویر چلی جاے

مین خم کے قابل ہون اسناکہ اجل میرے
کھینچی ہوئی گرائے شمشیر چلی جاے

جان آگئی ہونٹون پر تو ابتلک آتا ہی
افسوس تری اب بھی تاخیر چلی جاے

وہ خانۂ دل میرا ہی غمکدہ گر اسمین
آجاے خوشی ہوکر دلگیر چلی جاے

گر تیر چلے تیرا جان صید محبت کی
ہونے کو ہدف آئے سو تیر چلی جاے

ایک دوسے تو نہیں بڑھکر پر سب ہیں بندہ

لے خبر تو اسکی ای عیسی نفس جلدی کر آج
ہے ترے بیمار کی حالت سوا بگڑی ہوئی

آدمی کہتے ہین جسکو ایک پتلا گل کا ہے
پھر کہان کل اسکو گل ہو ذرا بگڑی ہوئی

کھل گئی ہمپر کہ رندون سے کہین بگڑی ہو لج
سر پہ ہو پگڑی جو تیرے زاہدا بگڑی ہوئی

دیکھیے کیسی بنے ہر بات پر بگڑے ہے تو
ہے تری خوبی طرح ای دلربا بگڑی ہوئی

ہین سبھی باتین بناتے پر ہین قائل اسکے ہم
اے ظفر جو بات دے کوئی بنا بگڑی ہوئی

گر دل وارستہ زندان ہوس مین بند ہی
مرغ وحشی ہی کہ وہ گویا قفس مین بند ہی

آئے دنیا کو فریبونمین کوئی کیا تیز ہوش
شعلہ ہو سکتا کہین بھی خار و خس مین بند ہی

ایک پل مین جسکو توڑا میرے جوش گریہ نے
ٹوٹنا دریا کے وہ سو برس مین بند ہے

ہی گرفتار ہین دنیا کے حلاوت بس یہین
یعنی ذوق انگبین پا مگس مین بند ہے

ساتھ دل کے ہو مبدم ہی انبساط و انقباض
کھلتا ہی یکدم مین ہوتا اک نفس مین بند ہی

گر مقید شرع کا ہی کوئی بدمذہب بزرد
یہ تجھیے درزد نجیب عرس مین بند ہے

دیکھا ہمون جسم اژدہا اس عشوہ گر کی بلکی
لونگی سی گویا جگر مین نشتر کی مل گئی

اسکو پہ کھٹکا ہوا آیا کوئی فاختہ خراب
ہاتھ سے دربان کے جو زنجیر در کی ہلکی

لہو بھی صدمہ عارضی نازک سے رشک قمری
گر ہوا سے زلف اسکی شانہ مشک قمری کی مل گئی

اسکے بیٹھنے کیا ہی کہ ہوا ہے یہ بھلے نازنی
نوری کہ اگر کون گدائی آشفتہ سری کی مل گئی

دیکھا بھو بچال سے اسکی ذرا ابرو کی کج
اک ذرا ابرو کی کج اس فتنہ گر کی مل گئی

دل بیتاب زیر خاک بھی آرام طلب
کیا قیامت ہے ہمارے آہ و فغان کی مل گئی

گو سو ہماری ترے نقشہ جگر کی مل گئی
جس سے باغ دہر مین ہر چہ بخیر کی مل گئی

تمنا دنیا کو چھوڑے کسطرح جان حزیں
کہ یہ بھی جا پر شر و شر کی مل گئی

مضطرب ہو کر جو مارا ہمنے سر دیوار سو
ای ظفر بنیاد تک بھی اُنکے گھر کی ہل گئی

ہو ڈبڈا دل کو نہ چشم مست مہوش کھینچلے
اپنے مذہب مین نہ اس صوفی کو سبکش کھینچلے

شمع کی جذب محبت مین نہوے گر آنچ کم
کون پروانے کو پھر اون سوے آتش کھینچلے

پھینکدے وہ کھینچکر جانی کہ شاید مر گیا
دم کو عاشق اپنے گر کھا کر ذرا غش کھینچلے

وہ کماندار اپنے عاشق پر ہو گر ناوک فگن
خالی ترکش چھوڑ دے سب تیر ترکش کھینچلے

کھینچکر قشقہ جبین کا نقشہ کھینچا ہے جو یار
تو مصور صورت لوح منقش کھینچلے

زلف ہر ای شوخ کافر کیش تیری دام کمند
صد دل مغموم صد جان مشوش کھینچلے

دم محبت کا ظفر دیکھین تو پھر بھرتا ہے کون
گر ذرا تیغ ستم وہ شوخ سرکش کھینچلے

اشک خون سے ہینگے مژگان پر چمن پھولے ہوے
ہین تگو فے عشق کے ای گلبدن پھولے ہوے

گر نہین منھ مین بھرا انکے صبا خون جگر
ہین یہ کیون گلشن مین غنچونکے دہن پھولے ہوے

قشقۂ سرخ اس جبین پر دیکھ دیکھے ہو دلا
کیا شفق کو تو سر چرخ کہن پھولے ہوے

نہ تو روتے ہین نہ ہنستے ہین نہ بکتے منہ سے
دلپہ جو گذرتی ہے ہم کہہ نہین سکتے منہ سے

بیٹھے ہین مار سیہ حسن کے گنجینے پر
نہین وہ گیسوے مشکین جو سر کتے منہ سے

ہونٹھ تر کرنیکو بھی لب ہین ترستے ساقی
یا لگاتے تھے کبھی جام چھلکتے منہ سے

ٹوٹتے رات کو تاری ہین کہ ہوش سر لیف
قطرے ہین تیرے پسینے کے ڈھلکتے منہ سے

سوز دل خاک چھپاؤن کہ نکلتے ہین سدا
ساتھ ہر آہ کے شعلہ سے بھڑکتے منہ سے

دیکھو لیف عرق افشان کو ندیکھا ہوگر
تمنے زہراب کو افعی کے ٹپکتے منہ سے

منہ لگائے کوئی کیا ایسے اچکون کو ظفر
ہین جو کمبخت نوالے کو اچکتے منہ سے

ہین ہو ن نحیف و ناتوان دو ہے یار کی گلی
اسکی ہوے وصل پر مجکو اڑا کے لے چلی

حال عدم نہ کچھ کھلا گذری ہے جو فگان پہ کیا
کوئی حقیقت آنکر کہتا نہین بری بھلی

جب کف پا مین یار کے غیر نے وہان ملی حنا
یہان دل پا مال بس کر نیلگا تلا ملی

خاک پہ میرے کیا قدم رکھے وہ شوخ نازنین
جہتا ہے خار زیر پا گرچہ فرش مخملی

میر اعلاج درد یہ جو تجھ سے ہو سکے
سر تو میرے باندھ دے اپنا دوپٹہ صندلی

کل سے وہ غنچہ لب مرا مجھ سے جدا جو ہو گیا
جان کو اضطراب ہے دل کو ہے میرے بیکلی

رہوے ظفر یہ تا کجا رنج و الم مین مبتلا
اسکی مدد شتاب ہو وقت مدد ہے یا علیؑ

تو جو کہے کچھ ہنسے بجا تو ہم بھی لائین حکم بجا
تالی دو ہتی بجتی ہے اک ہاتھ سے کب اے یار بجے

حسن تو ساز عشق ہے بلبل تو نہ اگر ہو نغمہ سرا
چٹکے غنچہ گل کے پھر بے لطف بجے بیکار بجے

دل جو ہمارا گھر ہو تمہن کا کیون نہ جگر فریاد کرے
ہوے جہان بجا نہ دہان ناقوس بھی وان سو بار بجے

ہر رگ جان بریز فغان انگشت سے تو گر مڑگانکے
چھیڑ دے اسکو ایک ذرا طنبور کا جیسے تار بجے

پہونچے جس دم نوبت راز عشق کے افشا ہونے کی
کیا کہون کیا رسوائی کے نقارے سر بازار بجے

زلف سیہ کو دیکھ کے سرکش آج ظفر اُس کافر کی
دل ہے میرا یون نالان جیسے تو ہنی پیش مار بجے

ہم اسطرح ہین ہجر کی راتون کو کاٹتے
سینہ ہین اپنا کوٹتے ہاتھون کو کاٹتے

کرتے نہ قطع آپ اگر مجھ سے دوستی
بزم عدو مین کیون مری باتون کو کاٹتے

ٹہرتی جو لہر زانفعالی اسکی تو خط موج
دریا مین سانپ بنکے نہاتون کو کاٹتے

کوچہ مین انکے پہونچ کر بے خبر رفیق
ورنہ وہ کوچے دیکھ کے ہاتھون کو کاٹتے

دو لب و دو چشم دو ابرو دو عارض اور دو زلف | یکین ہین قاتل سفاک کس سے ہمارے لیے

ظفر بنایا اسی واسطے بشر ہمکو
کہ ہو بنائے ہوائے ہوس ہمارے لیے

ناخن غم ہمکو ایذا بیشتر پہونچائین گے | دیکھ لینا زخم دل کو تا جگر پہونچائین گے
دل نہ دیتے انکو ہم اپنا اگر یہ جانتے | وہ ہمین صدمہ یہ صدمے اسقدر پہونچائین گے
یہ تو ممکن ہی نہین پہونچین در تاثیر تک | نالۂ دل آپ کو گر عرش پر پہونچائین گے
دل نہ جلنے دینگے سوز غم سے ہم لینگے بجھا | دیدۂ تر آپ کچھ پانی اگر پہونچائینگے
زلف کوچے مین ترے دل تجکو جانا ہی پڑا | یون نہ جائیگا اگر تو باندھکر پہونچائینگے
قاصد اشک اسکے کوچہ تک تجھا سکے گا کیا | میرے دل کی تو بھلا تجکو خبر پہونچائینگے

جیکر دل اُنکے ہاتھون رکھ نہ تو امید سود
دیکھا وہ ای ظفر تجکو ضرر پہونچائینگے

ویگر

لگائے مفسد ہین روز آکر ہماری تم سے تمھاری ہمسے
یقین ہے بگڑے گی اب مقرر ہماری تم سے تمھاری ہمسے
سدا جو باہم ہو شور افزا تمھارے حسن اور عشق اپنا
تو ہو نہ شہرت جہان مین کیونکر ہماری تمسے تمھاری ہمسے

اہل ریا کے منھ پہ ہین ٹیکے کلنگ کے
بجھو نشان نہ اسکی جبین پہ سجود کے

باندھی ہے اپنی ہستی اکدم پہ تو ہوا
قائل نہین حیات تری ہم نمود کے

بڑھتا ہون ایک مطلع و مقطع ہین جب حال
دیکھے تماشے مین نے جو ملک وجود کے

اکدن وہ تھا کہ ٹوٹے نہ تجھ دانت دو دھ کے
پھر یہ ہوا کہ لگے نکلنے کھیل کود کے

اب ہے یہ حال عالم پیری مین اے ظفر
باقی نہین حواس بھی گفت و شنود کے

ہم قریب مرگ جنکے عشق مین غم سے ہوئے
دیکھ کر ہمکو وہ اور الٹے خفا ہم سے ہوئے

شانہ سان گستاخ کب ہم زلف پر خم سے ہوئے
ہو کہ برہم اسقدر خم رو جو تم ہمسے ہوئے

دیکھ کر گلشن مین اسکے وعرق آلود کو
لالہ و گل غرق آب شرم شبنم سے ہوئے

فتنہ ای دمساز تیرے آگے کیا مارے گا دم
سیکڑون فتنے یہان پیدا تری دم سے ہوئے

عشق مین مرہم گئے لیکن کبھی ای چارہ گر
زخم دل ہنوز اواقف نہ مرہم سے ہوئے

باغ بھی اس سرو قد بن کیا ہوا ماتم کدہ
نخل بھی معلوم مجکو نخل ماتم سے ہوئے

کیا ہوا گرچہ فرشتون سے ہوئی اک بندگی
کام پر ساز خدائی کے تو آدم سے ہوئے

غیضب دیکھو نہین وہ بھی ہمین کہتے بھلا
واسطے جنکے بُرے ہم ایک عالم سے ہوئے

آتش غم دل مین بھڑکی ہے وہ وہی اب تک ظفر
کہتے ہین دریا روان گو چشم پُر نم سے ہوئے

خون کی بوندین ہین جو ٹپکتی چشم حلقۂ جوہر سے
دیکھ کے اپنے نصیبہ کو کیا خنجر قاتل روتا ہے

ہوتے ہین اشک گرم سے پیدا آبلے جای چھالونکے
بیٹھ کے تیرا سوختہ جان چیب لب ساحل روتا ہے

دیر نہ کر بھرنے سے پیالہ دیکھ تو ابر بہاری کو
جان کو تیری کب سے یہ ای ساقی محفل روتا ہے

اشک کے دریا جن نے بہائے اور نہ بجھای سوزش دل
رونیسے کیا حاصل اسکے وہ لاحاصل روتا ہے

ہاتھ مین جسکے تیرا دامن آکر قاتل چھوٹ گیا
ہای پھر اپنے نصیبون کو وہ کیا کیا بسمل روتا ہے

پونچھ کبھی تو اشک ظفر کے قاتل اپنے دامن سے
اٹھ پہر وہ غم مین تیرے ای حور شمائل روتا ہے

یہ جو تیزی تیری ای بیداد گر خنجر مین ہے
کچھ تری تھوتیسی تاثیر نظر خنجر مین ہے

کام کیا قاتل ہمین جب مر گئے ہم تشنہ کام
آب آب زندگی تیری اگر خنجر مین ہے

کون ہمسر ہو سکے اس برہ وخمدار سے
دم نہ اتنا تیغ مین نی اسقدر خنجر مین ہے

جام تجھ بن تشنۂ خون ہو ہمارا ساقیا
شکل موج بادہ ملتی بیشتر خنجر مین ہے

خدا بچائے نظر سے گرسنہ چشموں کے
کہ تاکتے ہین گدا بھی فقیر کی جھولی

ہجوم بارۂ دل نے بھری ہو زندان مین
گلون سے آستر غم کے اسیر کی جھولی

چلے ہو کھیلنے پھول تم آج کسکے ساتھ
بھری جو ہوتے گلال اور عبیر سے جھولی

کھنچے پلنگ سو بہتر ہے تیرے آنے سے
وہ چارپائی کسی گوشہ گیر کی جھولی

ظفر گدائی مین کیا کام ہے تکلف کا
نہین فقیر کو زیبا حریر کی جھولی

تھی جہان مہر و وفا دان بیوفائی رہ گئی
آشنائی ہو چکی نا آشنائی رہ گئی

صاف ہین منھ پر مثال آئینہ دلمین غبار
ہر بر یر دیون کی دیکھو کیا صفائی رہ گئی

جب دم اظہار مطلب تم ہوے چین بر جبین
بات بھی جو دل کی وہ دلبر پر نہ آئی رہ گئی

لاش پر بھی میرے قاتل نے کیے ہاتھ اپنے صاف
تھی مگر کچھ خواہش تیغ آزمائی رہ گئی

دین و ایمان دیچکے جب اُس بُت بدمست کو
حضرت دل پھر کہان کی پارسائی رہ گئی

منھ پہ طمانچے طعن بلا جب دل پہ ہے صدمہ درد نہان
ہم بھی سہنے والے ہین کیا ظاہر و باطن سختی کے

زلف تری وہ سخت بلا ہے سلسلہ ہین یہ اُسکے روا
لائق کافر راحت کے ہون قابل مومن سختی کے

کیا ہے تعجب سخت کمان سے تیرا اگرچہ کاری ہو
جو ہین سرکش اُنسے نکلتے کام نہین بن سختی کے

شیشۂ سنگ سے دور ہی بہتر ٹھیس لگی اور ٹوٹ گیا
یعنی نازک دل متحمل ہون کیا ممکن سختی کے

پکڑی ہے دل کو سخت جو اتنا کافر پنجۂ مژگان مین
سیکھے ڈھب یہ کس سے ظفر وہ چشم مفتن سختی کے

ہم تصور سے ہین یہان اس گلبدن کو دیکھتے
یار کب ہے ہم ہین گلہای چمن کو دیکھتے

وہ لگا کر تیر جب چلتا رہا ہم رہ گئے
دیدۂ حسرت سے اس نادک فگن کو دیکھتے

پھر چمن مین سینۂ مجروح کے آئی بہار
تازہ ہم ہین ہر گل زخم کہن کو دیکھتے

موجزن آتا نظر ہے سر بسر دریای حسن
ہین جو ہم اُس رخ پہ لف پرشکن کو دیکھتے

مدنون جو بن جو ہے اُنپر تو کس کس ناز سے
راہ مین چلتے ہین وہ اپنی پھبن کو دیکھتے

لالہ و گل خاک مین کیا کیا نہ ملتے رشک سے
گر شہید ین کو تمہارے پر خون کفن کو دیکھتے

تو کیا ہوا گر دانہ اسیری کے مزے سے
سب واقف ہین اے مرغ قفس چاٹ سے لپٹے

الفت کی ظفر چاٹ پر اسنے جو لگایا
ہم بھی لہے دو چار برس چاٹ سے لپٹے

دل ہی جو دود آشنا یہ بھی کیا اسی نے ہے
جان جو ہین غم مین مبتلا یہ بھی کیا اسی نے ہے

ہو کے دلبر جو عدو کرتا ہی مجھ سے گفتگو
مین بھی ہون خوب جانتا یہ بھی کیا اسی نے ہے

پہلے کرم تھا اب ستم پر نہین کرتے شکوہ ہم
وہ بھی کیا اسی نے تھا یہ بھی کیا اسی نے ہے

کسکو ہی تاب اسقدر دلمین کرے تیر سے اثر
نالۂ دل کو مرحبا یہ بھی کیا اسی نے ہے

دل جو مرا رفیق تھا ہوتا نہ تھا کبھی جدا
اب جو الگ وہ ہوگیا یہ بھی کیا اسی نے ہے

کوئی کرے قصور رہان وہ ہی مجھسے بدگمان
کہتا ہی سب سے برملا یہ بھی کیا اسی نے ہے

کرتا تھا شاد وصل سے اپنے جو اے ظفر مجھے
ہجر مین حال اب مرا یہ بھی کیا اسی نے ہے

تری جو زیبہ خط مشک فام اوپر ہے
تو دیکھتا ہون سحر نیچے شام اوپر ہے

بدل کے دیجیو نامہ خط اسے قاصد
خفا نہو کہ لکھا میرا نام اوپر ہے

جو تکلی زلف سی توڑ رہے دل کو کاکل کا
وہان تو دام کے اک اور دام اوپر ہے

بھری ہوئی ہی مرے عشق شیشۂ دل مین
جو مہر داغ سے اسکے مدام اوپر ہے

چڑھائی کیون نہ مرا سر سنان پہ قاتل
کہ میرا اسب شہدا سے مقام اوپر ہے

جو مرد جانتے ہین کہ دنیا ہی فاحشہ
کہتے ہین وہ نہ آئے یہ مردار سامنے

حیران اسپہ مین ہون وہ ہی جو ہر کو دنیا
جائے ہے جس سے بار کر سو بار سامنے

یہ چشم اشکبار وہ طوفان ہین ظفر
آئے نہ جسکے ابر گہر بار سامنے

صاف مین ہون پاک ہو ناصاف تمکو چاہیے
اپنے دلمین آپ انصاف تمکو چاہیے

داغ ہین سینہ مین میرے غم کے سب بے درم
پر نظر یک ذرہ ہی صاف تمکو چاہیے

جانتا ہو نہین کہ مجنون ہے تو تم زسلسلہ کش
عشق زنجیر رو برو کیا لاف تمکو چاہیے

زاہد وہم اور وہ کوچہ سلامت تم کو ہو
یہ بہشت و دوزخ و اعراف تمکو چاہیے

کیونکہ ہمسے سیدھے سادھون سے بنے کب آپکی
جیسے تم حرآف ہو حرآف تم کو چاہیے

آسمان حاضر کرے لاکر خطوط مہر کو
گر زر یکتا مہروش ہو بات تمکو چاہیے

اُس پری کے عشق مین ہم ہون اگر دیوانہ وار
اے ظفر تو سیر کو وہ قاف تمکو چاہیے

خاکساری کر کہ روشن اُس سے دل ہوتا ہی
خاک وہ شے ہے کہ دیکھ آئینہ کو چمکاتی ہے

ای صبا ہون بلبل تصویر مجکو کیا خبر
کب بہار آئی ہے گلشن مین خزان کب جاتی ہے

تم وہان چلا چڑھاتی ہو کمان پر اور یہان
کوئی صید عشق ہو کر مضطرب چلا آتے ہے

کاہیکو میری سمجھ مین آتی ناصح کی بات
ہے وہ دیوانہ کہ جو دیوار کو سمجھاتے ہے

تری دیوانگی کو جو بخشے ہوش فرزانہ
تو ہر موجِ سرشکِ چشمِ تر زنجیرِ پا ہووے

اگے کیا خاک اسکی خاک سی جو زیرِ گلشن ہو
کہ جو اس شوخ کا مفتوں چشمِ سرمہ سا ہووے

ترا جو تشنۂ آبِ دمِ خنجر ہوا وہ قاتل
لگا وہ منہ نہ گر ساغرِ آبِ بقا ہووے

مثالِ موجِ دریا مجھ میں آہیں جوشناں ہیں
نہ زمیں اس سے جدا ہوں نہ وہ مجھ سے جدا ہووے

ظفر جسکو تمنا ہو حیاتِ جاودانی کی
فنا ہونے سے اسکو چاہیے پہلے فنا ہووے

کیا ہی بیخبر دل کو خبرداری بت سی کی
ہوی ہین ہوش گم ہر چند ہشیاری بت سی کی

اگرچہ لیکے دل تونے دل آزاری بت سی کی
تری اسپر بھی ہمنے ناز برداری بت سی کی

غلط سمجھے مجھے حیلہ اپنا یار ہم سمجھے
کہ ہاری تونے تھوڑی سی عیاری بت سی کی

ہماری چشمِ گریان کی نہ پہونچا در فشانی کو
اگرچہ ابر نیساں نے گہرباری بت سی کی

فروغِ اصلِ اپنا یار و رو اس ماہِ طلعت کے
نہ کھنچواں اپنی گرم بازاری بت سی کی

ندیکھی جامِ مے مین تیری آنکھونکی سی کیفیت
اگرچہ میکدہ مین ہمنے میخواری بت سی کی

سزا ہی گر رہی ہمپر تیری نرگس فتاں
کہ ہمنے فتنہ گر تو مردم آزاری بت سی کی

نہ آیا حرفِ شکوہ جب زبانِ سادہ لوحونکے
تو اونہی اور بھی مشقِ ستمگاری بت سی کی

سزا دیکھین ملے گی کیا ظفر روزِ قیامت کو
کہ ہمنے آکے دنیا مین گنہگاری بت سی کی

جلد اول دیوان ظفر

گر جھڑی شوخیٔ اسے ابر مژہ لگجائیگی
ایک جھڑی موتیوں کی ہر جگہ لگجائیگی

کیا رہیگی چشم میں قدر جواہر سرمہ خاک
ہاتھ اپنے جب تمھاری خاک راہ لگجائیگی

ماہتابی پر جو تو دکھلے گا سیر ماہتاب
ماہ کی تجکو نظر اور رشک مہ لگجائیگی

حکم ہو مژگان کو فتح قلعۂ دل کے لیے
اک اشارہ میں ادھر ساری سپہ لگجائیگی

دل لگاتا میں نہ اس کافر سے گر میں جانتا
جان کے پیچھے بلا زلف سیہ لگجائیگی

اُسکے زخم دل پہ کیا مرہم لگائیگا کوئی
جسکے دل پر یار کی تیغ نگہ لگجائیگی

کیوں نہ ٹوٹے ظفر سے تو کہ ہوگا یہی حال
گر کسیکی آنکھ تجھ سے کج کلہ لگ جائیگی

نہ ہوسکی بیان ظلم و ستم بسبب سے قاتل کے
کھلے جو ہزار زبان خنجر قاتل سے قاتل کے

بہایا ہمنے گو دریائے خون ہر زخم سے اپنے
کہ دو تر کھو سکی لیکن نہ ہرگز دل سے قاتل کے

کوئی ہے چھوٹنا آسان قیامت تک نہ چھوٹیگا
کہ پھونچا خوان ہر دامن تلک مشکل سے قاتل کے

وہ بعد از قتل میرے کسلیے زندہ ہوتا ہے
کہ اب کیا فائدہ اس بے محل حاصل سے قاتل کے

دہن میں ہر جراحت کے جبتک ہو زبان پیدا
ادا ہو شکر احسان کیونکر اس گھائل سے قاتل کے

نہ لیں عشاق نام عشق اُس قاتل عالم کا
اگرچہ ہو دین عشق کیسے ہی قاتل سے قاتل کے

نہیں شمشیر قاتل سے تمنائے شہادت ہے
ظفر مشتاق ہو کر آئیں سو منزل سے قاتل کے

کیون کسی آزردہ ہاتھ اُنکے لگا کر باتون کو
ہمتے تقصیر اپنی کی اثبات اپنے ہاتھ سے
سونپ اوردون کے نہ ہاتھ پر کر وہ کھاوینگے خاک
ہوسکے تو کرلے کچھ خیرات اپنے ہاتھ سے
مہرہ مشطرنج سان اپنی ظفر ہے کیا بساط
کر تماشے وہ آپ برد و مات اپنے ہاتھ سے

نہ کیونکر بات اسکو روبرو اب یون کی یونہی ہووے
جسے منظور ہو یہ گفتگو اب یون کی یون ہووے
کبھی تو اب تریف خواہش وصل آوری ہی آوے
نہاں کب تک دل حزین آزرو اب یون کی یونہی ہووے
جفا کو چھوڑ کر گر وفا ہو تو یہ کیا امکان
مبدل ہو کر خاطر تیری خواہ یونکی یون ہووے
خودی کو کھو خدا کو پاکر اُسکو تو وہی پاوے
جسے معلوم آہ جستجو اب یونکی یون ہووے
ادھر کی ہوا گر دنیا اُدھر لیکن نہو ہرگز
اگر تقدیر اپنی اُلٹی تو اب یونکی یون ہووے
کبھی تو اُسکے دامن تک ہی ہو نچا خاک کو میری
صبا بار دگر تک کو بکو اب یونکی یون ہووے
اگر تم قیمت یک بوسہ پر اُسکی گران سمجھے
تو بس ضبط دل صد چاک کا سینہ ہی چاک جیسے بہتر
دل صد چاک کا سینہ ہی چاک جیسے بہتر
مناسب ہے کہ تدبیر رفو اب یونکی یون ہووے

گرے گر دیکھ گردہ چشم صوفی وجد مستانہ
تماشہ ہو ظفر جب ہاو ہو اب یونکی یون ہووے

ترے زخمی سے کہنا چارہ گر یون تھا سنا یون ہے

اگر پہلے تو نہ شق تیرا جگر یون تھا سنا یون ہے

مری قسمت سے باز آیا مرے تو قتل سے ورنہ

ارادہ آج تیرا فتنہ گر یون تھا سنا یون ہے

پریشان حال دیکھا ہم کو تیرے عشق مین سب نے

بھلا مجنون کہان آشفتہ سر یون تھا سنا یون ہے

لگے کیون رکنے آنسو سے بہاتے کیون نہین دریا

مجھے منظور تو اے چشم تر یون تھا سنا یون ہے

نہ یون باور نہ یون باور خدا جانے کہ ہے کیونکر

کہو نہین کیا کہ حال اے نامہ بر یون تھا سنا یون ہے

نہوتا اس سے گر جرم وفا تو قتل کیون ہوتا

وہ کہنا میرا لاشہ دیکھ کر یون تھا سنا یون ہے

خدا جانے ہوا اب کیا جو اُسنے پھیر لین آنکھین

کہ پہلے تو نہین مد نظر یون تھا سنا یون ہے

وہ آوے یا نہ آوے پر کہا تھا رات آنے کو

کیا اقرار تو اُسنے مگر یون تھا سنا یون ہے

نہیں احوال میرا کس کو معلوم
اگر تجھ سے کوئی کہتا نہیں ہے

رقیبوں کی شرارت ہے وگرنہ
ظفر وہ شعلہ خو ایسا نہیں ہے

کیا وہ آپ نے ہمسے بیان کیا تھا ہوا کیا ہے
کہ دوبارہ اقرار زبان کیا تھا ہوا کیا ہے

بہا دریائے خوں جاتا تھا قطرہ کوئی سکتا
تصور ہمکو چشم خونفشان کیا تھا ہوا کیا ہے

یہ جانا تھا کہ لیگا تو وفا پر کی جفا تو نے
ارے ظالم ہمیں تجھسے گمان کیا تھا ہوا کیا ہے

تجھے تھا ساتھ جانا وہ گیا تو وہ گئے تنہا
ارادہ تیرا جان ناتوان کیا تھا ہوا کیا ہے

تمنا تھی جواب خط کی تا صد کے پر نہ لے
ستم ہے مطلب دل میری جانکی کیا تھا ہوا کیا ہے

جلا کر یا تھا دل یا جان بھی جلنے لگی دیکھو
کہ میرے سینہ میں سوزنہان کیا تھا ہوا کیا ہے

گیا وہ کمر فکر کمر میں گم ہے تو اے دل
کہاں تھا جو نہاں تھا میان کیا تھا ہوا کیا ہے

ملا تھا خاک میں کون آگے اب ہے کسکی بادی
نہیں معلوم زیر آسمان کیا تھا ہوا کیا ہے

اگر ہم جانتے ایسا نہ دیتے دل ظفر اسکو
کہیں کیا ہمنے سو جا مہربان کیا تھا ہوا کیا ہے

اشک خوں ہو کر جو شب گاں سے تھے چلے
سیکڑوں نالے مرے خوں جگر سے تھے چلے

خط مرا ہو نچا رسید آتی نہ کہ بہ نظر
ذکر کچھ بیدھب مرد ہان نامہ بر سے تھے چلے

گر کسیکے قتل پہ تم نے کمر باندھی نہ تھی
باندھ کر تلوار کیوں اپنی کمر سے تھے چلے

ابھی ہین وہ مرے ہمدم ابھی ہو جائین گے دشمن
نہین اک وضع پر صحبت کبھی یون ہے کبھی دون ہے

جو شکل شیشہ گریان ہون تو مثل جام خندان ہون
یہی ہے یان کی کیفیت کبھی یون ہے کبھی دون ہے

کسیوقت اشک ہین جاری کسیوقت آہ اور زاری
غرض حال غم فرقت کبھی یون ہے کبھی دون ہے

کوئی دن ہے بہار گل پھر آخر ہو خزان بالکل
چمن ہی منزل عبرت کبھی یون ہے کبھی دون ہے

ظفر اک بات پر دائم وہ ہووے کسطرح قائم
جو اپنی پھیر یانیت کبھی یون ہے کبھی دون ہے

جب تک دنیا ہے کچھ برائی کی نہ تھی
ہمکو آگاہی برائی اور بھلائی کی نہ تھی

یہ توقع ہمکو تجھسے بیوفائی کی نہ تھی
آشنائی کی تھی ہمنے کچھ برائی کی نہ تھی

تھے مکدر تم ہی ورنہ میرے دل کا آئینہ
بے کدورت تھا اُسے حاجت صفائی کی نہ تھی

لگ گیا تھا جی دونون کے قفس مین اپنا دل
ہمکو ای صیاد کچھ پروا رہائی کی نہ تھی

تو نے کسکے دیدۂ پر آب پر چھوڑے تھے اشک
آج وہ سرخی تری دست حنائی کی نہ تھی

دل فریبی نین جو ہین ناشناسی کے آگیا
ایسی کیا آگے کسی سے آشنائی کی نہ تھی

ہوم مین کیونکر دن دل کو تری آشفتہ دل
آدنا لین تو موثر ہو ایک ہی سی ہے

قتل کرنا منظور ہی میرا تو میرے واسطے
ابر دی قاتل ہی یا شمشیر ہو ایک ہی سی ہے

درگ میرے درد کا چارہ بتا تو ہین طبیب
سب کے نزدیک اسکی جو تدبیر ہو ایک ہی سی ہے

دل اسیر غم ہی میرا ہین دل غم کا اسیر
یا نو ہین دونو نکو گر زنجیر ہو ایک ہی سی ہے

ہو گئے جو خاک راہ عشق آنکے سامنے
اے ظفر ہی خاکیا اکسیر ہو ایک ہی سی ہے

جو دل مین بات ہوتی ہے زبان پر وہی ہوتی ہے

سنہ ہین پھیر سے نے پھر پھر کے ہان پر وہی ہوتی ہے

کل اس غمزے سے دل تو نے گیا پر دیکھیے کیا ہو
کہ آفت آج جان نا توان پر وہی ہوتی ہے

فلک کے آئینہ مین عکس افگن مانگ ہی اسکی
نظر سب کہکشان ہی آسمان پر وہی ہوتی ہے

کہان ہے مو کہ ساقی سیر دریا کی ہو کیفیت
مجھے تو یاد اس آب روان پر وہی ہوتی ہے

کہان ہین اشک کوئی بوند ہے دل مین جو لو ہو گی
مری مژگان چشم خونفشان پر وہی ہوتی ہے

سرد مہری پر ظفر تم عشق کی مت جایو
رکھنا اس سردی مین آتش کا شرارا عشق ہے

وان کمان ابرو ہے اور ہر مو تیر مژگان تیر ہے
یان ہر لب شکل کمان اور ہر سو دزدان تیر ہے

موج رنگ گل مجھے تجھ بن ہے موج نوشکان
شاخ گل ہر تار ہے رشک گلستان تیر ہے

کیا کہا ای صید افگن صید اوک خوردہ نے
جو لب سوفار ہے سطرح خندان تیر ہے

سر کشون کو پڑتی ہے آہن دلون سے احتیاج
دیکھو گر باور نہین محتاج پیکان تیر ہے

جانتا ہے جو حلاوت زخم تیر عشق کی
یہ شکر کیطرح سے کھاتا وہ انسان تیر ہے

سرو گلشن رشک سے اس قد رعنا کے ترے
سینہ گلشن مین ای سرو خرامان تیر ہے

رات بھر محبوب تصور مین ترے ناوک فگن
شعلہ گر پیکان ہے تو شمع شبستان تیر ہے

تو بہت پھرتا تھا سر کش کہکشان نے اسلیے
تا کہ مین تیرون دیا ایجرخ گردان تیر ہے

سہتا ہے جی نشانا دل ہو جاوے کہین
ای ظفر اسکی نگاہ چشم فتان تیر ہے

دل مین اک آواز نے از خود نہین بھر کا گئی
ہمدمون گرمی دم نالی کی نے مین آگئی

تیری چشم مست کی گردش وہ ہے ای مست ناز
عقل ہشیارونکی جسکو دیکھکر چکرا گئی

دل ہوا سوز محبت سے جو سرگرم طپش
شعلہ کانپا اٹھا فقط کیا برق بھی تھرا گئی

خانۂ تن سے کرے کیا جان نکل جانیکا قصد
کیا کرے انبوہ غم وہ دیکھکر گھبرا گئی

گردش چشم مفتن کی ظفر ہے وہ بلا
دیکھ کر جس کو فلک کی ہتھیلی چپکرائے ہے

جلا دل گرمی سوز جگر پہونچی تو یہ پہونچی
جگر کی دل کی ہمکو کچھ خبر پہونچی تو یہ پہونچی

نہ بیدردوں سے دل ستانہ مجکو درد دل ہوتا
او نیتا دل کے ہاتھوں سے اگر پہونچی تو یہ پہونچی

گیا اے چارہ گر مرہم دوا اپنا اسکے جانیسے
دوا ہمکو ہم جو کارگر پہونچی تو یہ پہونچی

جو وہ پردہ نشین پہونچا دکھا حال کیا ہوتا
کہ حالت اپنی اسکی دیکھکر پہونچی تو یہ پہونچی

گیا دل بھی کہیں جسدم نظر اس شوخ کی جانب
پہونچکر دونوں گچ پر بیشتر پہونچی تو یہ پہونچی

نہ ہو پہونچا کوئی اپنے پاس پہونچا جبکہ وقت اپنا
اجل کو آفرین ہے وقت پر پہونچی تو یہ پہونچی

مزا ہون اشک کیونکر نہ آئی آہ جسکا ہین
مدد کو نالۂ دل کی ظفر پہونچی تو یہ پہونچی

شب ہاتھ ہمارے جو مے ناب نہ آئی
لیفیت سیر شب مہتاب نہ آئی

برقع کو اٹھایا رخ تابان سے جو اسنے
خورشید جہانتاب کو بھی تاب نہ آئی

صحرا مین گھٹا گو رہے ہم بادہ کشونکی
کب آئی کہ بادیدۂ پر آب نہ آئی

جاکر جو عدم سے نہ پھر آیا کوئی ہمدم
کیا یاد اسے صحبت احباب نہ آئی

منھ پھیر گئی قتل سے ظالم تری مژگان
کام اپنے کوئی تیغ ستیتاب نہ آئی

کھا ہی رہا حلقہ مین دل زلف کی چکر
کس روز یہ کشتی سر گرداب نہ آئی

کسی کے جب تصور کی نظر بندی لگی ہونے
تو ہو کر چشم بندی گھر کی در بندی لگی ہونے

الٰہی خیر ہو پھر چشم مین تحریر میرے کی
سیاہ ناز و غمزی کی کمر بندی لگی ہونے

یہان شاید نے آنکھون سے باندھا تار اشکون کا
دہان کانون کے بالون پر گہر بندی لگی ہونے

جگر کو ٹکڑے کر کر کے طفل اشک نکلی ہے
ہمین معلوم اب اسکی جگر بندی لگی ہونے

کہان مرغ نظر اس گلشن رخسار تک پہونچے
کہ تار اشک سے پہلے ہی پر بندی لگی ہونے

کسی نے کچھ نہ کچھ بہتان باندھا کھل گیا ہمپر
جو اپنی اُنکے کوچے مین ظفر بندی لگی ہونے

ترک جو ٹیکا دو کافر جو کوئی نام لیتا ہے
تو عاشق کھا کے مکا سا کلیجہ تھام لیتا ہے

کھلا رنگ شفق سے یہ کہ ہر ذرہ اپنی گردن پر
ہزارون خون ناحق چرخ نیلی فام لیتا ہے

شب فرقت مین نیند آتی نہین اور بیقراری سے
سحر تک کروٹین بستر پہ یہ ناکام لیتا ہے

وہ مرغ ناتوان صیاد کیا نالہ کرے جس کا
ہوا ہوتا ہے دم گردوم بھی زیر دام لیتا ہے

نماز فجر و مغرب ہے یہ عاشق کی کہ اٹھ اٹھ کے
بلائین اس رخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہے

کرون ہون ساتھ چاک جیب کے بین میں بھی غا
جنون کے کام دیکھو کام مین یہ کام لیتا ہے

پیون کیونکر نہ خون اپنا ظفر مین وقت مے ہوتی
کہ اس لعل لب ساگون کے بوسے جام لیتا ہے

اگر روتی ہی اے شبنم چمن سے جا کے باہر رو
تری تسکین سے پانی گل کا زخم دل چوراتا ہی

چوراکر خم کے خم پی جائینگے کیون ساغر مے پر
عبث تو ہمسے اے ساقی محفل چوراتا ہی

اڑا لیتا ہی ہاتھون ہاتھ وہ دزد حنا دل کو
چوراتا بھی ہی گر کوئی بصد مشکل چوراتا ہی

چوراکوئی کالا چور دل کو پر جو تو پوچھے
کہون منھ پر کہ تیرے رخ کا کافر تل چوراتا ہی

نہین چوکے کا موزون اس انداز کا مصرع
تری قامت کا مضمون سرو لاحاصل چوراتا ہی

ظفر اک عاشق جانباز ہی ہر نے پہ دھم دیتا
وگرنہ جان بیان نادان سے ناعاقل چوراتا ہی

پاس جانان کے کہا کس نے کہ جانا منع ہی
دل کو پر اس دشمن جان سے لگانا منع ہی

ہو کہ سرکش گر پڑا فوارہ آخر کے بل
جھک کے چلنا چاہیے یہان سر اٹھانا منع ہی

گل کھلایا تازہ یہ خون شہید ناز سے
ہون جبتک پھول انکو بان کھانا منع ہی

کرکے مٹھا اس دریچہ آہ کھینچون کسطرح
تیر قبلے کیطرف ای دل لگانا منع ہے

اپنے زخمون سے کہا ہنس ہنس کے زخمی نے تیرے
آج ہی شادی کا دن آنسو بہانا منع ہے

عشق کے نیچ مین واجب ہے بہانا خون
خون بہا کا ذکر پر قاتل سے لانا منع ہی

عشق نے دل کو ظفر اتنے دیے کیون آبلے
یہ وہ ہی بیمار جس کو آب و دانا منع ہے

خاک مین تو قبر پیش دلستان جا کر ملی
دل لگانے کی نہین یہ داد و مان جا کر ملی

مجذوب ہوں یا سالک عاقل ہوں کہ دیوانہ
کیا جانیے میں کیا ہوں اور کیا مری حالت ہے

جلوہ تجھے وہ اپنا ہر شے میں دکھاتا ہے
پردہ تری آنکھوں کا پر تیری ہی غفلت ہے

کہتا ہے ظفر جو کچھ اب جوشِ محبت میں
اے فخرِ جہاں سب وہ تیری ہی عنایت ہے

میری و محبوں کی ہاں تصویر دونوں کی کھینچے
ساتھ دونوں کے مگر زنجیر دونوں کی کھینچے

بوالہوس جھوٹا ہے گر عاشق پہ ہے جرم و فا
گھال واجب ہے بے تعذیر دونوں کی کھینچے

دل جگر دونوں ہیں فریادی مگر کیا فائدہ
آہ جب سینے سے بے تاثیر دونوں کی کھینچے

کھینچیں جب دل مصحف رخ پر اگر زلفیں تری
ایک ہی دونوں طرف تحریر دونوں کی کھینچے

ٹھہرے ہم و غیر گر یکساں تو ظالم چاہیے
جانِ شکنج میں بھی بے تقصیر دونوں کی کھینچے

ان بھوؤں سے دیکھیں اس دم کون ہوتا ہے دوچار
جب برابر ایک دم شمشیر دونوں کی کھینچے

اُن کے کھینچنے پر جو سمجھانے گئے یارِ دقیق
اور وہ سُنکر ظفر تقریر دونوں کی کھینچے

تو نظر آیا نظر اپنی جدھر کو پڑ گئی
تیرِ نظارہ کی یہ عادت نظر کو پڑ گئی

سب پہ ہیں لطف و عنایات ایک مجھ پر ہی جفا
مجھ سے کیا جانے اس عشوہ گر کو پڑ گئی

ہوش آرائش تن خاک ہو اُس مجنوں کو | جسنے جز خاک کبھی سر پہ نہ ڈالا پانی

دیکھے گر وہ گل رخسار عرق ناک ظفر
تو بھرے باغ میں سیر آبِ لالا پانی

پھینکی آب ہے شبنم جو رخ گل دھوکے | تولتی ہے اُسی منقار کو بلبل دھوکے
زاہد خشک کو ہے شربت کوثر کی طلب | ہاں پلا دو اسے پانی قدح مل دھوکے
خاک عاشق کی لگی ہے تو جھٹک دے ظالم | تو خراب اپنا نہ کر دامن فرغل دھوکے
شانۂ آئینہ خورشید ہو لیکر حاضر | بیٹھے جب منھ کو وہ باشان و تجمل دھوکے
حسرت اے اشک ندامت کہ کیا تو نے سفید | رسیا ہوں کے سیہ نامہ کو بالکل دھوکے
کرتی ہے پاک مرے زخم کو مانند شراب | آب تیغ نگہ مست تغافل دھوکے
حرص دنیا کی نمایش پہ نجانا سراب | وہ ہے اے تشنۂ صحرا تو توکل دھوکے
اُسکی بھیگے ہوئے بالوں سے عذر کر اے دل | کہ تری تن پہ پڑی ہاتھ وہ کاکل دھوکے

یا علی ہے وہ ظفر خاک سر راہ ترا
آب حیوان بھی پیے تو سم دلدل دھوکے

جا کیوں نہ یہ میں اور کیوں وہ حرم میں آوے | جسکو اللہ نظر اپنے صنم میں آوے
درد و داغ جگر کام نہ غم میں آوے | دل یہ کہتا رہا لیلیٰ وہ ہم میں آوے
اس دم سرد سے تو بار نہ دم میں آوے | ہاں جو کچھ نالہ میں دم ہو تو وہ دم میں آوے

وفور اشک کے آگے سمندر کیا ہے یون ہین ہی

اور اُسکے بلبلے سے چرخ ہمسر کیا ہی یون ہین ہی

نہ کر اتنا ستم تو نیم جان پر اپنے جانے دے

کہ اسمین جان باقی اے ستمگر کیا ہی یون ہین ہی

خدا جانے پریرویون نے کیون اُسکو لگایا منھ

وگرنہ آئینہ مین ایسا جوہر کیا ہے یون ہین ہی

نہ یہ آنکھین نہ یہ مژگان نہ یہ گوش اور نہ یہ ابرو

ترے مکھڑے کے آگے ماہ انور کیا ہے یون ہین ہی

جو پی جاتے ہین آنسو بھر کے اپنی چشم ساقی مین

وہ کیا جانے کہ مے کیا اور ساغر کیا ہے یون ہین ہی

جو تجھ سے ہو سکے تو خانۂ عقبےٰ کو دے تزئین

نہ کر آرائش دنیا کہ یہ گھر کیا ہے یون ہین ہے

بجھا تجھ سے نہ سوز دل ذرا بھی بس تجھے دیکھا

یہ جوش گریہ تیرا دیدۂ تر کیا ہی یون ہین ہی

کہو نمین حسن مین گر تجکو رشک ماہ کنعانی

تو جھوٹ اسمین بتا اے ماہ پیکر کیا ہی یون ہین ہی

چھپتی ہے کوئی چاہ کی چتون بھی ہمنشیں
جس دم ملی نگہ سے نگہ صاف کھل گئی

غافل کبھی ہوئے کبھی ہشیار ہم میاں
گہ آنکھ بند ہو گئی گہ صاف کھل گئی

چھپ چھپ کے گرچہ آپ گئے گھر میں غیر کے
لیکن خبر ہزار جگہ صاف کھل گئی

نشتر سے کھل گئی نہ رگ جان مری ظفر
چھپتے ہی پردہ نوک مژہ صاف کھل گئی

بدن پہ بال ہیں یوں اس ملول کے کانٹے
کہ ہوں درخت میں جیسے ببول کے کانٹے

زیادہ گوئی سے کیونکر نہ خلش پیدا
کہ حق میں بوئے ہے وہ بولفضول کے کانٹے

تری درازی مژگاں کا ہے بڑا کھٹکا
کہ ہفت دیکھے نہیں اتنے طول کے کانٹے

رقیب نیش زن اس گل کے ہمنشیں ہیں مدام
یہ کیا ستم ہے کہ ہیں پاس پھول کے کانٹے

جو دیکھیو اس گل عارض کو بہر تنگ چمن
چنے گلوں کی جگہ ہوش پھول کے کانٹے

کلام کیوں نہ ہو سنجیدہ نکتہ سنجوں کے
کہ تولتے ہیں وہ لیکر اصول کے کانٹے

تم و الم کی شتابی دل ظفر سے نکال
الٰہی صدقہ سے اپنے رسول کے کانٹے

دیگر

نہ پوچھ ہمدم بھلی کیا ہے بری کیا ہے
بتائیں اب تجھے کیا ہم بھلی کیا ہے بری کیا ہے

مری ہر بات پر وہ آج ہی ہوتا ہے کیا برہم
ظفر اس بے مروت کی ہمیشہ سے ہی خو ایسی

جب اُس عالم سے اِس عالم مین ہم گریہ کناں آئے
کہاں دل مین کہان تھے ہم کہان سے ہین کہان آئے

مری بالین پہ وہ آرام جان اک دم نہ آوے گا
اگر سو بار دم آنکھون مین آئے لب پہ جان آئے

دل اپنا لگ گیا کنج قفس مین اب کسے پروا
بہار آئے چمن مین ہم صفیر و یا خزان آئے

پھرین خانہ بخانہ مہر و مہ پر حیف اے گردون
کہ میرے گھر نہ یک شب وہ مہ نامہربان آئے

جواب صاف ہی تو کاش دے تسکین کے بدلے
بلا سے صبر تو دل کو مرے اے دلستان آئے

ترے ہاتھون سے گرچہ ناک مین دم اپنا آتا ہے
مگر کیا تاب جو لب پر کبھی آہ و فغان آئے

لگا ئین منزل ہستی مین دل کیا خاک ہم اپنا
کہ ہین وہ روز اس مہمان سرا مین مہمان آئے

جلد اول دیوان ظفر

غنچے کو چھیڑ ہی صبا کہتا ہے کیا ہے — چشم کیون شوق مین نرگس کی ہمیشہ وا ہے
کیا تماشہ ہی کسے دیکھے ہو دکھا کیا ہے — سایۂ برگ سے گل باغ مین یہ کہتا ہے

وقت نظارہ مرے منہ پہ لگا مت پنکھا

ہر سحر شوق مین کیا وجد کرے ہی اپنے — دیکھنا برگ جو شاداب تری ہے اپنے
باندھ پر گل در شبنم جو بھرے ہے اپنے — جوش فوارہ کے دامن جو بھرے ہے اپنے

گو ہر قطرۂ نیسان لطافت پنکھا

آگہی بھی ہمدم درمان سے ہتے ہی سہل — بعضی آوازے سے ہلجا ہے دل انسان کا
وہ بجا کہتے ہین یہ بات کہ ہنسے ہی دیکھا — مرکورے یہ ہی پنکھے کیطرح دل ہلتا

آج نوبت ہی لگا کرنے یہ نوبت پنکھا

حرکتین دیکھ کے پنکھے کی کہین اہل خرد — کہ وہ ہی خم کی طرف مارہا دست رد
لیکہ مین نے اسی شاریسے یہ پایا مقصد — ہی تماشائیون کو اپنے بلاتا شاید

رسم جلبان کی جو رکھتا ہی شباہت پنکھا

چشم نم کو جو دماغ ہر تماشہ جائے — دام صبا کیطرح سخت منہی آجائے
کیون کہ جوں شیشہ ہستی ہی دم الماجائے — عیش و عشرت کا ہی یہ جوش کہ گھبرا جائے

گر مجھے دل پہ نہ ہوتی وقت حرارت پنکھا

مرد و زن شاہ و گدا کو دکہ دہر دیرنا — جو ہو خواہ ہین پنکھے کو وہ سب ہین یکجا

ہر طرف عیش کا سامان ہے عشرت کا رواج
ای ظفر ضاط یاراں کا ہوا خواہ کو آج
فرحت افزا ہے دم گرمی صحبت پنکھا

مخمس ثالث

کوئی جاوے جو اُدھر شام کو ہے گا ہے
تو کہے اُس سے یہ بانالۂ وآہ کیا ہے
چاہیے زخم سر خال بنا ہے گا ہے
اس طرف بھی تھمین لازم ہے کہ ہوگا ہے
دسیدم مخط بہ لحظہ نہین گا ہے گا ہے

دل پہ یورش ہے سدا اپ پہ ہے ہر دم سر دو
اشک سرخ آنکھو نمین ہے رنگ ہے رخسار کا زرد
ہمدمو پوچھو نہ تم حال دل غم پرور
ہے بلا کثرت اندوہ ہجوم غم و درد
دل کو فرصت نہین اتنی کہ کراہے گا ہے

کیا کہون کیونکہ غم ہجر مین گھڑیان گزرتی
دن تو ہم رات کیا کرتے ہین اور رات ہے دن
مر بھی جاوین اسی حالت مین اگر ہم ارمن
بزم جانان مین ہمین بار کہان ہے لیکن
دیکھ لیتے ہین اسے ہم سر راہے گا ہے

فرصت اکدم کی ندی دل کو ہجوم غم نے
خون کے دریا کیئے جاری کبھی چشم نم نے
جو نہ کہنا تھا کہا تیرے لیے عالم نے
ابتو یہ عہد کیا چاہ کے تمکو ہمنے
رد سر دیدہ جو کوئی اور کو چاہے گا ہے

جب سے عین عشقین اس شوخ کی ہوون نجیر خواہ
کر فغان لب پہ ہے اور چشم سے جاری خون آب

عازم کعبہ ہو تو خواہ ہو تو ساکن دیر
لطف کن لطف کہ ہی لطف سے انجام بخیر

تو کر و لطف تو کوئی نہ کرے تجھ سے بیر
لطف سے ہووے ہی اپنے سے سوا اپنا غیر

لطف کن لطف کہ بیگانہ نشود حلقہ بگوش

لطف سے وحشی صحرا ہی نہیں تنہا رام
لطف سے ماہی و مرغ آئے حلقۂ دام

لطف سے بنتے ہین انسان ہی فقط اے خلام
لطف ہی ہووے پرستار پری دیو غلام

لطف کن لطف کہ بیگانہ نشود حلقہ بگوش

لطف سے آدمی ہی فیل کی گردن پہ سوار
لطف سے ڈالتے ہین ناک مین شتر کے مہار

لطف سے پکڑے گئے شیر و پلنگ اژدر و مار
لطف وہ شی ہے کہ بنجاتے ہین اغیار بھی یار

لطف کن لطف کہ بیگانہ نشود حلقہ بگوش

لطف سے کن کے ہووے کہتے ہی دونون عالم
لطف سے روح ہوئی داخل جسم آدم

لطف سے گرچہ ہو معشوق بھرے عشق کا دم
لطف سی غیر نے بندۂ بے دام و درم

لطف کن لطف کہ بیگانہ نشود حلقہ بگوش

لطف ہی مطلب اظہار وفا کی تمہید
لطف ہے قفل در خانۂ الفت کی کلید

صاحب لطف کی برآئے ہی آخر امید
کر لیا لطف سی یوسف کو زلیخا نے خرید

لطف کن لطف کہ بیگانہ نشود حلقہ بگوش

قیس لیلی پہ بنا لطف کی باعث مجنون
کوہکن لطف سی شیرین کا ہوا تھا مفتون

لطف سے جام کی ہی حلقہ طاعت مین جوی | یہ بجا دائرہ عیش مین دف کہتا ہے

لطف کن لطف کہ بیگانہ نشود حلقہ بگوش

حلقۂ موج ہوا قوس قزح قوس ہلال | گردش چرخ برین گردش مہ گردش سال
گردش ساغر مے گردش فانوس خیال | سب تجھے کہتے ہین یہ حلقہ بگوشون کی مثال

لطف کن لطف کہ بیگانہ نشود حلقہ بگوش

جب کمان ابرو جھکی لطف سے با غمزہ و ناز | لیا آغوش مین جب تیر سا سر کش طناز
سب کے گوشون سے بوقت کشش تیر انداز | کہ نکلتی ہے یہی دل سے کمان کے آواز

لطف کن لطف کہ بیگانہ نشود حلقہ بگوش

پرتو لطف سے خورشید کے ہو نور آگین | رات کو کہتا تھا گردون پہ مہ ہالہ نشین
حلقۂ بندگی مہر ہے یہ ہالہ نہین | مہر کو مہر کے ہوے غیر محبت آئین

لطف کن لطف کہ بیگانہ نشود حلقہ بگوش

کچھ گل و سرو مین بھی لطف کا دیکھا اسلوب | انکو بھی بلبل و قمری نے جو سمجھا محبوب
ای ظفر لطف ہر دہ شی کہ ہو سب کو مرغوب | گلستان مین کہا بلبل شیراز نے خوب

لطف کن لطف کہ بیگانہ نشود حلقہ بگوش

مخمس رابع

اے گل خندان بتا ہمکو ہمارا کیا قصور
مثل خار راہ پھینکے ہی گلی سے تو جو دور
ہم نحیفوں کو اُٹھانا خاک رہے کیا ضرور
ضعف سے ہی ہمکو صرصر جنبش مژگان مور
ایک جھونکے میں خدا جانے کدھر اُڑ جائینگے

کچھ نہ پوچھو ہمدموجود ال میں ہی سود و زیاں
ساتھ دم کے ہر نفس نکلے ہی شعلہ یا دھواں
سوزش دل سے کروں گا میں اگر آہ و فغاں
رہ جائیگا کیا صوت بر اوج آسماں
دیکھنا بھر کر مرے دود جگر اُڑ جائینگے

روز فرصت کیا کرامت ایک سنتے ہیں جدا
روز کہتے ہیں کہ باغ قدس کی کرتے ہیں ہوا
آخر شب انکو بنا کر طائر عرش مجید
شیخ صاحب اگر یونہیں اُڑاوینگے مرید
دل نہ سکتے ہونگے تو بھی عرش پر اُڑ جائینگے

مسیح گلشن میں صبا تیرا اگر ہو و گذر
کہیو بلبل سے ذرا اتنا کہ اے شوریدہ سر
کر رہی ہے دھجیے کیا شاخ گل پر پھکپھکر
یہ چمن یونہیں رہیگا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائینگے

بات جو کرتے نہیں ہرگز فریب و مکر سے
تو ہو اخواہی کا دعوی معتبر انکو نہ گن
گل کھلیگا جبکہ ہوگا کوئی انکا ممتحن
لوگ باغ سبز دکھلاتے تو ہیں پر ایک دن
اڑتے ہی کے طوطے سے اُنکے اے ظفر اُڑ جائینگے

مخمس خامس

نہیں بر وا اسے افسوس کہ میرا بسمل | تڑپے ہے خاک پہ اب تک کہ گیا خاک میں مل
نہیں معلوم وہ کافر ہے کدھر کو مائل | نگہ یار کو اب کیوں ہے تغافل ایدل
وہ ترے حال سے غافل کبھی ایسی تو نہ تھی

کچھ خوش آتا ہی نہیں اسکو مری ایذا بن | بلکہ درپے ہے مرے قتل کے وہ رات اور دن
اسکے ہاتھوں سے مری جان بچے کیا ممکن | چشم قاتل مری دشمن ہے ہمیشہ لیکن
جیسی اب ہو گئی قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی

جانتا ہی اسے تو خوب کہ ہی عاشق زار | دل تو کیا جان کے دینے میں نہیں ہے انکار
وہ کسی بات پہ تجھ سے نہیں کرتا تکرار | کیا سبب تو جو بگڑتا ہے ظفر سے ہر بار
خو تری حور شمائل کبھی ایسی تو نہ تھی

مخمس سادس

نظر پڑے جو کہیں چاک در کھلے کو کھلے | شگاف دل کے ہے سر سر کھلے کے کھلے
عجب ہے کیا کہ ہمیں لب اگر کھلے کے کھلے | کسی کے روزن در دیکھ کر کھلے کے کھلے
ہمارے رہ گئے دیدے ادھر کھلے کے کھلے

کرے ہے سر پہ فلک جسکے روز فتنہ بپا | جو گھر کو چھوڑ کے ہی آخر اس نکل جاتا
پوچھ مجھ سے یہ خانہ خراب ہی کیسا | کہوں نہیں چرخ کی خانہ خرابیاں کیا کیا

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

مخمس

کروں کیا پیش تجھ کو ہمدمی آہو فغانوں کے
مجھے آگے ہے فرصت ان شغال شوخ دانوں کے
اُڑا تو نیمن کی گرد ہی سو رفتہ جانوں کے
جب اپنے گل پہ تو رکھتا نہیں ہے باغبانوں کے

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

فلک کے ہاتھ سے کیا کیا مرا دل رنج سہتا ہے
نہیں فرصت ذرا غم سے اسی میں غرق رہتا ہے
تو یا حال ہوتا ہے کلیجا منھ کو آتا ہے

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

ملاسے گر نہیں کوئی رفیق و آشنا میرا
خدا آسان کریگا گو ہے مشکل مدعا میرا
خدا پر دھیان ہے میرا خدا حامی ہے میرا

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

نہیں غمخوار کوئی کو کہ سکتا ہے غمخواری
خدا ہے اپنی میں کھتا ہوں امید دگاری
زباں ہے جبتلک منھ میں زباں سے ہے یہی جاری

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

کروں گا پر نہ شکوہ گر چہ ہونگے لاکھ غم پیہم
کہو جاؤنگا میں ہر دم یہی جبتک ہے دم میں دم

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

فلک کے ہاتھ سے کیا کیا مرا دل رنج سہتا ہے
کہ اک آہ سرد کیا دریا چشم سے نرات بہتا ہے
اگر تائید حق پر جب نظر کرتا ہے کہتا ہے

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

غم و اندوہ سے حالت ہوئی ہے سقد میری
کہ ہوتا غم ہے غمگیں آپ صورت دیکھکر میری
نہیں پر دل شکستہ میں خدا پر ہے نظر میری

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

مرا دل رنج و غم سے ہے بہت جسوقت گھبراتا
تو یا حال ہوتا ہے کلیجا منھ کو ہے آتا
اگر جب میں یہ کہتا ہوں تو باری ہے ٹھہر جاتا

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

خدا پر دھیان ہے میرا خدا حامی ہے میرا اور خدا مشکلکشا میرا
خدا ہے اپنی میں کہتا ہوں امید دگاری
زباں ہے جبتلک منھ میں زباں سے ہے یہی جاری

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

اُس دم کہیں صحرا میں پانی کا تھا قطرہ | جون آبلہ پیاسے کا ٹوٹے پہ گرا قطرہ
تھا آب بقا حق میں ان خشک زبانوں کے

معلوم نہیں تیری اے عشق یہ ہے کیا خو | آکر جگر و دل کو اک دم میں مرے لو ہو
دکھلائے نگاہ اپنی جب شان و تجمل کو | ساتھ آہ و فغاں کے یوں آنکھوں سے ہو آنسو
ہو فوج روان جیسے با ساز و نشانوں کے

اے عیسیٰ دوراں ہے تیرا یہ سخن تیریں | امکان نہیں غم سے دے ہمکو ذرا تسکیں
تو حق میں ہمارے ہے جلاد ستم آئین | جاں بخش ہیں یہ تیرے گو لعل لب رنگیں
پر ہمکو تو اے ظالم لالے پڑے جانوں کے

جادو کی کمندیں ہیں یہ آنکھیں نہ ہوئے ہیں | مژگاں ہیں تری کاں فرسب دیکھکے کہتے ہیں
ابرو و نکو تیرے سب دیکھ کے کہتے ہیں | کاجل کی بھویں تیری تحریر یہی کہتی ہیں
رستم کے یہ چلے ہیں حلقوں کے کمانوں کے

دل پاک نہو جبتک دنیا کی تمنا سے | کیا کام نکلتا ہے تسبیح و مصلی سے
نادان سے نہیں ہم کہتے ہیں دانا سے | دانا ہے جو دل اپنا پھیرے ہے وہ دنیا سے
کیا پھیرنے سے حاصل تسبیح کے دانوں کے

زلفیں تری بکھری ہیں عالم میں جو بستی کے | ٹھہریں ہیں بلائیں یہ چھوٹ رنگی نہیں سکے
اور گوشوں کے آونے دشمن ہوئے ہیں نکیوں جیسے | جون آبلہ زہر آگیں ہو کام میں عقرب کے

مخمس عاشر

کل نظر جو اگئی قسمت سے دم بھر اسکی شکل
جیمین تھا کچھ مین کہونگا دیکھ کر اپنی شکل
ہوگئی سکتے کی حالت مین کہون تو کیا کہون

گونگے کی منہ سے بیان شرح وتمنای وصال
اُنکو سب معلوم ہی جو دل مین گذری ہی خیال
کوئی چھپتی ہے محبت اسکا چھپنا ہی محال
میری نظرین ہی کہی دیتی ہین سر اداکا حال
اُن سے ہی اپنا راز الفت مین کہون تو کیا کہون

تمکو غیر ون سے نہین محفل مین فرصت ایک آن
جو سنے تو گوش دلسے راز دلکا سب بیان
کیونکہ سرگوشی کرون ہی مجھسے عالم بدگمان
کان لگنے سے ترے سب کھڑے ہوتے ہین کان
تجھ سوای کان ملاحت مین کہون تو کیا کہون

کوئی دستت مجکو بتلاتا ہی اور کوئی جتون
دل سے نکلی ہی فغان اور چشم سے جاری ہی خون
دوستی مین تکی جو کچھ ہی مرا حال زبون
دوستی تو چاہتی ہی یہ کہ کچھ اسسے کہون
اور کہون تو ہو عداوت مین کہون تو کیا کہون

بستر غم پر پڑا ہون زار و بیجا و غریب
چشم رخ زرد و دل سے پر درد و جان جسرت نصیب
اسکی دوری سے ہوا ہون تو مرنیکے قریب
مجھسے چل تو درد دل کیا پوچھتا ہی طبیب
سب کہو دیتی ہین صورت مین کہون کیا کہون

لیکے نامے کو مرے جب نامبر چلنے لگا
جیمین آیا کچھ کہون پر سوچکر جیمین کہا
آرزو و شوق شرح ہجر عجز و التجا
مدعا کے خط تو سب قاصد کہین نے لکھدیا

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

ہون گر پڑتا برنگ اشک مژگان کے سر بل | دستگیری گر تمھاری ہو تو مین جاؤن سنبھل

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

خاکسار ایسے پر جو کہ ہل سکتا نہو جون نقش پا | تم اُٹھاؤ تو وہین ہو وہ سنبھل کر اُٹھ کھڑا
عیسی جان بخش ہو تم اور خضر رہنما | دردمندونکی دوا ہو ناتوانون کے عصا

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

طوف کرتا ہی تمھارے آستان کا اسمان | کعبہ اہل صفا ہو قبلہ گاہ مقبلان
خواجۂ ہر دو جہان ہو شاہ شاہان جہان | آپکا دست حمایت چھوڑ کر جاؤن کہان

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

یہ ہی باغ خلد روضہ پر تمھارے گل فروش | جسکے ہر گل مین ہی بو بادہ وحدت کا جوش
ایک لٹ مین سیکڑون بیہوش ہین جو ہا ہوش | اور یہی کہتے ہین پھر جیجے انھین آتا ہی ہوش

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

آستان بوسی کا مجکو شوق تو ہی اس قدر | پر کرون کیا مین ہون بیطاقت قدم سر بسر
اڑکے مین پہونچون ابھی تیرے اگر ہون بال و پر | ہی تمھاری ہی فقط چشم عنایت پر نظر

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

وہ تمھارا نور باطن ہی کہ خورشید منیر | رو برو ہی اُسکے ذرہ بلکہ ذرہ ہی حقیر
تم پہ روشن ہی کہ مین ایکو احبۂ رو شن ضمیر | دو جہانمین جانتا ہون تمکو اپنا دستگیر

محسن ثاقب

نہ جس مطلب پہ اور لوٹے کبھی پوچھا گیا باعث
پذیرا عرض غیر فرنکی ہوئی سطرح کیا باعث

گرا رش کرتا بندہ بھی تو ہان خدمت مین یونہین تھا

ہمین منظور تھا جو کچھ مقرر ہم وہ کر جاتے
کہ جاتے اس جہان سے آج ہم اور چشم تر جاتے

نہ آتے آپ گر یکدم تو ہچکی سے گذر جاتے
تمامے وقت آپہونچے وگرنہ ہم تو مر جاتے

ارادہ ہو چکا اپنا غم فرقت مین یونہین تھا

کیا تو نے نہایت کیون نحیف ایدل مزاج اپنا
تجھے کرنا کچھ اندیشہ تھا بیتن را علاج اپنا

دکھاتا کیا ہی حال ناتوانی ہمکو آج اپنا
دل بیمار جب ہمنے کہا تھا کر علاج اپنا

کہ آیا فرق کچھ تیرے ابھی طاقت مین یونہین تھا

مرا دم دیر سے آنکھو نمین تھا مشتاق نظارا
نہ تھا پر دیکھنے کا تیرے دا کے لحظہ مجھے یارا

ترحم چاہیے تھا کچھ تجھے ایشوخ خود آرا
دکھا کر غیر کو صورت مجھی کیون رشک سے مارا

کہ مین تو مر رہا دیدار کی حسرت مین یونہین تھا

وہی آتا ہی یان جسکی گرفتاری مین ہم ہین
نکل سکتا نہین پھر آگیا جو کوئی الفت مین

برا ہو کیا سمجھ کر تو بتا رنج و مصیبت مین
نہین ہے جا گر یزیدان اگر تجکو محبت مین

تو آیا تو ارے دیوانے اس آفت مین یونہین تھا

خدا جانے کوئی دیوے پری یا حور یا انسان
تصدق جاے اس شکل کے اس حسن کے قربان

نہ پوچھو مجھسے کیا حیرت فزا ہی جلوہ جانان
ذرا تم دیکھتے ہو جسطرح آئینہ کو حیران

اسکا مت

اسکا مت پوچھ سبب اے بت غارتگر ہوش
تھا تری تیغ تبسم مین حلاوت کا یہ جوش
رہگئے میرے لب زخم جگر بند کے بند

جوہری ہو کے اگر جمع جہان کے آوین
اور خوش آب گہر کان عدن کا لاوین
آب و تاب انکی وہ کیا خاک ہمین دکھلاوین
کلمین دندان ترے ہنستے مین تو پھر بھا وین

دہن در رخ ہین دندان گہر بند کے بند

کوچ کی اپنی سنائی ہمین جب اُسنے خبر
اپنا اک سکتے کا سا ہو گیا عالم سنکر
ہائے ہوتی ہمین کچھ طاقت گفتار اگر
کچھ نہ کچھ کہہ کے انھین روکتے ہم وقت سفر

پر زبان ہو گئی بندھتے ہی کمر بند کے بند

لیکے ہم اُسکو جو گلشن مین سحر جائین
بوکہی منھ سے وہ گل لا و گل سحر جائین
منھ ہی کیا غنچون کا جو سامنے کھل جائین
اگر کھلے بات تو نمین وہ غنچہ دہن رہجائین

باغ مین غنچون کے مُنھ باد سحر بند کے بند

جی تو چاہے ہی یہی گل کی ہوس مین صیاد
پھو تو چمن مین باغ تلک ایک نفس مین صیاد
پر کرون کیا کہ مین اب ہون ترے بس مین صیاد
باندھکر پر نہ مجھے چھوڑ قفس مین صیاد

فائدے کرنے سے کیا طائر پر بند کے بند

تیر ز سودائیون کو دی ہی سزا تقصیر
لاکے زندانمین کیا یار دنے ہر چند اسیر
شوق صحرای جنون جنکے ہوا دامنگیر
گئے دیوانے نکل مثل صفای زنجیر

غزل
ترے داغ فراق سے محبت کی داد چاہتا ہون
ترے داغ فراق سے محبت کی داد چاہتا ہون

ہی ہر ایک طرز عتاب عربدہ جو خوشنما
اُسکی ابرو پر نہون کیون چین ابرو خوشنما

تیغ ہو تو تیغ پر جوہر بھی واجب ہے کہ ہو

ای شکار افگن وہ خنجر لاکہ جسمین آب ہو
آب وہ زہر آب ہو یا آب شہد ناب ہو
اُس سے پر نخچیر ناوک خوردہ کو کچھ تاب ہو
قطرۂ پیکان سے صید تشنہ کیا سیراب ہو

یان روان آب دم خنجر بھی واجب ہے کہ ہو

دیکھنا جب کچھ حصول مقصد و مطلب ہو دل
اور فارغ ساری تشویشون سے روز و شب ہو دل
آشنا و شد سو اس گلشن مین شاید جب ہو دل
سیر گلزار جہان سے یون شگفتہ کب ہو دل

غنچہ آسا کچھ گرہ مین زر بھی واجب ہے کہ ہو

ہو دفن وہ جس باغ خلد کا ہو لطف سیب
زلف وہ کافر کرے دل کو ہزار وسوسے قریب
رخ کو دیکھو تو عبا تو دیکھا تو جانان شکیب
کیونکہ محراب و ابرو کو نہو مینی سے زیب

ہو جہان مسجد وہان منبر بھی واجب ہے کہ ہو

سوچ لو ملین کہ اسکی زلف ہے گن بلا
جسکو کافر نے ڈسا پانی نہین وہ مانگتا
مان کہنا تو مرا ست ہوس کوت طرحا
سانپ کا کاسا ہے کھلانا چھیڑنا ہے زلف کا

اے ظفر ہان یاد کچھ منتر بھی واجب ہے کہ ہو

مخمس اربعہ عشر

تلوّن سے مزاج یار کے ہے ہجر لازم ہوا سو بار بھوٹا اور پھر برگز نہیں نادم
کبھی کچھ کہتا ہے ظالم کبھی کچھ کہتا ہے ظالم ظفر اک بات پر دائم وہ ہووے کس طرح قائم

جو اپنی پھیر تا نیت کبھی یوں ہے کبھی دوں ہے

مخمس عشر

کچھ خیر پہلے کدورت اور صفائی کی نہ تھی وجہ کوئی صلح کیصورت لڑائی کی نہ تھی
تجھے خدائی میں مگر سیر خدائی کی نہ تھی جب تلک دنیا نے ہمسے کچھ برائی کی نہ تھی

ہمکو آگاہی برائی اور بھلائی کی نہ تھی

آگے شہرت کیا تمھاری دلربائی کی نہ تھی دلربائی میں مگر بات اس کھائی کی نہ تھی
ہمنے تو ایسا سمجھ کر آشنائی کی نہ تھی یہ توقع ہمکو تجھسے بیوفائی کی نہ تھی

آشنائی کی تھی ہمنے کچھ برائی کی نہ تھی

ہے دل بے کینہ میرا وہ مصفا آئینہ زنگ ہی آلودہ جوہر گز نہ دیکھا آئینہ
یہ کبھی محتاج صیقل کا نہ ہوتا آئینہ تھے مکدر تم ہی ورنہ میرے دل کا آئینہ

بے کدورت تھا اسے حاجت صفائی کی نہ تھی

شوق گلشن سے نہیں اب اپنے بسمیں اپنا دل ہے بد تر از رنگ کیا کیا اک نفس میں اپنا دل
تھا تہ تنگ آرزو ہونیکی ہوس میں میرا دل لگ گیا تھا جن دنوں کنج قفس میں اپنا دل

بول مین بے اٹھاؤن قلم لکھکے بھیجدون
خط غلامی اپنا صنم لکھکے بھیجدون

اور جو کہے خدا کی قسم لکھکے بھیجدون

آگاہ خوے یار سے ہوتا اگر نہ مین
قاصد خط اُسکو لکھتا کبھی بیخبر نہ مین

مشق جفا سے اُسکی ہے تو بیخبر نہ مین
ڈرتا ہون وہ قلم نکرے ہاتھ پر نہ مین

جو جو کہے ہین اُسنے ستم لکھکے بھیجدون

جسوقت تجھ سے حضرت دل دادخواہ ہون
اور اُن سے پوچھا جاے جو مجھسے گواہ ہون

جھگڑے تمام یہ نہوی ہین نہ آہ ہون
ظالم ہزار دستہ کاغذ سیاہ ہون

گر ایک قصۂ شب غم لکھکے بھیجدون

کیا کیا تھی یار اپنے زمانہ کے انتخاب
سب نے عدم کی راہ لی اے ہستی خراب

ہو وے مثال نامہ نکیرون دل کو پیچ و تاب
لاسکتا رفتگان کا نہین کوئی بھی جواب

خط کسکے ہاتھ سوے ندم لکھکے بھیجدون

اُس گل کی ایک عمر سے تھی جستجو وصل
باقی پر اب تلک نہ لکھین ہین ہوے وصل

اب جی مین ہے کہ یون ہو اگر گفتگوے وصل
معلوم تا ہو اُسکو مری آرزوے وصل

وصلی بہ حال رنج و الم لکھکے بھیجدون

لکھتے ہین بار بار وہ مجکو کہ تو شتاب
لکھدو بھیج حرف عشق ہوا ہے جگر کباب

اسکے سوا بن آتا نہین اور کچھ جواب
جا کر دکھاؤن دل کے جو ہین داغ بیحساب

جلد اول دیوان ظفر

تو کہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری | تو خداوند کہیں تو خداوند سیاری
تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

نظر آتی ہے جہان مین جو سفیدی و سیاہی | قلم صنع پہ ہے تری دو نرات گواہی
تیری یکتائی مبرا ہے ہر اک شے سے الٰہی | تو زن و جفت بخوئی تو خور و خفت نخواہی
احد ابی زن و جفتی ملکا کام روائی

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت | نہ اعانت تجھے درکار کسو کی نہ حمایت
نہ شراکت ہر کسی سے نہ کسی سے ہے قرابت | نہ نیازت بولادت نہ نفیر زند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری | جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری
کرم و عفو سے کیونکر کرے عذر پذیری | تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری
تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہی تو رزق رسانی | تیری الطاف سے محروم نہ مینخوار نہ زانی
کہ وہ ستار ہے تو واقف اسرار نہانی | ہمہ راعیب پوشی ہمہ راعیب تو دانی
ہمہ رزاق رسانی کہ تو موجود عطائی

خرد و وہم سے ہم گو دل نے کوئی بات تراشی | کہ ہو اول و آخر کی حقیقت کا تلاشی
مگر نزد و یک سوا اسکے ہی سب سمع خراشی | نہ بدی خلق تو ودی نہ بود خلق تو باشی

ملن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی

ظفر اسوقت ہین خاموش ہو کیا غنچہ ہا نند
گرہ لیشعار مناجات کو یاد آئے اُسے چند

گرہ زاد مقصد ہین کس طرح تری اپنی زبان بند
لب و دندان سنان ہمہ توحید تو گویند

مگر از آتش دوزخ بدوش زود رہائی

مخمس ثمانیہ عشر

ہمیشہ از ندامت اشک بارم
زجرم خویشتن خود شرمسارم

مگر از رحمت امید وارم
الٰہی واقفی از حال زارم

تو میدانی کہ جز تو کس ندارم

گنہ ہو کامرا از بس ہے طغیان
رہے ہے موجزن طوفان بہ طوفان

تری بے دستگیری ہون ہراسان
الٰہے غرقہ ام در بحر عصیان

ز دست رحمت افگن بر کنارم

جہان ہے مجمع ارباب غفلت
مہیا ہین سبھی اسباب غفلت

یہان بیگر شہ اب ناب غفلت
الٰہے رفتہ ام در خواب غفلت

بر ہ بیداری زین کار و بارم

ترے آگے نہین مانند تصویر
زبان عذر گویدا ے تقریر

الٰہی گیا شرمساری کی ہو تدبیر
الٰہی گردہ ام بسیار تقصیر

دران حضرت نہایت شرمسارم

گمان طرف ہے کہ دل مضطر کا ہے
تمنائی تنزل مقصود کا ہے

الٰہی برگشتہ از غیب دا ہے

زخیزد ان سال دوم در انتظارم

کہ کے گوہر کشی کوئی زیر دست
سر راہ فنا ہو جاے ہر پست

نہین رہتی ہے مطلق طاقت جست
الٰہی راہ مردان سخت راہ ست

تو آسان بگذران زین رہگذارم

تجھی کو زیبا دے ہے حکمرانی
کہ تیرے ہاتھ قدرت اور زندگانی

الٰہی گر بہ ای در بہ خرا بی

تو دانی بندہ بے اختیارم

کہ کیا ہین ہون غلطان و پیچان
پریشان حال بیحد بیحیت کا سامان

کروں کیا ہی رجوع سر دران

الٰہی غلغلہ در روزگارم

کہ مسکین و پریشان و سیہ کار
کہ تو ہی ایک نہین ہے حضرت

دوئی اچھی نہین ہے اپنی سمجھ زد
فنا حسد کرے ہے ہستی مردود

کہ تا من جان بہ یا نی سا یم

شکستہ ہون ہنوز دل مین تا بہ
کہ ہون بیگانہ از ہر آشنا ہون

کبھی سے

مخمس شستہ غزل مرزا

تجھی سے ہے امید عفو تقصیر
الٰہی از کمال لطف بپذیر
دل سوزان و چشم اشکبارم

رہا ہین جیسے یہان خرسند و فیروز
رہون ہین ہون حشر کو بھی جلوہ افروز
الٰہی گر عزیزم کردی امروز

کمن فردا بسزد خلق خوارم

یہ کافر نفس ہے ایسا بلا بد
کہ جس سے جزبدی ہو کچھ نہ سرزد
عداوت مجھسے یہ رکھتا ہے بیحد
الٰہی گر نہ توفیق تو باشد

برآرد نفس بداز جان دمادم

مکان تاریک ہین تنہا و بے زور
سنے کون آہ و نالے کا مرے شور
الٰہی در شب منزل گہ گور

تو لطف خویش گردان غمگسارم

فتنے ہین ہین تو ہون غفلت سے سرمست
کہان جاؤن کرونہین کسطرف جست
الٰہی نفس و شیطان در کمین ست

ز تقوائے عبادت کن حصارم

ظفر ہے جنکو ایمان اپنا دار کا
دعا ایمان کی وہ مانگے ہین ہر بار
کہے ہو دیکھ تو کیا مرد ہشیار
الٰہی بر جنید ایمان نگہدار

ہو ہو جسکو پیار سوا اپنے زہر اگودی پالے | اُسکے تن پر گھاؤ لگا کے بہتے لہو کے نالے

سراب اسکا ہو اور نوک سنان ہو

جسے زہر انے گودی مین کھلایا | نبی نے دوش پر جسکو چڑھایا
چارون اور سے اُسکے لاگر جھپی بھاتیر | ماٹی اوپر لوٹے رن مین گھائل سارا سریر

لہو کا زخم سے دریا روان ہے

ہوا زین العبا محبوس افسوس | پیادہ پا چلا افسوس افسوس
جسکی پانؤ نکی ماٹی ہو چاند سورج پر فوق | اُسکے ماتھون ہتھکڑیان ہون اور گلے مین طوق

سفر درپیش ہے اور ناتوان ہے

ظفر اس غم سے اک عالم ہی مغموم | زمین سے تا فلک ماتم کی ہی دھوم
نیلا تا گا اکاس لے کیندو جانی اندھیری رین | تاری نا ہین آنسوؤن سے ہی بھیر ریانہ مین

جسے دیکھو غرض ماتم کنان ہے

مسدس

چلنے لگی ہی بے طرح باغ جہان مین یہ ہوا | جانگرا کہتے ہین سب جسکو وبا، وہ دبا
یارب بطفیل پنجتن مجکو اس آفت سے بچا | مین ہر گھڑی اور ہر نفس ڑٹ ھکر یہی سچ پوچھ کہتا

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوبا را الحاظمہ
المصطفےٰ والمرتضےٰ وابنا ہما والفاطمہ

الرضا

آج کہنا ہے ساقی مدہوش | سن فاطمہ نوش
چین سے نام تو جپتی ہون | یہ بھی گلابی
اے ظفر آدہ بہار ہے | ہے ہے نوبہار ہے

ہے ہوا سرد اور چمن سیراب
ہے گناہ شکست توبہ ثواب

رخ خورشید پر ہے ابر نقاب
آج ہے دور دور جام شراب

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

گل تو گلشن میں تھے ہمیشہ ہسوڑ
شیشۂ توبہ شراب کو توڑ

آج غنچے بھی کہتے ہیں منھ موڑ
دامن عیش کو نہ ہاتھ سے چھوڑ

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

ہر رگ رگ گل ہے اک ستار کا تار
جب وہ چھیڑے ہے اسکو مطرب وار

زخمہ ہے عندلیب کی منقار
ہوتی ہے یہ ترانہ ساز بہار

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

ابر بھی اسقدر رہا ہے جھوم
لالہ و گل کا ہے چمن میں ہجوم

لے گا روے زمین کو گویا چوم
بلبلیں یہ مچا رہی ہیں دھوم

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

دا توبہ ابھی نہیں ہے بند	توبہ ہر وقت ہے قبول و پسند
روزِ بی بادہ روز ہو خرسند	بلکہ آج اور بھی دو چند سہ چند

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسمِ توبہ نیست بادہ منوش

مسدس دیگر

کیونکر دل آزار مرا تجھسے دل زار لگا	کر جو دل لگنے ہی اک جان کو آزار لگا
شوران تیندی نیہ چہ پی کیا معمول	بھندہ نال برہ کے پھندے گئی ہسانو بھول

دل بدام خم زلف تست گرفتار ہنوز
جانم از نرگس ہمیار تو بیمار ہنوز

واہ واخوب ہی کی مجھسے محبت تونے	خواب مین بھی نہ دکھائی کبھی صورت تونے
رو دیکھ روند کسو جیتا کچھ نہین آنکھون مال	تونے تیری دیکھین و ابھولدا رنہین خیال

گرچہ شد دیدہ ام از گریہ ہجر تو سفید
لیکن از دل بزود حسرت دیدار ہنوز

گرچہ بسبل بیطرح خاک مین غلطان ہوگین	دل سے پر تیر نگہ کے تیرے قربان ہونگین
دل وچ تیندی تیر نظر وی ایسے گڑ گھاؤ	بھر بھر مرہم مرہم جاوان تروی نہو بھراؤ

جو نخل پُر ثمر ہین اُٹھا سکتے سر نہین
سرکش ہین وہ درخت کہ جنمین ثمر نہین

باد صبا اگر بچمن مین ہو سرپہ خاک — ملتے ہین دمبدم کف افسوس گر تناک
غنچے ہین دل گرفتہ گلونکے جگر ہین چاک — کرتی ہین بلبلین یہی فریاد دردناک

شاد اب حیف خار ہون گل پائمال ہون
گلشن ہون خوار نخل مغیلان نہال ہون

نزدیک اپنے آپکو جو کھینچتے ہین دور — دیکھا تو صاف فہم مین کچھ انکے ہے قصور
ورنہ جو باصفا ہین خردمند ذی شعور — کیا دخل انکو آوے کبھی نخوت و غرور

رکھتے غبار کینہ سے وہ سینہ صاف ہین
ہر نیک و بد سے صورت آئینہ صاف ہین

جائین نکل فلک کی احاطہ سے ہم کہان — ہووینگا سر پہ چرخ بھی جا دینگے ہم جہان
کوئی بلا ہے خانہ نہ نداں یہ آسمان — چھٹنا محال اُس سے ہے جبتک ہے تن مین جان

جو آگیا ہے اس محل تیرہ رنگ مین
قید حیات سے ہے وہ قید فرنگ مین

یہ گنبد فلک ہے عجب طرح کا قفس — طاقت نہین ہے نالہ کی بھی جسمین یک نفس
جنبش ہو ایک پر کی تو پر ٹوٹ جائین دس — رہ جا کر دل کی دلمین کسطرح سے ہوس

کس دیلی دین پھرے مینڈی کرادھیان
جب دیکھے تو آوے ہووے سب مشکل آسان

ہر لحظہ ہے دریا غم و رنج کا طغیان
اور باد مخالف سے اُٹھا ہوا طوفان
ہاتھ آتا نہیں دامن ساحل کسی عنوان
ہین خوف سے کیا کیا صفت موج ہون لرزان

کون لہکارے پار نور تا ٹوٹ پڑے منجدھارا
ساڈے ٹوٹے تیری واہی توہی کھیون ہارا

ہون خاک نشین صورت نقش کف پا ہین
اتنا ہوا پامال کہ جاتا ہون مٹا ہین
ہمدرد نہین درد دل اپنا کہون کیا ہین
جو دل پہ گذرتی ہے وہ دل جانے ہے یا ہین

سنو اکھان بھید ہین دل دا کون بندھاوے دھیر
توہی کرے کرم ٹھہرا اپنا سینڈی دھاکھیر

کسطرح ظفر اپنا کرے حال دل اظہار
حیرت سے یہ ہے نقشہ کہ ہے نقش بدیوار
اور دل مین کھٹکتے غم و اندوہ کے ہین خار
کس سے کہے کون ہے کون سوا تیرے مددگار

جلدی اُسدے دل سے کڈھ لی ساری مگدی رسول
نیندڑ اوہ تو کہاوے جگ وچ نار کھ اسنو ملول

ایضاً

پہ پیرو تو نے کیا جلوہ دکھلایا
مجھے اک دم مین دیوانہ بنایا

جلدوں دیوان ظفر

جدا کیا مجھ سے مونسی اہ و فغاں کی
بنایا ہے ہر روز سے روز جدائی
بجز دین حلیمی ہاتھی مین جو رہا تان
اوہان رہا تان دیجا کی کہان ہا تان
بہ بیگ رسم و رسوز و گدازم
دمے بر نکھوٹین ہاے لب بہ جان آئی
تری صورت نہین دیتی دکھائی
کہان تک تیری سوزان راہ چلان
تنے دیکھے بنا پھرہ نکان
جہا از درد دوری بیقرارم
بیادم تاب مجبوری ندارم
تنے تیرے ہجر اوس نگھڑ دا دردم
بیہ

برہ دی آگ دوح ہے جان پھکدی | نہین جب کردی ہان دنرات کگدی

مرم پرشور از عشقت چنان ست
کہ ہر موے تنم گرم فغان ست

نہین اب یار کوئی پاس ایسا | نہین غمخوار کوئی پاس ایسا
جو میرے ادلی اپنی مہر نہ کہے | وہ تیرے کول جا کر بنور کہے

صنم بگذار این طرز جفا را
خدا را بظفر رحمے خدا را

مثلث

کرون خط مین کیا حال تحریر پہلے

پانی لگھن سے پہلے اسلوو دینو سب بھڑکا رہے | قاصد سو چکے باقی دیتا بگڑ بات بگڑ جاے

دہان جاک خط کی ہے تدبیر پہلے

سیسے کول نیوڑے رانجھا آگے ہیر | جو کوئی دیکھے کھو لکے انکھیان تو براں دی تصویر

رکھی اسامنے مین نے تصویر پہلے

سب نے اسدے درد سہے اور سب نے عشق نباہا | جو وہ بھی بیداد انس وون کون کرا ہا

لو اے دل تجھی ہوگی تعذیر پہلے

کیونکہ چشمان ہین ان ہندکے سوز ہیند گو رکھ دھیند | چہرن کاران اکھنیا برکھ نارون پھیند

شوق نگاہ سے یہ تو مذاب کیجیے کی اعتبار | ایکا ایک گل پر اپنی آنکھون دیکھ چلی بہار
ہم تو اُس یار کی تقریر کو پلے گھاتے

مثلث دیگر

دنیا سے دل لگانا عزیزو بھلا نہین
سچ سمجھ لو اِس برہمن موج سچ گلانا جھوٹ | جو ہی ہاتھ تسادیکا وہ ایدن ہاتھ ہی جھوٹ
سب تمنے کہدیا ہے نہ کہنا کہا نہین
چاروں کی ہین سیکانی چارون پاؤن ہاتھ | اکدن ایسا آوے تسادی ایک نہوے ساتھ
پھر کون آشنا ہو کوئی آشنا نہین
جس تن پہ ہی چاندنی نئی نئی پوشاک | اکدن گرون موج کفنی ہووے تن کو لاگی خاک
پھر خاک کا بھی ڈھونڈھو تو ہرگز پتا نہین
سینسو اپڑن اکھن نیڑان کوئی ہاتھ | جو ہی اپڑان تت دساتھی سوئی ہے ساتھ
ہمدم تو اپنا کوئی بھی دم کے سوا نہین
جن لوگان ان اکھان ڈٹھا گئے کمان آرام | وہ تو سانو نجر نہ آوندے کن کن کالون نام
پیدا کبھی جہان مین ہوے تھے وہ یا نہین
کس دا اپنا دھیان لگا ہی کوئی نہین ہے پاس | زبان سائی سوخ موج اپنی ٹوٹی جاندی آس
سب کچھ تو اپنے پاس ہی کیا جانے کیا نہین

جو جو سادے دل پر بیتی رب جانے یا دل | کاسوں اکھاں حال مین اپنا کہنا ہو مشکل

حال غم کوئی میرا کیا جانے

اپنی اپنی لوگان کہندے ہیندی ساڈی بات | جو جو بھیر بیتے ہے سو مومن کی نجانے

حال غم کوئی میرا کیا جانے

رین دنا نہین پیندا سانوں نی مین انکو جیان | کالب سے کیون اور کوئی ہیکل رہندی جان

حال غم کوئی میرا کیا جانے

ایکا ایک ڈھرکا اس جگ اور دوجو دا کاٹوٹم | جندری کھلائی اون ڈھر کو نہین غم ہی جندر پر

حال غم کوئی میرا کیا جانے

کوئی نہین غمخوار ساڈا اکھان کنوں نال | شوق رنگ رب سچ ہی جوہی یا حال

حال غم کوئی میرا کیا جانے

ایضاً

جو کئے بیان ہے دیدان دیکھے پھرے آتے نہین

جانیو پھر نہ آئے انکھیان تکدی راہ | دن رین مینڈا ہیا تڑپے زبان میرا گواہ

یہ جھیبی نظرون ہے صورت بھی دکھلائے نہین

فاختہ مجنون کسنو بھیجون جانو ٹھور ٹھانون | خاک نجانون بس نا جانون نا جانون دوھا نون

ہے یہی رونا کہ ہم انکی خبر پائے نہین

ایضاً

خاطر اول دیوان بنجم

اثر جب ہو کے نکلے آہ دل سے
نا وہ آگ مین نا وہ جل مین
وہ دل مین دل ہے تیرے بغل مین
بشرط تو بھی ہو آگاہ دل سے
دل ہے مسجد دل سے
جو چاہے سو دل سے مندر

نہین بہتر ہے کشتن نگاہ دل سے

کوئی پوچھے یہ کچھ تم سے جا دے

کہان ہم قصہ بیت اللہ دل سے

بنا کی بات ہے جی کی یہ

نکلتی ہے کسی کے آہ دل سے

کس سے کہیے کون اب مانے | جی کے بھید کو جی ہی جانے

ظفر ہوتی ہے دل کو راہ دل سے

الیضاً

کام دل ہو کیونکر حاصل اُس بت خود کام سے

کام پڑا ہے غم تسکین سیانو اس بیدردی نال | کان لگا گر کیونکر سنیے وہ لوگان ساڈا حال

ہاتھ جو کانوں پہ رکھتا ہو ہمارے نام سے

پھر دی میری انکھیاں وچ ہین وہ انکھیان ملاتی | پین نا بیوان بدہ کا پیالہ مینوں نہ بھاتی

ساقیا دوران سر ہوتا ہے دورِ جام سے

مینڈی ستے ہے بیڈا جیس سے مینڈا نیہہ | اللہ باندا جو کوئی مجھے اسنو کھان رینہ

کفر سے کیا کام مجھکو کیا غرض اسلام سے

جیسے پھندا دل عشق دی پھندے پے گئی دکھدی دھندے | بچھڑ سکی ان جندون سے ہم کر کے دھندے

مدتون پھڑکے قفس مین ہم جو نکلے دام سے

دیکھ کے سونی سیج پیا بن پھر بھرآئے نین | کچھ مت پچھو لوگان مینو کیونکر کنڈی رین

روتے روتے صبح ہو جاتی ہے مجھکو شام سے

کتنے دنون بیکل کیتا کل ہین اک دن آن | دل کے بیکل رہنے سے ہو دکھ پڑ گئی جان

گر نہو وے دل تو پھر گذرے عجب آرام سے

ظفر اردو غزل نہ بنایا ہوتا

یاد اساد تاکون اوسد ا رہند انسان

آگ مینڈی غیر بجھ سے بکل رہتہ کا جان

لعنت ان نا مہر بان کو کی کتابت پر درد

زہر دون نال نیتو یہ کب لی انسان

لعنت پھٹ ان جنم دا در مانی پر جہان

مردو دنا ہمدرد دشمن جانی شمرد

یاری یاری ہے کیا دشمہ جو وہ مدد جان

ایک پھیرہ وہ والا بجل گئے سب دان

داد و ریا دیک خطہ نہ ہوش وخرد

جلدوں دیوان ظفر

طالب دیدار صورت انسان نا بکرد

جاوان نا بان یاری مین نا تھوں کرین

طالب دیدار صورت انسان نا بکرد

بن نو جوان عاشق ایسا اوسد ا دکھ ہر آن

شوق نا بیل اوسکو ملان سکے نہ کوئی نا بکرد

ظفر اردو غزل نہ بنایا ہوتا

الیضاً

یار سے اپنا جسے دل ہو گیا

اوسنے ایسا نہ بنایا ہوتا

نوشے ایسا نہ بنایا ہوتا

اس طرح سے نہ بنایا ہوتا

یار سے اپنا جسے دل ہو گیا

اوسنے ایسا نہ بنایا ہوتا

نوشے ایسا نہ بنایا ہوتا

اس طرح سے نہ بنایا ہوتا

دل کو صد چاک بنایا تو بلا سے لیکن | زلف مشکین کا ترے شانہ بنایا ہوتا
اور یا خاک سے ایسا نہ بنایا ہوتا
صوفیوں کے جو نہ تھا لائق صحبت تو مجھے | قابل جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا
باعث قتل مستانہ بنایا ہوتا
تھا جلانا نہ اگر دوری ساقی سے مجھے | تو چراغ رہ میخانہ بنایا ہوتا
اور دل بادہ کشون کا نہ بنایا ہوتا
شعلۂ حسن چمن میں نہ دکھایا ہوتا | ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بنایا ہوتا
گل کو داغ دل دیوانہ بنایا ہوتا
روز معمورۂ دنیا میں خرابی ہے ظفر | ایسی بستی سے تو ویرانہ بنایا ہوتا
بلکہ بہتر تو یہی تھا نہ بنایا ہوتا

ایضاً

عشق کا عالم نہ پوچھو وہ جہان ہی اور ہے
ہیم نگر کی ریت نرالی اور نرالے طور | ہے تو وہ ہی صحبتیں لیکن ہوا و جگ ہی اور ہے
دان زمین ہی ہے وہ دان آسمان ہی اور ہے
کیسا بھالا کیسی برچھی کیا بچھوا تلوار | اوسکے بیچ نکا ہو نکا ہے میدل پر وار
جس سے میں نہ تھی ہوا ہون وہ سنان ہی اور ہے

نارڈ مُنی ہاتھ ملیسا دونون پہ چھون بکوی رہید | روگ لگا سینہ مینہ مار بابا جانے یہ بھید
کوئی کیا جانے یہ کیا درد اور اسکی دوا کیا ہے
بیم بیالی بھر بھر پیوان لیلے کے ہاتھ | مین مدھ مالتی نیمہ دی کو دنجا نو بات
دم جان بخش عیسی کیا ہو اور آب بقا کیا ہے
مین تو یا درسی ہو کہتان جانو نہ تان اور بانچ | تبلا دو لوگان نہ لین مین مین جانچ
کہ لذت عشق مین کیا ہے محبت کا مزا کیا ہے
کی تبلاوان تو چھین ہار اور کی بھیدی ہمجھال | دی ہنڈی جان ہے اور چندرسی ہندی مال
نہین معلوم جینا کس کو لیتے ہین قضا کیا ہے
ایٹ سے دیکھا لکھا ہنڈی کی سمجھ نہین آئے | سید برا تم کوئی لاوین بھر بھر تبلائے
کہ لکھا مدعی نے کیا اور اسکا ما کیا ہے
ایسی کسدی جاہ لگی جو آٹھ پہر مین رونا | پہین آنسو بہا بیکے کہون چندر کیو تو کھونا
تبا دے مجکو تو اب ای ظفر یہ ماجرا کیا ہے

ایضاً

خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے
پی کے بلائین جائینگے جنکو پی کے پاس | اسکا نہ کیسی ہوگی مینو بھی ہر اس
خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

کبھی دل مین نہ تیرے رحم او کافر صنم آیا
سہدے سہدے ظلم تیرے چور گیے دل روح چھید | پھر تو کسدن نال آکھان اپنی مینڈی ہمید
کبھی نسبا پر نہ میرے شکوہ جور و ستم آیا
شوق رنگ اسنو مین یکھان ای وجوہ اکران | لگجا ساڈے چھتیان جانی بیکل مینڈی جان
نہایت تنگ مین ابتو تری سر کی قسم آیا

مثلث

مرا ہمدم بھی ہے اور میرا وہ دلدار بھی ہے
رین گجردی روہدے وندے بلک ہین یک لگدی | لوکان لاوتالی سنو آکھین ستہ دور تکدی
مجھسے کو انچھپتے ہو خواہش دیدار بھی ہے
بیتیان اوسدے سیدے ساوھی اکھیان اوسدی بھی | لکان اوسدے بھاندے لگدے مین نکان رہے جھی
اسکا ابرو مجھے خنجر بھی ہے تلوار بھی ہے
موہ لیا مین دل مین مینڈا صدقے موہنی صورت دی | کھولی کھولی جانڈا اوسدے بھولی بھولی صورت دی
منہ سے مین کیا کہون اوسپر مجھے اک پیار بھی ہے
انکھیان مینڈی ڈھوندین اوسنو بیکل سندی جان | نظر نہ آوندا سورن مینڈا نینو اوسدا دھیان
مین تو لاکھون مین کہون مجھسے سروکار بھی ہے
بھر بھر اول وندا مینڈا نس نس نین جتین | لیلے بیکی رہندا مین رڈین بھوٹی ہر مرے مین

جلدان دیوان نجم
دیباچہ
دلے ہوسے اوسدی
کیا مطلب دل یار کا معلوم کرتا
جب دیکھا یہ احوال تو دل بھر آیا
صورت ہے جہان کی عجب الشکی قدرت
جلوہ مین اک اور ہی جلوہ نظر آیا
دیدار کے مشتاق کو شوق دکھا کر
کیا نور مین ظاہر تجلی کا ہوا ظہور
لے عاقبت نزدیک ہے دنیا سفر آیا
پیغام قضا شام کو آیا تھا ہمارا
اٹھ صبح کو بستر سے تو ہم نے یہ سنا ہم
باقی ہے جو ملنا ہم منزل ہیچ کا

اک ہم ہی نہین بیخبر آئے ہین جہان مین | جو آیا جہان مین ہے سو وہ بیخبر آیا
اس بات پر رونا ہمین اکثر چشتم تر آیا
مین شرم سے عریان کے ہوا سر بگریبان | جسوقت خیال آہ ادھر کا اُدھر آیا
مجھ پوچھونہ کیا کیا مجھے خوف و خطر آیا

مثلث دیگر

بتا دون مین کسیکو کیا کہان ہون اور کہان کا ہون
اپنے دیس کو چھانڈکے ہم نکلے پردیس | جیسے بیت اس دیس کی کبھی دیسی کبھی دیس
کہ مین اس باغ مین محو تماشہ باغبان کا ہون
تجھ بن این اندھیر مین جیارے آو کے تایے | سارے تارے دھوئین کے مارے ہوئے کارے کارے
ہمیشہ رنگ نیلا دیکھتا مین آسمان کا ہون
کانٹا ہون یہ سوکھا ہون تیلی ہون یا تنکا | مین ہین جو ہی سکین جات نہین کچھ دنکا
کوئی ہان ایسے پوچھے خار جنگے آشیان کا ہون
نے مین ملنگ نے مین موتی نے مین ہیرا اپنا | نے مین چاندی نے مین سونا جیسا بنا بنایا
بلا سے سنگ ہون مین لیکن اسیکے آستان کا ہون
بیم نگر کی گھاٹی ہو گھاٹی کون ادھر کو جاوے | میری ڈگر پر جو کوئی آوے وہی رستہ پاوے
کہ پیچھے کاروان کے نقش پا مین کاروان کا ہون

پیم نگری پیٹھ لگی ہو دلالی سے ماری | سودا بار و بات نیکو تو ہو دیکھو ناری
کہ اس سودے مین نادان سود پیچھے ہے ضرر پہلے

نیکی دی اگل کردی ہو ند سوچ سمجھ بچان | بری گلان میٹھی لگدی تو ہیٹی ست جان
کہ آخر زہر قاتل ہے اگرچہ ہے شکر پہلے

سوچ سوچ کے من مین اپنے نافق ہو کر کھنڈ | ہونا تھا سو ہو ہی چکا اب دندے کی ہے ہنڈ
تجھے لازم تھا اپنا کام کرنا سوچ کر پہلے

منزل تیری دور پڑی اور گھاٹی تیرے ہاتھ | کچھ تو نیکی کمانے کے لیلے اپنے ساتھ
مسافر جا ہے اندیشہ زاد سفر پہلے

رین نامین گدی پھر دی بکل بنڈی جان | لیکن جس دے کاران گدی پھیری دور ہے ہیرا
اکھی کیا ہوا تھا وہ جو نالون مین اشر پہلے

پھندیا دل نے پنڈا مارا برہ داجال | ایکبک چھوٹ نہ اس پھندے چھٹنا بڑی مال
پھنسا تا دل نہ مین معلوم یہ ہوتا اگر پہلے

سیانا نہین دیوانہ جو ہر کچھ منہ سے بکدا | جو کرم مین لکھ دیوہ میٹ نہ کوئی سکدا
جو کچھ ہونا تھا سو وہ ہو چکا ہے اے ظفر پہلے

ایضاً

ستم در پردہ کرتے ہو بظاہر پیار کرتے ہو

ظفر کا دیوان ششم

ایضاً

ہمین معلوم ہے جو کچھ کہ تم انکار کرتے ہو

ایضاً

کیون ہو پیار رنگ کی ماری پچکاری
دیکھو کنوار جی دو بگی مین گاڑی
ہر کہ دست انجان بشوید
ہر چہ در دل دارد بگوید

بھلا ہے کون کہین کیسے ہو مون بھلا جاتا ہین جات
ظفر ہے ایک ہی بہتون کا دان جو لیتا ہے
دفت ضرورت چوتھا تا ندگریہ
دست بگیر و دم نہ گریہ
تن سے تو چوٹ کیا کیا ہے پر تے گاڑی دیتا
ناگفتہ نماند درگ کے بانو کار
لیکن چوگھی دیلش پیار
سب کو

۳۹۴

Post Graduate Library
College of Arts & Commerce, O. U.

سبکو دیکھی ریت ہوگاری بھری سبھا مین آج | جب مین آپ نچ چلون تو کسکی تو ہو لاج

یکے کردہ بے آبروئے بسے
چہ غم دارد از آبروئے کسے

جو کچھ کہنی تو نے تا کہی تھی وہ بھی ہوئی کہی | اپنے من مین سوچ کے مین یہ چپکی ہوئی رہی

اگر نادان بوحشت سخت گوید
خرد مندش بنرمی دل بجوید

بہت دن مین ہاتھ لگے ہو کیسے جادو ان | آج مین پھلوا توسون کا نھا پیہ پکڑ کے لون

دیر آمدے اے نگار سرمست
زودت ندہم زدامنت دست

شوق نگاہ ایڑے ہیہ مگر سے کھیلا کون اب ہوڑی | مکھ موڑ کے اور ہاتھ موڑ کے وہ برجوری

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد
ساعد سیمین خود را رنجہ کرد

تمام شد

جلد اول دیوان ظفر

OSMANIA U
LIBR
HYDERA

جلد اول دیوان ظفر